وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

من الظلمت الی النور لدفع الظلمت الفجور

المعروف

اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف اور ان کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

تحریر مبارک

علامہ مفتی اعظم
حضرت علامہ مولانا مفتی محمود صاحب خان القادری الرضوی مدظلہ

بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ
کراچی

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِعرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

من الظلمٰت الی النور لدفع الظلمٰت الفجور

المعروف

اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف
اور
ان کی دینی وملی خدمات کا مختصر جائزہ

☆ تحریر مبارک ☆

خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالوھاب خان القادری الرضوی مدظلہ

بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العٰلمین علی ان من علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمتہ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ویریدرن لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون فاشھد ان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ واشھدان سیدنا و ملاذنا وماوٰنا وشفیع ذنبنا عند ربنا محمدا عبدہ ورسولہ وعبدخیر العباد و رسول ا فضل الرسل ونبی الانبیاء وسیدالاصفیاء و امام الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ و اصحابہ واتباعہ واحبانہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین ۔ امین امین امین یا رب العٰلمین

اللہ تعالیٰ کی عجیب شانِ بے نیازی ہے،ایک وہ وقت تھا کہ کوئی دیوبند کا نام بھی نہ

جانتا تھا اللہ اللہ اب یہ عالم ہے کہ دنیا میں کم لوگ ایسے ہونگے جو دیوبند سے واقف نہ ھوں۔ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کا چرچا عام ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کی چار دانگ دھوم دھام ہے انکی شہرت ہر جگہ معروف و معلوم ہے البتہ یہ اور بات ہے کہ دیوبندی افکار و عقائد اور ان کے دینی نظریات سے عامۃ الناس تو کجا اکثر اہل علم افراد بھی ناواقف و نادان ہیں اگر اور وہ واقف ہیں بھی تو صرف اور صرف دارالعلوم دیوبند، علمائے دیوبند اور انکی دینی خدمات سے اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اکابر علمائے دیوبند کا اجمالی تعارف کرا دیا جائے جنکی انتھک کوششوں کے کارن دیوبند کے بھاگ کھل گئے اور یہ دن نصیب ہوا کہ آج ساری دنیا دیوبند کے گن گا رہی ہے، علمائے دیوبند کے نام کی مالا جپ رہی ہے چنانچہ انکی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ ہمارے مسلمان بھائی اس کی صحیح حقیقت سے باخبر ہوں اور عالم دیوبند کی معتبر تاریخ کو شواہد کے آئینہ میں ملاحظہ فرماسکیں۔ اس کتاب میں اس امر کا التزام کیا گیا ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے معتبر راویان و معتمد انشاء پردازوں کی عبارات کو سنداً پیش کیا جائے اگر چہ وہ روایت بالواسطہ پہنچی ہو، تاکہ فہم ناظر میں اس کا صحیح مقام راوی کی عزت واحترام کے ساتھ واضح ہو جائے اور نفس کلام کی صحت میں کوئی شبہ نہ رہے اور راوی کی عظمت کے ساتھ اسکے بیان کی عظمت کا احساس بھی پامال نہ ہو۔ ہم نے نقل عبارات میں بڑی احتیاط سے کام لیا اور نقل کو مطابق اصل درج کیا ہے جو حضرات تحقیق فرمانا چاہیں وہ اصل کتب کی طرف رجوع لائیں انشاء اللہ العزیز نقل کو عین مطابق اصل کے پائیں گے۔

دارالعلوم دیوبند کی کہانی علماء دیوبند کی زبانی

اکابر علمائے دیوبند کے تعارف سے قبل مناسب ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا اجمالی تعارف کرادیا جائے کیونکہ یہ دارالعلوم ہی علمائے دیوبند کی معراج کا پہلا زینہ ہے اور یہی زینہ ان کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اور بزم یار میں جلوؤں کی فراوانی سے ہمکنار کرتا ہے

دارالعلوم دیوبند اور احکام غیبی

بقول علماء دیوبند، دارالعلوم دیوبند کا آغاز محرم ۱۲۸۳ھ میں ہوا علمائے دیوبند اس دارالعلوم کو الہامی مدرسہ کہتے ہیں چناچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

> ''دارالعلوم کا اجراء عام موجودہ طریقہ پر نہیں ہوا کہ چند افراد نے بیٹھ کر مشورہ کیا ہو کہ ایک مدرسہ قائم کیا جائے اور مجموعی رائے سے مدرسہ دیوبند قائم کر دیا گیا ہو بلکہ یہ مدرسہ بالہام غیب قائم کیا گیا وقت کے اہل اللہ اور ارباب قلوب افراد کے قلوب پر یکدم وارد ہوا کہ اسوقت ہندوستان میں جبکہ انگریزی اقتدار مسلط ہو چکا ہے اور اسکے تحت ان کا تمدن اور انکے افکار ونظریات طبعاً اس ملک پر مسلط

ہونیوالے ہیں جو یقیناً اسلام کے منافی اور نصرانیت کے فروغ کا باعث ہونگے اور ممکن ہے کہ ان کے نفسیاتی تمدن کے زیر اثر اسلامی معاشرت بلکہ نفس دین ومذہب ہی سے قلوب میں بیگانگی پیدا ہو جائے (چنانچہ کچھ عرصے کے بعد انکی فراست ایمانی کے مطابق یہ خطرہ واقعہ بن کر نمایاں ہونے لگا) ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو مسلمانوں کو اس سیلاب کے بہاؤ سے بچا سکے چنانچہ ہر ایک نے اپنے واردات کو ایک مجلس میں بیٹھ ظاہر کیا کسی نے کہا کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ ان حالات میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو کم از کم مسلمانوں کے دین کو محفوظ رکھ سکے کسی نے کہا کہ میرے قلب پر بھی یہی وارد ہوا ہے کسی نے کہا مجھے خواب میں یہی حقیقت دکھلائی گئی ہے غرض قدرتی طور پر ایک باطنی اجماع اس پر منعقد ہو گیا کہ ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے تاکہ اس ملک میں مسلمانوں کا دین محفوظ ہو جائے گو ان کی اسلامی شوکت پامال ہو چکی ہے لیکن اگر دین اور دینی جذبات محفوظ ہو جائیں گے تو ایسا وقت آنا بھی ممکن ہے کہ وہ ان دینی جذبات ودعاوی سے رہتی دنیا کو سنوار سکیں یہ تھے وہ الہامات غیب جن کے تحت ۱۰ محرم ۱۲۸۳ھ

مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء میں اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔"
(ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۲۷-۱۲۸ صفر المظفر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

قیام مدرسہ کی غرض و غایت مسلمانوں کے دین و مذہب کو بچانا اور انگریزوں کے گمراہ کن منافی اسلام افکار و نظریات سے محفوظ رکھنا تھا علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

دعویٰ جہاد ہاتھی کے دانت

"حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے حدیث و فقہ کی مسند سنبھالی انگریزی عملداری میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب کے پوتے شاہ اسماعیل شہید عملی جہاد کے لیے اٹھے۔"
(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۵ فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

علامہ خالد محمود صاحب حسب فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ، ہندوستان کو دارالحرب مانتے ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو اس فتویٰ پر عمل کرنیوالا اور عملی جہاد کیلئے اٹھنے والا بیان فرماتے ہیں اس لئے مولوی اسمٰعیل صاحب کا جہاد

ہندوستان میں انگریزوں سے ہونا چاہئے تھا مگر وائے حسرتا جہاد ہوا تو سرحدی مسلمانوں افغانی پٹھانوں سے اور انگریز کی حمایت میں جس کا ثبوت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے البتہ ظاہری عبارات منقولہ سے انگریزوں کی دشمنی اور مسلمانوں کی حمایت خوب ظاہر ہے یہی علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

> ''مسلمانان ہند میں ایک خیال یہ بھی کام کر رہا تھا کہ نماز روزہ جیسے چند اعمال اسلام کو باقی رکھ کر انگریزی عملداری کو خلوص قلب سے اپنا لیا جائے اور انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل سمجھا جائے یہ لوگ دین اور دنیا کی تقسیم کے حامی تھے اور دنیاوی مراعات حاصل کرنیکے سوا ان کا کوئی مطمع نظر نہ تھا انگریزوں سے کامل وفاداری کے اظہار کے لیئے یہ لوگ محدثین دہلی کے خلاف بھی دم مارتے رہے اور انکی مرکزی دینی رہنمائی انہیں بہت کھٹکتی تھی۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۶ فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ انگریزوں کے حامی اور بہی خواہ اور مسلمانوں کے خصوصاً محدثین دہلی کے دشمن تھے معلوم ہوا کہ انگریزوں کا حمایتی مسلمانوں کا دشمن ہے۔ علامہ خالد محمود اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گئے شاید شرما گئے۔

انگریزوں کی حمایت

اب ہم جناب مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سے پوچھتے ہیں کہ وہ انگریزوں کا حمایتی کون تھا لیجئے علامہ تھانسیری صاحب فرماتے ہیں:

> ''یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا اسمٰعیل شہید وعظ فرمارہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے روریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔''

(سوانح احمدی صفحہ ۵۷)

ایک طرف علامہ خالد محمود صاحب اور سارے وہابی مقلد اور غیر مقلد سب مولوی اسمٰعیل صاحب کو انگریزوں سے جہاد کرنے والا بتائیں دوسری طرف علامہ محمد جعفر تھانسیری اور ان کی پوری وہابی پارٹی مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کو انگریزوں کا حمایتی ثابت کردکھائیں۔ یہ ان کے گھر کی بات ہے

ع الزام اوروں پہ لگاتے تھے قصور اپنا نکل آیا

البتہ یہ بات ضرور واضح ہوجاتی ہے کہ جو انگریز کا حمایتی ہے وہ یقیناً مسلمانوں کا دشمن ہے۔ علامہ خالد محمود صاحب دارالعلوم دیوبند کے بارے میں فرماتے ہیں:

بانیانِ دارالعلوم

"دارالعلوم دیوبند محدثین دہلی کے نظر و فکر کی نشاۃ ثانیہ تھی
اسکے بانی اور پہلے سرپرست حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد
قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور امامِ ربانی حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ
آزادی میں باقاعدہ شریک تھے۔"

(ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۷ فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

انگریزوں پر جان قربان کرنا شہادت ہے

محدثینِ دہلی سے مراد علامہ خالد محمود صاحب کی مولانا اسمٰعیل دہلوی اور انکے رفقاء کار ہیں۔ بیشک علمائے دیوبند انہی کے پیرو اور مقلد ہیں جو انگریزوں کی حمایت میں اپنی جان کی قربانی کو ارزاں جانتے اور ان پر جان دینے کو شہادت فرماتے ہیں۔ عاشق الٰہی صاحب میرٹھی جو رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ ارشد ہیں فرماتے ہیں کہ:

انگریزوں کی حمایت میں قتل ہونیوالا شہید

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت امامِ ربانی (رشید احمد

گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم
نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی (امداد اللہ)
صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ
بندوقچیوں (باغیوں) سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا
اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ
جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا
اور سرکار پر جان نثاری کیلئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت و
جواں مردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر
سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں
تلواریں لئے جمِ غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے
گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں
ہوئیں اور حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی
کھا کر شہید بھی ہوئے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، صفحہ ۷۴۔۷۵)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید اور دیوبندی دھرم
میں انگریز کی حمایت میں مرنے والا شہید۔ دیکھا آپ نے دیوبندی علماء سارے
کے سارے اسمٰعیل دہلوی کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے

انگریزوں کو ''غیر متعصب سرکار'' کہا یہاں عاشق الٰہی صاحب اور ان کے پیر و مرشد انگریزوں کو سرکار کہہ رہے ہیں اور ان کی حمایت میں مارے جانے والے کو شہید فرما رہے ہیں۔ یہ بات تو یہاں ضمناً بیان کر دی گئی اس کا قدرِ مفصل حال انشاء اللہ آئندہ بیان کیا جائے گا لیکن ان عبارات سے علمائے دیوبند اور ان کے امام مطلق مولوی اسمٰعیل صاحب کا اپنی سرکار انگریز کی حمایت کرنا بخوبی واضح ہو گیا۔

انگریزوں کی سیاست

اسوقت انگریز اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کیلئے نئی نئی اسکیمیں سوچ رہا تھا وہ مسلمانوں کے خلاف تدبیریں سوچتا منصوبے بناتا گمراہ کن چالیں چلتا تھا۔ یہی ڈاکٹر خالد محمود صاحب رقم طراز ہیں کہ:

> ''۱۸۷۰ء وہائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکورہ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوتِ خاص پر شریک ہوئے۔ اس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی ''ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا'' کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔''
>
> ### رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیئم
>
> مسلمانوں کا مذہباً عقیدہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے

زیرِ سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کیلئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کیلئے ہر لحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

(نوٹ: اسی جوشِ جہاد کو ختم کرنے کیلئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمایا تھا کہ ایسی بے رد ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں)

رپورٹ پادری صاحبان

''یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اسوقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کیلئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی

حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں ۔ وہ مرحلہ اور تھا
اسوقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن
اب جب کہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمراں ہو چکے ہیں اور
ہر طرف امن وامان بحال بھی ہو گیا ہے تو ان حالات میں
ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے
باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔''

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وہائٹ ہاؤس لندن، منعقدہ ۱۸۷۰ء دی
ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا)

(ماہنامہ ''الرشید'' دیوبند نمبر، صفحہ ۱۰۶۔۱۰۷ ،فروری - مارچ ۱۹۷۶ء)

مسلمانوں میں غداروں کی تلاش

پادری صاحبان نے یہ کہہ کر صاف واضح کر دیا کہ برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش
کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر
سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔

ظلی نبوت کے پرچار

سید احمد صاحب کو تلاش کر کے پیر بنایا گیا اور فوجی کاروائی کی گئی انکی ظلی نبوت کا سنگ

بنیاد رکھنے کیلئے اسمٰعیل صاحب نے ارشاد فرمایا:

''چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لئے آپکی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر کے دانشمندوں کی راہ روشن سے خالی تھی۔''

(صراط مستقیم، اردو مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۴)

یعنی سید احمد کی جہالت کا کمال ثابت کرنے کیلئے نبی الامی ﷺ کے ساتھ کمال مشابہت بتارہے ہیں کہ وہ بھی اُمّی تھے یہ بھی اُمی ہیں۔

موثر اسکیم

لارڈ میکالے نے ایک اسکیم بنائی جس کے اصول یہ ہیں:

۱) ہندوستان میں عیسائیت کی اعتقادی وفکری ترویج خواہ عیسائیت کے نام سے یا کسی اور نام سے۔

۲) ہندوستان میں لامذہبیت کا فروغ خصوصاً مسلمانوں میں اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔

۳) مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو بظاہر مسلمان بباطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو جو حاکم اور رعایا

میں ترجمان کا کام دے۔

(سیف حقانی بحوالہ روشن مستقبل صفحہ۱۰۱ تا ۱۰۳ ماخوذ برہان صداقت صفحہ۵۲)

انگریزوں کو ان اصولوں پرعمل کرنے کا میدان عالم دیوبند میں ملا جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ اگر دارالعلوم دیوبند کی صحیح غرض مسلمانوں کی حمایت اور انگریز سامراج اور ان کے گمراہ کن نظریات سے مقابلہ کرنا تھا تو دارالعلوم دیوبند کا قیام ہی انگریزوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا یا کم ازکم انگریز اس کی کبھی بھی حمایت نہ کرتا کیونکہ انگریزوں کے مقصد حیات واسکیم ممات اسلام کیلئے یہ مدرسہ سدراہ ہوتا جس سے انگریزوں کی ساری اسکیم پر پانی پھر جاتا اور وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مگر یہاں معاملہ ہی برعکس ہے کہ انگریز بذات خود اسکی پاسداری کرتا اور اسکی مدح سرائی کرتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند اور انگریز گٹھ جوڑ

چنانچہ ملاحظہ فرمایئے سوانح حیات محمد احسن نانوتوی، لکھتے ہیں:

”۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹینٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمٰی پامر نے مدرسہ کا معائنہ کیا (معائنہ کی عبارت کا یہ حصہ قابل غور ہے پامر لکھتا ہے) جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ

یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ
ماہانہ تنخواہ لیکر کرتا ہے یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ
پر کر رہا ہے...... یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار
ممد و معاون سرکار ہے۔"

(مولانا محمد احسن نانوتوی ،صفحہ ۲۱۷ ،ماخوذ "زلزلہ"،صفحہ ۱۴۱)

دارالعلوم دیوبند انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز ہے۔

برادرانِ گرامی سوچیئے اور سر دھنئے کہ کالجوں میں انگریز کونسی خدمت دینِ اسلام اور مسلمانانِ ہند کی حمایت کر رہا تھا نیز پادریوں کی رپورٹ سے انگریزوں کی عداوت اور اسلام دشمنی تو بالکل واضح ہو چکی تھی کہ مسلمان اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔ لہٰذا مسلمانوں میں ایک جماعت ہو جو بظاہر مسلمان اور بباطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو۔ یہ فریضہ باحُسنِ خوبی علمائے دیوبند نے انجام دیا۔ چناچہ یہاں سے انگریز حکومت کو باور کرایا جا رہا ہے کہ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافقِ سرکار اور ممد و معاون سرکار ہے۔

راویانِ دیوبند کے معتبر اور معتمد راوی سید محبوب صاحب رضوی نے بھی اصل حقیقت کا اعتراف کیا اور دشمنِ دین و ایمان وعدوئے جان پامر کی رپورٹ کو اسطرح نقل کیا

"جان پامر لکھتا ہے کہ صوبہ متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی

کے حکم سے میں ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) کو اتوار کے دن اس
مدرسہ (دارالعلوم) میں پہنچا۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دیوبند نمبر صفحہ ۱۹۴ فروری۔ مارچ ۱۹۷۶ء)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پروفیسر ہزار روپیہ لیکر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ میں کر رہا ہے۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور، دیوبند نمبر، صفحہ ۱۹۶)

غور فرمایئے کیا انگریزوں نے کالجوں کو اسلام کی خدمت کیلئے قائم فرمایا جاری رکھا؟ اور ہزاروں روپیہ کا خرچ برداشت کیا؟ نہیں صرف اپنے اصول کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کیا اور وہی کام یہاں دارالعلوم دیوبند میں علمائے دیوبند کوڑیوں میں کر رہے ہیں۔ سید محبوب صاحب رضوی فرماتے ہیں:

"دارالعلوم جس زمانے میں قائم ہوا اسوقت برطانوی حکومت مسلمانوں سے سخت بدظن اور بدگمان تھی اور ان کے ہر قول وفعل کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے دارالعلوم کی نسبت عرصہ تک خفیہ اور اعلانیہ تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۵ء) میں صوبہ

متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی نے ایک معتمد خاص جان
پامر کو اس غرض سے خفیہ طور پر دارالعلوم میں بھیجا کہ وہ
تحقیقات کر کے رپورٹ دے کہ دارالعلوم کے قیام کا مقصد
کیا ہے اور مسلمان علماء دارالعلوم کے پسِ پردہ کس فکر و عمل
میں مصروف ہیں۔''

(ماہنامہ "الرشید" لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴، فروری۔ مارچ ۱۹۷۶ء)

دارالعلوم دیوبند عقائد باطلہ کا مرکز

انگریز تو چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اسلام کو مٹا دے اسلئے اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان عیسائی نہ بن سکے تو مسلمان بھی نہ رہے۔ دارالعلوم کے قیام سے ان کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ مدرسہ ہمارے مقاصد میں سد راہ تو نہ بنے گا اسلیئے فکر ہوئی اور خفیہ و اعلانیہ تحقیقات کرانے کے بعد جب رپورٹ مل گئی کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے تو گورنمنٹ برطانیہ نہ صرف مطمئن ہو گئی بلکہ مدرسہ کی سرپرستی شروع کر دی۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنی سرکار انگریز کی ایسی خدمت کی جو بڑے بڑے پروفیسر اور پرنسپل نہ کر سکے۔ یہ خدمت انھوں نے مفت انجام دی بلکہ کھایا مسلمانوں کا اور کام کیا انگریزوں کا۔ یعنی چندہ مسلمانوں سے لیتے اور اسلامی عقائد کے خلاف عقیدے رواج دینے میں صرف کرتے۔ کیا انگریزوں کا کوئی کالج ہے جس میں عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف اسکیم چلائی گئی ہو؟ نئے

نبی کے پیدا ہونے کا امکان بتایا گیا ہو؟ کسی کا مصنوعی رسالت کا کلمہ پڑھایا گیا ہو؟ یہ اوراس جیسے اور بہت سے عقائد منافی اسلام سرزمینِ دیو بند کے دارالعلوم سے پیدا ہوئے۔ مثلاً محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند کا رسالہ **تحذیرالناس** بحر بیکراں اپنی پوری توانائی کے ساتھ اٹھا اور گویا ہوا:

> ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں **و لکن رسول الله و خاتم النبیین** فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔''

(تحذیرالناس صفحہ ۲۔۳ کتب خانہ اعزازیہ دیو بند و ماہنامہ خالد دیو بند بابت ماہ ربیع الاول ۵۸ھ صفحہ ۱۹)

پھر آگے لکھا

> ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔''

(تحذیرالناس، صفحہ ۲۴ ، ماہنامہ خالد دیو بند بابت، جمادیٰ الثانی ۵۸ھ ، صفحہ ۴۰)

یہ نرالا فیض تقریباً ایک صدی سے ابتک برابر جاری ہے۔ کتاب ''تحذیرالناس'' طبع شدہ اب بھی دستیاب ہے جو چاہے مطالعہ فرمائے۔ اسی طرح قطب عالم دیو بند

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فیض اجل ''براہین قاطعہ'' کی صورت میں ہنوز جاری ہے
براہینِ قاطعہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ (معاذاللہ) رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا
بھی علم نہیں۔ براہینِ قاطعہ چیخ رہی ہے کہ علمِ محیط زمین شیطان کیلئے نص سے ثابت
ہے مگر رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت کرنا شرک ہے۔ ''براہینِ قاطعہ'' کا اعلان ہے کہ
رسول اللہ ﷺ کو علمائے دیوبند کے طفیل اردو بولنا آ گیا۔ ''براہینِ قاطعہ'' کہہ رہی ہے
کہ امکانِ کذب کا مسئلہ (یعنی خدا کے جھوٹ بولنے کا امکان) تو اب کسی نے جدید
نہیں نکالا۔

اسی طرح جامع المجد د دین مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے فیوض و برکات کا
سیاہ دریا موجیں مار رہا ہے۔ رسالہ ''حفظ الایمان'' بانگِ دہل کہہ رہا ہے:

> ''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر
> بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے
> مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو
> اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و
> عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی
> حاصل ہے (چند سطور بعد لکھتا ہے) اگر تمام علومِ غیب مراد
> ہیں اسطرح کہ اسکی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا
> بطلان (باطل ہونا) دلیلِ نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔''

(حفظ الایمان، صفحہ ۷ مکتبہ تھانوی، بندر روڈ، کراچی)

مولوی اشرف علی کی رسالت (کلمہ) کا بیان

دریائے بغض وعناد میں جوش آیا موجوں کے ساتھ رسالت کے موتی لایا۔ رسالہ ''الامداد'' میں ایک حکایت کو وضع فرمایا اور اپنے بندۂ بیدام کی جانب سے تحریر فرمایا:

''رسالہ حسن العزیز کو اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمدرسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے مگر زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی

طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا
لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا
لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن
حالتِ بیداری میں کلمۂ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو
اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے
اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ
بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمۂ شریف کی غلطی کے
تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن
پھر بھی یہ کہتا ہوں الھم صل علی سیدنا و نبینا و
مولنا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں
لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس
روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقتِ
رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور
(اشرف علی) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض
کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع
کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ)

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ امداد المطابع تھانہ بھون)

مریدکلمہ میں اشرف علی رسول اللہ (معاذاللہ) کہتا ضرور تھا مگر غلطی کا احساس تھا ڈر رہا تھا خوفزدہ تھا مگر پیر صاحب اشرف علی نے رجسٹری کردی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی پس حصولِ تسلی کیلئے دیوبندی یہی کلمہ پڑھا کریں اور اشرف علی تھانوی کی رسالت ونبوت کا اقرار کرتے رہیں۔ معلوم ہوا کہ انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز دارالعلوم دیوبند ہے، جس کے ثبوت میں یہ چند مثالیں بطور نمونہ حاضر خدمت ہیں

انگریزوں کی حکمت عملی کا آغاز

نیز پادری صاحبان کی رپورٹ میں جو کہا گیا کہ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوں جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنیکو تیار ہو جائے ...... جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔ الـــخ چناچہ پادری صاحبان کی تجاویز کے مطابق غداروں کی ایک کھیپ تلاش کے بعد مل گئی جن میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سید احمد کی نبوت کی تمہید باندھی اور تحریر فرمایا :

"چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتداء فطرت
سے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات کی
کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی...... الخ

مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند نے ختم نبوت کے انکار میں ایک رسالہ لکھا اور لکھ دیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتم محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

اس کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی کی رسالت کا نعرہ لگایا گیا۔ ان واقعات و حالات کے پیشِ نظر سچے مسلمان اور اہلِ ایقان میں علماء دیو بند کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوگئی جس کی بنا پر علماء دیو بند اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ مسلمانوں کو اپنا دشمن جانی بنا لیا۔ تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر محمد ذکریا محدث سہارن پوری تحریر فرماتے ہیں:

"اس سے کس کو انکار ہو سکتا۔ ہے کہ بمبئی شہر میں علما حقہ (دیوبندیوں) میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا حضرت حکیم الامت (اشرف علی تھانوی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لیجانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت (تھانوی) پر حملہ کیا میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت (تھانوی) کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔ ۳۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لیجا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہمرکاب تھا تو اہلِ بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا

گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علماء دیو بند کا بمبئی
میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ
بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیو بندی کا نماز پڑھ لینا
معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا''
(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات صفحہ ۳۴)

غور طلب یہ امر ہے کہ جملہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیو بندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا تو کیا پورا شہر بمبئی شری اور فسادی تھا مگر یہ دیو بندی دھرم کا طرہ امتیاز کذب و افترا ہے کہ سچے مومن پکے مسلمانوں کو شری بنا رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء دیو بند ہی کیلئے یہ شدت غیظ اور غم و غصہ کیوں؟ اس کے وجوہ وہی ہیں جو مذکور ہوئے، بمبئی شہر میں علماء اہلسنت بکثرت تشریف لیجاتے اور اہلِ بمبئی ان کی خاطر و مدارات اور تعظیم و تکریم میں بیحد مبالغہ کرتے اور بیاضِ چشم زیرِ پاء بچھاتے۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے یہ علماء کرام حضور ﷺ کے وفادار غلام اور دین و ملت کے محافظ و نگہبان تھے اور علماء دیو بند حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کرتے اور دین و ملت کے خلاف بغاوت کرتے اور انگریزی سامراج کی حمایت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے اور انگریز پادری صاحبان کی تجاویز کو اپنا مقصدِ حیات سمجھتے اور اس پر عمل کرتے اور مسلمانوں کو مرتد و بے دین بنانے میں پیش پیش رہتے تھے۔

بہر کیف انگریزی سرکار کی من چاہی مراد اور لارڈ میکالے کے اصولوں کو پھلنے

پھولنے کا دارالعلوم دیوبند میں اس نوعیت سے اہتمام کیا گیا کہ عام مسلمان بھی بدظن نہ ہوں اور انگریز سرکار بھی راضی رہے جب ہی تو پامر نے انگریز سرکار کو یہ لکھ کر مطمئن کردیا کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔ نیز علمائے دیوبند کے اہلِ کشف حضرات نے بھی اس امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ مولوی مناظر احسن گیلانی اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> ''یہ ان ہی دیوانؔ جی کے مکاشفہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے بھی نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں کہ'' مثالی عالم میں ان پر منکشف ہوا کہ دارالعلوم کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا تنا ہوا ہے آپ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہ فرماتے ہیں کہ نصرانیت اور تجدد کنادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے نمایاں ہو گئے۔''

(سوانح قاسمی ،جلد دوم،صفحہ ۲۷۳،ماخوذ زلزلہ ،صفحہ ۴۸)

دارالعلوم دیوبند الہامی مدرسہ ہے اور منجانب اللہ انگریزوں کی حمایت کیلئے وجود میں آیا

اب دارالعلوم دیوبند کی کہانی پڑھیئے۔ قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

''اس مدرسہ کے اصول بھی الہامی ہیں کسی رسمی مشورہ

مفاہمت کا نتیجہ نہیں۔''

(ماہنامہ''الرشید''لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۸ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

قاری صاحب نے بہت ہی پتہ کی بات بتائی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں کی حمایت فرما رہا تھا اس لئے دارالعلوم دیوبند کے قیام کی طرف غیبی اشارات ہوئے اور اس کے اصول بھی از جانب غیب وضع فرمائے گئے تا کہ انگریزوں پر اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت کا ثبوت واضح ہو جائے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ علمائے دیوبند محض اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی سرکار انگریز کے خدمت گار تھے اور ان کی جانب سے لڑنا یعنی مسلمانوں سے جہاد کرنا (جیسا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا) اور ان کی حمایت میں قتل ہو جانا شہادت پانا (جیسا کہ حافظ ضامن نے شہادت پائی) سمجھتے تھے اور اس خیال کو مزید تقویت دینے کیلئے اور حکایات بھی بیان کیں مثلاً سوانح قاسمی کا مرتب لکھتا ہے:

خضر علیہ السلام اور انگریزوں کی حمایت

''انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لیکر جو باغیوں کی فوج کی

افسری کر رہا تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو
تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔"
(حاشیہ سوانح قاسمیہ جلد دوم صفحہ ۱۰۳ ماخوذ زلزلہ صفحہ ۳۴)

غور طلب امر یہ ہے کہ انگریزوں سے لڑنے والوں کو باغی بتایا جا رہا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کو انگریزوں کی صفوں میں بتایا جا رہا ہے یہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی تھے کہ پہلے سے نہ جان سکے اور اپنا نام باغیوں کی فہرست میں لکھا بیٹھے مگر دارالعلوم دیوبند کا ہر خادم صاحب کشف ہے اس سے ایسی غلطی کیونکر ہو سکتی تھی وہ شروع ہی سے اپنی سرکار انگریز کے خدمت گزار اور جان نثار رہے اور حافظ ضامن صاحب نے تو باقاعدہ ہاتھوں سے جہاد کر کے شہادت پائی جسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک قصہ اور سن لیجئے بیان کیا جاتا ہے

خضر علیہ السلام انگریزوں کے گھوڑوں کی خدمت پر مامور تھے

"غدر کے بعد جب گنج مرادآبادی کی ویران مسجد میں
حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی
راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی
فوج گزر رہی تھی۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک

> مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ کھونٹے وغیرہ گھوڑے کے لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کر کے مسجد میں واپس آ گئے۔ اب یہ یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے۔"

(حاشیہ سوانح قاسمی، جلد دوم، صفحہ ۱۰۳، ماخوذ زلزلہ، صفحہ ۴۳_۴۴)

ایسے واضح غیبی احکام کے بعد اگر علماء دیو بند اپنی سرکار انگریز کی پاسداری اور ان پر جاں نثاری نہ کرتے تو بجا طور پر خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بنتے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کو خدا نے انگریزوں کی (معاذاللہ) خدمت کیلئے مقرر و مامور فرما دیا۔ اسی باعث علماء دیو بند انگریزوں کے قدموں پر جان دینے کو شہادت کا درجہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ بخشی صاحب فرماتے ہیں کہ:

> "مدرسہ دیو بند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پینشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔"

(حاشیہ سوانح قاسمی جلد دوم صفحہ ۲۴۷ ماخوذ زلزلہ صفحہ ۴۱)

دارالعلوم دیوبند کا ہر خادم ولی کامل تھا

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اپنے والد کا قول نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

یعنی ان کو انگریزوں سے کامل ولایت حاصل تھی اور ہر ایک اپنی سرکار عادل کا ولی کامل تھا۔

کذب خالص

اب آگے دارالعلوم دیوبند کی کہانی سنئے۔ قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

''اجرا مدرسہ کے بعد یہ مدرسہ مختلف مسجدوں اور پھر کرایہ کے مکانات میں چلتا رہا سات آٹھ برس کے بعد جب طلباء کی کثرت ہوئی اور رجوع عام ہوا تو ضرورت پیش آئی کہ مدرسے کا کوئی اپنا مستقل مکان ہونا چاہئے تو یہ جگہ اور اس کے حصے جہاں آج دارالعلوم کی وسیع عمارت کھڑی ہوئی

ہیں تحریک وترغیب کے بعد مدرسے کے لیئے دینے شروع
کئے بعض نے بقیمت اور بعض نے حسبتہ للہ جس سے ایک
بڑا قطعہ مدرسہ کے ہاتھ آ گیا یہ جگہ عموماً شہر کا میلا پونے اور
کوڑیوں کی جگہ (غلاظت کی جگہ) تھی دارالعلوم کے قیام
سے تقریباً ایک صدی یا کم وبیش پہلے یہاں سے حضرت سید
احمد شہید بریلوی مع اپنے رفقاء مجاہدین کے گزرے تو فرمایا
کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے جس کا ظہور سو سال بعد
ہوا اور اسی گندگی کی جگہ سے بالآخر ۱۸۰۸ء کے بعد علوم
نبوت کی اشاعت اور ترویج شروع ہوئی اس سے اندازہ
ہوتا ہے کہ دارالعلوم کی جگہ کا انتخاب بھی الہامی ہے
یا اشاراتِ غیب پہلے سے منتخب تھی اور آخر کار اسی جگہ پر ان
اہلِ اللہ کا قرعہ فال پڑا اور اس میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی
گئی۔"

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۸ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

قاری محمد طیب صاحب حلقہ دیوبند کے معتبر راوی اور مشہور ومعروف عالم ہیں ان کے
اس بیان کو سمجھنے کیلئے اسکا تجزیہ کرنا ضروری ہوا۔

اولاً ...... قاری صاحب اشاعت علوم کی تاریخ ۱۸۰۸ء بیان فرماتے ہیں حالانکہ

اس سے پہلے اسی مقالہ میں قیام مدرسہ کی تاریخ ۳۰ مئی ١٨٦٦ء تحریر فرمائی ہے اور بقول ان کے ۷۔۸ برس کے بعد جب طلباء کی کثرت ہوئی تو یہ خیال پیدا ہوا کہ مدرسہ کا کوئی اپنا مستقل مکان ہونا چاہئے پھر تحریک چلی جگہ ملی، عمارت بنی اور پھر اس میں مدرسہ منتقل کیا گیا تو اشاعت علوم کا سلسلہ یہاں سے شروع ہوا تو ١٨٦٦ء کے اتنے عرصے بعد ١٨٠٨ء کیسے ہو گیا۔ کتابت کی غلطی کا بھی امکان ہو سکتا ہے۔

ثانیاً...... اس گندی اور متعفن جگہ سے جہاں شہر کا میلا جمع کیا جاتا تھا سید صاحب کو قیامِ دار العلوم سے ایک سو سال پہلے (جسوقت وہاں غلاظت و گندگی کا ڈھیر تھا) علم کی بو آئی جسکو سید صاحب نے خود بیان کیا کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے یہ سید صاحب کا کشف اور غیب دانی کا بیان ہے کہ سو سال پہلے امورِ غیبیہ کو جان لیا اور قاری طیب صاحب نے اسکی تصدیق فرما کر لکھ دیا کہ "جسکا ظہور سو سال بعد ہوا"۔

قاری طیب پر اسمٰعیلی شرک کا فتویٰ

طیب صاحب نے یہ نہ دیکھا کہ ان کے امامِ اعظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی تو اس کو شرک فرماتے ہیں کہ:

> "کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

قاری صاحب تو سید صاحب کے ایک سو سال پہلے جان لینے کی بات کر رہے ہیں اسمٰعیل صاحب حضور اکرم سید عالم ﷺ کیلئے کل کی بات جان لینے کا بھی انکار کرتے ہیں، ایک حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"کچھ چھوکروں نے گانے میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ہم میں ایک نبی ہے کہ جانتا ہے کل کی بات"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

اس پر یہ ریمارک کہ:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

اور لکھتے ہیں :

"سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۰)

اور لکھتے ہیں:

"اللہ صاحب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی باتیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۳۶)

اور لکھتے ہیں:

''اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ
مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے......
پھر خود یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ
کے دیے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح سے شرک
ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

خدا اور غیر خدا کا فرق

عبارات مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لیئے غیب دانی کا ثبوت شرک ہے لیکن یہ غیب سید صاحب کو حاصل ہے۔ کل کی بھی نہیں بلکہ سو سال قبل جان لینے کی اگر قاری طیب صاحب اسکی تطبیق اور توجیہہ یوں فرما دیں تو البتہ اس شرک اسمٰعیل صاحب سے نجات بھی مل جائیگی اور بات بھی بن جائیگی کہ اسمٰعیل صاحب نے غیر خدا کیلیئے ثبوتِ علمِ غیب کو شرک کہا اور سید صاحب غیر خدا نہیں تو سب کام ٹھیک ہو جائے کیونکہ نفی غیر کی ہے اور سید صاحب غیر نہیں بلکہ (ان کے نزدیک، معاذاللہ) عین خدا ہیں:

کذب صریح پر تبصرہ

ثالثاً......قاری صاحب فرماتے ہیں کہ جس کشف اور غیب کی خبر سید صاحب نے دی

اس کا ظہور سو سال بعد ہوا۔ حالانکہ تاریخ قیام دارالعلوم ۱۸۶۶ء ہے اور اس جگہ پر عمارت وغیرہ ایک مدت کے بعد تعمیر کی گئی جسکا ذکر گزرا۔ اور سید صاحب کی تحریک جہاد کے آغاز کے بارے میں ماہ نو کراچی میں ہے:

''ہزارہا مومن حضرت سید احمد شہید بریلی کی ندائے جہاد پر لبیک کہتے ہوئے ان کے پرچم تلے اکھٹے ہو گئے اور ۲ دسمبر ۱۸۲۶ء کو ظالم سکھوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔''

(ماہِ نو کراچی تحریک پاکستان نمبر صفحہ ۲۵۔۲۶)

سید صاحب کے جہاد کے لیئے روانہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۱۸۲۵ء میں سید صاحب شاہ صاحب اس فیصلہ کن جہاد کی راہ پر چل پڑے انکی معیت میں سات ہزار سرفروش مسلمان تھے''

(ماہنامہ ''ماہِ نو'' کراچی خاص نمبر بیادگارِ تحریکِ آزادی صفحہ ۲)

مولوی عبدالرحمٰن گیلانی فرماتے ہیں:

''حج سے واپسی کے بعد آپ (اسمٰعیل) نے سید صاحب کی معیت میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا دورہ فرمایا اور بے شمار مخلوق آپ سے فیضیاب ہوئی ۱۲۴۱ھ میں آپ نے جہاد کی غرض سے اپنے وطن مالوف کو خیر آباد کہا

اور سید صاحب کے ساتھ یاغستان ہجرت فرمائی"

(مقدمہ تقویت الایمان صفحہ ۶ مطبوعہ وسن پورہ لاہور)

پس ۱۸۲۶ء نہ سہی ۱۸۲۵ء ہی کو سید صاحب روانہ ہوئے ہیں اور اثنائے راہ میں اس گندی جگہ پر یہ بشارت سناتے ہیں جسکا آغاز ۱۸۶۶ء میں ہوا تو اس اعتبار سے درمیانی مدت اکتالیس سال ثابت ہوئی مگر قاری صاحب اس کو سو سال سے زیادہ تحریر فرمارہے ہیں۔ یہ ہے قاری صاحب کے صدق و دیانت کی واضح دلیل۔ آگے داستان دارالعلوم دیوبند ملاحظہ ہو، قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

جائے غلاظت پر حضور ﷺ کا نشاندہی فرمانا

"حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند (یہ نقشبندی خاندان کے اکابرین سے تھے صاحب کشف ارادات اور صاحب کرامت بزرگ تھے) کے زمانہ اہتمام میں عمارت مدرسہ تجویز ہوئی اور اس کی پہلی بنیاد کھود کر تیار کی گئی اور وقت آگیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت اٹھائی جائے کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر حضرت

اقدس نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور عصا ہاتھ میں ہے
حضور نے مولانا سے فرمایا شمال کی جانب جو بنیاد کھودی گئی
ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ نے
عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر
نشان لگایا کہ بنیاد یہاں سے ہونی چاہئے تا کہ مدرسے کا
صحن وسیع رہے (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) مولانا
علیہ الرحمۃ خواب دیکھنے کے بعد علی الصبح بنیادوں کے معائنے
کے لیئے تشریف لے گئے تو حضور ﷺ کا نشان لگایا ہوا اسی
طرح بدستور موجود تھا مولانا نے پھر نہ میجروں سے پوچھا نہ
کسی سے مشورہ کیا اسی نشان پر بنیاد رکھوادی۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۷۸ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

اس سے مدرسہ کی عظمت کا حال بخوبی واضح کہ حضور اقدس ﷺ بذات خود اس کام میں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا خادم بھی معصوم ہے

قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

''اس دارالعلوم کا سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو تمام اہلِ اللہ

اور اکابرین جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب بشاشت وکیفیت کا نور موجزن تھا سنگِ بنیاد میں جس سے پہل کرنے کو کہا جاتا تو وہ یہی کہتا نہیں فلاں صاحب سے ابتدا کرائی جائے وہ ہم سب کے بڑے اور اسکے اہل ہیں گویا بے نفسی کا یہ حال تھا کہ اپنے کو کم تر سمجھ کر کوئی بھی آگے نہیں بڑھتا تھا بالآخر اینٹ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے رکھوائی گئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت نانوتوی نے حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں جنہیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہ آیا تو انھوں نے حضرت محدث سہارنپوری کے ساتھ اینٹ رکھی"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیو بند نمبر صفحہ ۱۳۹ فروری مارچ ۷۶ء)

ہے کوئی جو قاری طیب صاحب سے پوچھے کہ حضرت تمام اہل اللہ سے مراد ساری دنیا کے اہل اللہ ہیں یا سارے ہندوستان کے پھر وہ کون سا آلہ یا ولایت ہے جس سے آپ نے جان لیا کہ تمام اہل اللہ جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب بشاشت وکیفیت کا نور موجزن تھا ان کے قلوب کی نورانی کیفیت کو آپ نے کیسے دیکھ لیا، کیا یہ غیب نہیں ہے؟ میاں جی منے شاہ کی ساری زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے موت تک کے نہ سہی اس وقت تک کے ہی سہی ان کا ہر عمل اعلانیہ اور خفیہ

احوال واقوال ہی پر موقوف نہیں بلکہ ان کے خیالات وتصورات کا بھی احاطہ فرمالیا اور ان کو ایسا معصوم بتایا کہ انھیں گناہ صغیرہ کا بھی تصور کبھی نہیں آیا۔ آپ کے اکابر تو اس غیب دانی کو شرک فرماتے ہیں اور قائل کو مشرک کہتے ہیں دیکھئے آپکے امام اول مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

شرک کا فتویٰ

''جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری وتندرستی، کشائش وتنگی، مرنا جینا، غم وخوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال ووہم میرے دل سے گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہوجاتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

پھر اس سے آگے لکھتے ہیں:

''یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

میاں جی منے شاہ صاحب کا حال اور وہم وگماں جو بھی ان کے دل پر گزرتا ہے اسکی

نانوتوی صاحب کوتو ہر آن خبر ہے اگر خبر نہیں تو اس جزم کے ساتھ کیسے فرما دیا کہ انہیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہ آیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں

''کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر''

(تقویت الایمان صفحہ ۸۲)

گویا رسول اللہ ﷺ کو کچھ خبر نہیں مگر دیوبندی علماء کو ہر چیز کی نہیں بلکہ ارادات دل کی بھی خبر ہے۔

الحاصل۔ اکابرین علمائے دیوبند کے نزدیک (معاذاللہ) رسول نادان بے خبر ہیں رسول کو کیا خبر مگر دارالعلوم دیوبند کا خدمتگار سب کچھ جانتا ہے اس سے کوئی شے کوئی کیفیت پوشیدہ نہیں۔ **استغفر اللہ العظیم**

نبی سے دیوبندی کا موازنہ

یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ حضرت میاں جی منے شاہ ایسے معصوم ہیں کہ جن کو

کبھی گناہ صغیرہ کا تصور بھی نہیں آیا حالانکہ علماء دیوبند انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم کو بھی لغزشوں سے متہم کرتے اور گناہ گار بتاتے ہیں۔ جامع المجددین دیوبند حکیم الامتہ تھانہ بھون مولوی اشرف علی صاحب، سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اور اس عورت (زلیخا) کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجے میں) جم ہی رہا تھا اور ان (یوسف علیہ السلام) کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا"

(ترجمہ قرآن مجید اشرفعلی پارہ ۱۲۔ سورۃ یوسف آیت ۲۴)

مردان حلقہ دیوبند میں ہے کوئی ایسا بہادر جو ہمت کر کے ذرا تھانوی صاحب سے معلوم کرے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس عورت کا معاذاللہ کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا یہ کس کلمہ کا ترجمہ بیان فرمایا مگر میں جانتا ہوں کہ تھانوی صاحب اور ان کی پوری ذریت دیوبند کو اس سے کوئی غرض نہیں کلمہ نہ سہی نہ سہی تھانوی صاحب کی ہمت تو دیکھئے کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کا خیال پیدا تو کر دیا اگرچہ کچھ کچھ ہی سہی مگر خیال تو آیا اور اس کے مقابل حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کے دل میں تو کبھی گناہ صغیرہ کا بھی خیال نہ آیا نتیجہ یہ نکلا کہ خدام مدرسہ دیوبند کو وہ مرتبہ حاصل ہے جو معاذاللہ انبیاء مرسلین کو بھی حاصل نہیں۔ اس میدان میں مولوی اشرف علی صاحب تنہا ہی نہیں بلکہ تمام دیوبندان کا شریک حال ہے۔ ہے دنیائے دیوبند میں کوئی مرد

مجاہد وغازی میدان جس نے ان گستاخانہ عبارات کا نوٹس لیا ہو؟ احتجاج کیا ہو؟ کوئی نہیں بلکہ سب اسکی تائید اور تصدیق ہی کرتے رہے۔ دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن سے پوچھو وہ فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی

"اور البتہ عورت (زلیخا) نے فکر کیا اس (یوسف) کا اور اس (یوسف) نے فکر کیا عورت (زلیخا) کا"

(ترجمہ قرآن مجید مولوی محمود الحسن یہی مقام مطبوعہ تاج کمپنی نمبر ۱۳۱، صفحہ ۴۱۰)

مولوی شبیر احمد عثمانی اسکی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:

"یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت ومیلان بے اختیار پیدا ہوا"

(حاشیہ قرآن مجید آیت مذکور)

معلوم ہوا کہ رغبت ومیلان پیدا ضرور ہوا اگرچہ بے اختیاری میں مگر حضرت میاں جی منے شاہ کا مرتبہ معاذاللہ ان سے بہت بلند وبالا ہے کہ کبھی کسی حال میں خطرہ گناہ صغیرہ نے بھی حاشیہ قلب میں کسی طرح بھی رسائی نہ پائی۔

پھر یہ بات صرف یوسف علیہ السلام ہی تک محدود نہیں بلکہ علماء مدرسہ دیوبند کی جس نبی پر بھی نظر پڑی عیب سے بری نہ پایا۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سیدنا آدم

علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہوگیا سو غلطی میں پڑ گئے"

(ترجمہ قرآن مجید پارہ ۱۶۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱ مطبوعہ تاج کمپنی نمبر ۶۲ صفحہ ۳۶۰)

مولوی محمود الحسن شیخ الہند دیو بند فرماتے ہیں:

"حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا"

(ترجمہ قرآن کریم محمود الحسن یہی مقام تاج کمپنی نمبر ۱۲۱ صفحہ ۵۵۴)

پس علماء دیو بند نے انبیاء کرام علیہم السلام کی لغزشوں کو نص سے ثابت کر دیا مگر میاں جی منے شاہ صاحب، گناہ تو بہر حال گناہ ہے، گناہ کے خیال سے بھی پاک ہیں۔

دار العلوم سراپا نور ہے

اب آگے دار العلوم کی داستان سنئے۔ قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اولین صدر مدرس دار العلوم دیو بند کا مکاشفہ اپنے بزرگوں سے بار بار سننے میں آیا کہ میں دار العلوم کی وسطی درسگاہ نو درہ سے عرش تک نور کا مسلسل سلسلہ دیکھتا ہوں جس میں کہیں بھی بیچ میں فصل یا انقطاع نہیں"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دار العلوم دیو بند نمبر صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۷۶ء)

انصاف انصاف للہ انصاف ذرا ان عبارات کا مقابلہ تو کیجئے کہ سید المحبوبین محمد ﷺ تو علماء دیوبند کے نزدیک آدمی کے قلبی ارادات بلکہ حاضر حالات اور ایک درخت کے پتوں کی تعداد بھی نہیں جانتے صاف لکھ دیا ''رسول کو کیا خبر'' مگر دارالعلوم دیوبند کے ایک ادنیٰ خادم سے عرش بھی پوشیدہ نہیں وہ زمین نو درہ دیوبند سے عرش اعظم تک نور کی کیفیات کو دیکھ رہا ہے اور علماء دیوبند اسکی تصدیق فرمارہے ہیں اگر کوئی یہی بات محمد ﷺ کی شان میں کہہ دیتا تو قیامت آجاتی، ملت دیوبندیہ اسکو مشرک اور مرتد بنا ڈالتی۔

دارالعلوم کی زمین بھی مشکل کشا ہے

قاری طیب صاحب مزید فرماتے ہیں:

> ''اس لئے بزرگوں کا بلکہ خود اپنا بھی تجربہ یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت سے مطالعے سے بھی حل نہیں ہوتا اس درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھنے سے حل ہو جاتا ہے اور اس میں شرح صدر نصیب ہوتا ہے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور مذکورہ صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

معلوم ہوا کہ درسگاہ دیوبند میں بیٹھنے سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے۔ پس درسگاہ دیوبند مشکل کشا بھی ہے اور کشاف الصدور بھی ہے مگر مولیٰ

علی ﷺ کو مشکل کشا کہنا یا محمد رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا علماء دیوبند کے نزدیک شرک ہے مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

''مرادیں پوری کرنی حاجت برلانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء کی پیر شہید کی شان نہیں جو کوئی کسی اور کو ایسا تصرف ثابت کرے......سو مشرک ہو جاتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

پھر اس کے آگے لکھتے ہیں:

''پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

غور طلب یہ امر ہے کہ اس درسگاہ کو نسبت ہے ''درس'' سے اور ''درس'' کو نسبت ہے ''مدرس'' سے اتنی نسبتوں کے بعد اس کے فیض کا یہ عالم ہے کہ جو بھی مشکل مسئلہ ہو وہاں بیٹھ جانے سے حل ہو جاتا ہے اور شرح صدر بھی ہو جاتا ہے تو علماء مدرسہ دیوبند کا مرتبہ کتنا عظیم ہوگا۔

دارالعلوم مغفرت کی جگہ ہے

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا یہ بھی مکاشفہ ہے کہ درسگاہ نودرہ کے سامنے صحن میں درسگاہ کے ایک دوگز کے فاصلے پر اگر کسی جنازے کی نماز پڑھی جائے تو وہ مغفور ہو جاتا ہے اس لئے اس احقر (محمد طیب) نے اس جگہ کی تشخیص کے بعد اس پر سیمنٹ کا ایک چوکھٹا (نشان) بنوایا ہے اور اس پر جنازہ رکھ کر خواہ شہری ہو یا متعلقین مدرسہ ان کے جنازے کی نماز پڑھی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جگہ کی مقبولیت صرف تعلیم تک اور صرف متعلقین مدرسہ تک محدود نہیں بلکہ عوام بھی اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں خواہ مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں **ھم القوم لا یشقی جلیسھم.**''

(ماہنامہ ''الرشید'' دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

قاری طیب صاحب نے پہلے تو دنیاوی مشکلات کیواسطے اس درسگاہ کی جانب حکم فرمایا کہ یہاں مشکل حل ہو جاتی ہے مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت مطالعہ سے بھی حل نہیں ہوتا وہ یہاں درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھنے سے حل ہو جاتا ہے یہ دنیاوی ''مشکلات'' اور

ظاہری صعوبات کا حل تھا، اب عالم آخرت کی مشکلات کا حل بتایا جا رہا ہے کہ اس معروف جگہ پر کسی کا بھی جنازہ پڑھا جائیگا وہ مغفور ہو جاتا ہے اور یہ بات اظھر من الشمس ہے کہ اگر میت مغفور ہوتی ہے تو طلب مغفرت کی کیا حاجت ظاہر ہے وہ مغفرت سے محروم ہوگا جب ہی تو حصولِ مغفرت کیلئے اس درسگاہ میں لائی گئی پھر یہ بھی کوئی تخصیص نہیں کہ کس قسم کا گنہگار ہو بلکہ صلائے عام ہے کہ کسی قسم کا مجرم گنہگار شقی نابکار ہو اس کو صحن مدرسہ میں لا کر نمازِ جنازہ پڑھ دو وہ مغفور ہو جاتا ہے یہ مرتبہ سوائے دارالعلوم دیوبند کے کسی کو مخلوق میں حاصل نہیں اگر چہ جناب محمد ﷺ ہوں (معاذاللہ)۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

> ''اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیویں کہ میں تمہارے نفع ونقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے۔ ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا کیونکہ یہ بات محض غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۴۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص خود اپنے کو نہ بچا سکے گا وہ دوسرے کو کیا بچائیگا تو معاذاللہ دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خود کو بھی نہیں بچا سکے مگر احاطہ دارالعلوم دیو بند میں کیسا بھی شقی ظالم بدکار آجائے اگرچہ مرنے کے بعد اس کے جنازے کی نماز یہاں پڑھ دی جائے وہ مغفور ہو جاتا ہے یہ مغفرت عام دارالعلوم میں جاری وساری ہے۔ نیز یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ محمد یعقوب صاحب کے مکاشفہ کا یہ عالم ہے کہ وہ میت کے حالات غیبیہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ وہ مغفور ہے اور آئندہ مغفور ہو جانے کی بابت بھی۔ معلوم ہوا کہ محمد یعقوب صاحب سے کوئی مغفور و مغضوب پوشیدہ نہیں اگرچہ تمام عالم کے لئے نہ سہی تو کم از کم متعلقین مدرسہ کے بارے میں تو ان کو یہ علم ضرور حاصل ہے مگر علماء دیو بند جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو معاذاللہ بے خبر و نادان بتاتے ہیں (حوالہ گزرا)۔ نیز اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

> ''جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسروں کا''
>
> (تقویت الایمان صفحہ ۴۲)

اس میں کیا شک ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنا ہی حال نہ جان سکے وہ قبر کا حال کیا جانے اور جو قبر کا حال نہیں جان سکتا وہ آخرت کا حال کیا جان سکے گا اور جب اپنا ہی حال نہ جان سکے گا تو دوسرے کا حال کیا جانے گا پس دیو بندیوں کے نزدیک معاذاللہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ آخرت و قبر تو کیا دنیا ہی میں اپنا حال نہیں جان سکتے تو

دوسرے کا حال کیا جان سکیں گے یہ رتبہ تو صرف اور صرف خادمانِ دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے کہ وہ ہر ایک کا حال سرزمین دیوبند میں بیٹھ کر دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ قبر اور حالاتِ آخرت پھر مغفور ہونے کی بشارت دے رہا ہے۔

یہ بات بھی طلبِ غور ہے کہ اس صحن کو (جہاں جنازہ رکھ کر پڑھا جاتا ہے) نسبت حاصل ہے درسگاہ سے اور درسگاہ کو نسبت ہے درس سے اور درس کو نسبت ہے مدرس سے اور وہ ہیں خادمانِ دارالعلوم دیوبند تو اتنی نسبتوں کے بعد ان کا یہ فیض تام کہ کیسا ہی شقی ہو یہاں لاکر اس کی نماز جنازہ پڑھ دو تو وہ مغفور ہو جائیگا۔ مگر وائے حسرتا دیوبندیوں اور وہابیوں کے نزدیک سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کو خاص نسبت ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے کہ وہ صاحبزادی ہیں مگر وہ اس نسبت فیض سے محروم جو دارالعلوم کے احاطہ میں ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

> ''پکارا پیغمبر خدا ﷺ نے ...... اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے! مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤنگا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ''

(تقویت الایمان، صفحہ ۵۴)

ظاہر ہوا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کام بھی نہیں آسکتے چہ جائیکہ کسی غیر کو دوزخ سے بچالیں مگر دارالعلوم دیوبند کو

یہ مرتبہ حاصل ہے کہ کوئی بھی شخص اگرچہ وہ متعلقین مدرسہ سے ہو یا غیر یہاں اسکی نماز جنازہ پڑھتے ہی مغفور ہو جاتا ہے۔

ہم نے قاری محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند، کے مقالہ سے چند اقتباس پیش کئے۔ حلقہ دیوبند میں قاری صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں بلکہ اس زمانہ میں فخر زمان دیوبند کہا جائے تو بجا ہے۔ ہر دیوبندی کے نزدیک ان کا احترام مسلم، ان کی ذات پر تمام دیوبندیوں کو ناز ہے، ان کے کلام میں کسی کو کلام نہیں جو فرما دیا وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

قاریٔ طیب فرشتوں سے زیادہ معصوم ہیں

قاری عبدالعزیز صاحب شوق، صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور فرماتے ہیں:

طیب الصورت ہیں اور طیب الاخلاق ہیں
آپ اپنے نام کے ہر طور سے مصداق ہیں

آپ ہیں بیشک وحید العصر اے والا جناب
عالموں میں آپکا ممکن نہیں کوئی جواب

آپ کا تقویٰ فرشتوں سے فزوں پاتے ہیں ہم
آپ کے صدق و دیانت کی قسم کھاتے ہیں ہم

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

(نوٹ) انسان میں بنائے شرف وبزرگی علم ہے قرآن کریم میں ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلٰمو

یعنی

" اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں"

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"(پیغمبر خدا نے فرمایا) سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے
کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں لوگ غافل ہیں"

(تقویت الایمان صفحہ ۹۳)

معلوم ہوا کہ مخلوق میں شرف وامتیاز علماء کو سب سے زیادہ ہے اور علماء میں قاری طیب صاحب وحید العصر یعنی یکتائے زمانہ ہیں ان کا جواب ناممکن اور اس شعر نے ثابت کرایا کہ قاری طیب فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہیں:

آپ کا تقویٰ فرشتوں سے فزوں پاتے ہیں ہم
آپ کے صدق ودیانت کی قسم کھاتے ہیں ہم

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

تقویٰ بمعنی پرہیزگاری، اس بناء پر فرشتوں کے معصوم ہونے پر ایمان ہے مگر طیب صاحب کی پرہیزگاری فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ صوفی محمد اقبال صاحب قریشی

فرماتے ہیں:

'' نظریاتی اعتدال میں تو دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کا رسالہ دیکھنے کے قابل ہے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی ربیع الآخر ۸۶ھ)

اور فرماتے ہیں:

'' حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے فرمایا کہ ''یہ مقالہ سراسر الہامی معلوم ہوتا ہے (ماہنامہ ''الصدیق'' اگست ۱۹۶۴) اس لئے بندہ برادر محترم مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہ کے ارشاد پر باوجود ضعف وعلالت کے اسکی تلخیص شروع کرتا ہے واللہ المستعان و علیہ التکلان بندہ محمد اقبال قریشی خادم مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد ۱۰ رجب ۱۳۹۵ھ۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

دارالعلوم منبع ولایت

دارالعلوم دیوبند سے جس چیز کو بھی نسبت ہوگئی وہ الہامی بن گئی کیونکہ یہاں کا ہر شخص

ولی کامل ہے۔ مفتی شفیع صاحب دیوبندی کراچی فرماتے ہیں:

> ''میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب دارالعلوم کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا جب اسکے ایک چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا۔''
>
> (ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

عالم موجودات میں صرف اور صرف دارالعلوم دیوبند کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے فیض سے تمام مخلوق کو بہرہ ملا اور حصہ پہنچا حتیٰ کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی (معاذاللہ) اسی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اوران کے شاگردِ رشید مولوی خلیل احمد انبیٹھی دونوں بالاتفاق فرماتے ہیں اور دیگر علماء دیوبندی اسکی تصدیق وتصویب پر مہر لگاتے ہیں کہ:

> ''مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی بارگاہِ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کوظلمات و ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند

سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی سبحان اللہ اس سے
مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔"

("براہینِ قاطعہ" کتب خانہ امدادیہ دیوبند صفحہ ۲۶)

یہ ہے دارالعلوم دیوبند کی مختصر سی داستان کہ اس سانچہ میں ڈھلنے والے ہر پرزے کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔

حاصل کلام

حقیقت یہ ہے کہ دنیائے دیوبند جو اپنے عقائد ونظریات میں منفرد اور اپنے مسلک و افکار میں ممتاز ہیں انکا وجود اس دارالعلوم سے پہلے بھی تھا جبکہ دارالعلوم دیوبند عالمِ خیال میں بھی موجود نہ تھا لیکن ان کو مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی۔ جب دارالعلوم دیوبند عالمِ وجود میں آیا اور اس نے شرف مرکزیت پایا اور یہاں سے اپنے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت کا موقع پایا تو اپنے عقائد و افکار کے اعتبار سے یہ لوگ دیوبندی کہلانے لگے۔

جانِ برادر! دین مجموعہ اعمال کا نام نہیں بلکہ مجموعہ عقائد کا نام دین ہے۔ اختلاف اعمال کے سبب دین نہیں بدلتا مگر اختلافِ عقائد کی بناء پر دین بدل جاتا ہے مثلاً قادیانی کہ نماز وروزہ وغیرہ اعمال میں فرق نہیں کرتے مگر عقائد میں کہ حضور اکرم ﷺ

کو آخری نبی نہیں جانتے بلکہ ظلی اور بزوری نبی کی آمد کا عقیدہ رکھتے ہیں اس بناء پر
ان کا دین بدل گیا وہ اسلام سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے
ہیں مگر اسلام ان کو قبول نہیں کرتا۔ بعینہ یہی نقشہ دارالعلوم دیوبند میں بیٹھ کر تیار کیا
گیا۔ ایک عظیم ڈرامہ ترتیب دیا گیا مختلف عقائد کے رنگ میں نئے روپ دھارے
گئے ایک مسلک غیر مانوس، جس سے مسلمانانِ ہند واقف نہ تھے، کا مجسمہ تیار کیا گیا
اور خوشنما ملبوسات سے زینت دیا گیا۔ سجا بنا کر عوام الناس اہلِ ہند کے سامنے پیش کیا
گیا۔ کتنے سادہ لوح مسلمان اسکی ظاہری شکل اور رنگ وروغن پر فریفتہ ہو گئے بہت
سے ڈولہ کے ساتھ براتی بن گئے بھیڑ ہوتی گئی کام بنتا گیا ادھر تو اعلان کیا جا رہا ہے
کہ قیامِ دارالعلوم کی غرض و غایت ایمان و اسلام کی حفاظت ہے مگر درِ پردہ ایک
سازش کام کر رہی ہے۔

بنیادی ترکیب

مولوی عبیداللہ سندھی (جو معتبر راویانِ وہابیہ دیوبندیہ سے ہیں) فرماتے ہیں:

"مولانا محمد اسحاق مکہ معظمہ میں اپنے بھائی مولانا محمد
یعقوب دہلوی کو اپنے ساتھ لے گئے اور دہلی میں مولانا
مملوک علی کی صدارت میں مولانا قطب الدین دہلوی مولانا
مظفر حسین کاندھلوی اور مولانا عبدالغنی دہلوی کو ملا کر ایک

بورڈ بنادیا جو اس نئے پروگرام کی اشاعت کر کے نئے سرے
سے جماعتی نظام پیدا کرے یہی جماعت جو آگے چل کر
دیوبندی نظام چلاتی ہے الغرض امام ولی اللہ کی اجتماعی
تحریک کو نئی نہج پر ڈالنے میں شاہ محمد اسحاق کی اس اصابت
رائے کا نتیجہ تھا کہ بعد میں دہلی مدرسہ کے نمونے پر دیوبند
میں جو درسگاہ قائم کی گئی اس نے پچاس سال کے عرصے
میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نیا پروگرام کیا تھا جس کی اشاعت کیلئے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کیا گیا جو آگے چل کر دیوبندی نظام کہلاتا ہے جسکو شاہ ولی اللہ صاحب کے نام کا خوبصورت چلمن ڈال کر شہرت دی جاتی ہے حقیقۃً وہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریکِ وہابیت کو عملی جامہ پہنانا تھا اسکی لوح پر شاہ ولی اللہ کا لیبل لگانا تھا۔ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

''جانشینانِ محدثین دہلی نے اس سلسلے میں بھی بہت کام کیا
شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید بریلوی نے اس بارے
میں بہت مضبوط موقف اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ مبتدعین کی
نظر میں سب سے زیادہ یہی دو افراد کھٹکتے ہیں ان حضرات

کے بعد اکابرِ دیو بند کی باری آتی ہے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور صفحہ ۱۲۴ ماہ فروری مارچ ۱۹۷۶)

دینِ وہابیت کا نعم البدل

اس سے ظاہر ہو گیا کہ دیو بندی حضرات مولوی اسمٰعیل صاحب کے نقشِ قدم پر ہیں۔
وہابیہ کے جدید امام اور اپنی طرز کے نئے لیڈر ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

'' سید احمد صاحب کے خطوط اور ملفوظات اور شاہ اسمٰعیل
شہید کی منصبِ امامت طبقات تقویت الایمان اور دوسری
تحریریں دیکھئے دونوں جگہ وہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان
بولتی نظر آتی ہے۔''

(تجدید واحیائے دین صفحہ ۱۱۴)

قصرِ دیو بندیت کی اساس

الغرض قصرِ وہابیت کے طلسم ہوشربا کو دارالعلوم دیو بند کے نام سے موسوم کر کے شاہ ولی اللہ صاحب کے نام کا بورڈ لگایا گیا کہ سستی شہرت حاصل ہو جائے۔ مودودی صاحب کے بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی تصانیف خصوصاً **تقویت الایمان** کو اس دینِ جدید میں اساسی حیثیت حاصل ہے اور

وہ حلقہ دیوبند میں بہت مقبول ہے جسکو ولی اللہ صاحب کی زبان بتایا جارہا ہے نیز مودودی صاحب فرماتے ہیں:

''سید (احمد)) صاحب اور شاہ اسمٰعیل صاحب دونوں روحاً اور معناً ایک وجود رکھتے ہیں اور اس وجود متحد کو میں مستقل بالذات مجدد نہیں سمجھتا بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تجدید کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔''

(تجدیدواحیائے دین صفحہ ۱۱۵)

معلوم ہوا کہ مولوی اسمٰعیل کی تحریک کو شاہ ولی اللہ صاحب سے منسوب کیا گیا اور دلیل یہ پیش کی کہ تصانیف مولوی اسمٰعیل، شاہ صاحب کی ہی بولتی زبان ہیں حالانکہ شاہ صاحب کی تصانیف کثیرہ میں کہیں ایسی گندی زبان استعمال نہ کی گئی جیسی کہ اسمٰعیل نے کی۔ مثلاً تقویت الایمان صفحہ ۲۷ میں ہے:

''اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

تو مخلوق میں انبیاء و مرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو بھی معاذاللہ ثم معاذاللہ چمار سے زیادہ ذلیل لکھا یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی کس زبان کا ترجمہ ہے یا زبان کا بدل یا کونسی اصلی عبارت ہے جو ان کی کتاب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک هم

خیر البریہ

(سورۃ البینہ، آیت ۷)

ترجمہ "بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں"

اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کو تمام مخلوق سے اچھا فرمائے اور اسمٰعیل کافروں کی بدترین قسم چمار سے معاذ اللہ بدتر بتائے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون

(آیت ۸ المنافقون)

ترجمہ: "اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے اور منافقوں کو خبر نہیں"

اللہ تبارک تعالیٰ جنکو عزت والا فرمائے، مولوی اسمٰعیل ان کو ذلیل اور پھر چمار سے بھی زیادہ ذلیل بتائے کیا یہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان بول رہی ہے (معاذ اللہ ثم معاذاللہ من ھٰذا الخرافات) اسمٰعیل صاحب کی عبارت کا مطلب یہی ہوا کہ اللہ کی شان کے آگے چمار اتنا ذلیل نہیں جتنے (معاذاللہ) انبیاء ومرسلین علیہ الصلوۃ

والتسلیم ہیں (استغفر اللّٰہ ربی) یہ ایک ضمنی گفتگو تھی۔ الحاصل دیوبندی عقائد وافکار اوران کا مسلک ونظریات بعینہ وہی ہیں جو مولوی اسمٰعیل صاحب نے وضع فرمائے جب ہی تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ''تقویت الایمان'' کے بارے میں لکھ گئے کہ اس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ معلوم ہوا کہ عین اسلام وہی ہے جو ان کو مولوی اسمٰعیل صاحب سے ملا نہ وہ اسلام جو محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوا۔ اگر وہی اسلام پیارا ہوتا جسکو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تو پھر نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرنے کی کیا حاجت تھی مگر نیا نظام وہی ترتیب دینا تھا جسکو مولوی اسمٰعیل نے ابنِ عبدالوہاب سے اور ابنِ عبدالوہاب نے ابنِ تیمیہ سے پایا۔

اسمٰعیل دہلوی اور ابنِ عبدالوہاب دونوں ابنِ تیمیہ کے مقلد ہیں

مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

> '' شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کے ماننے والوں میں سے سرزمین نجد میں ۱۱۱۵ھ میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے انھوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی حزب ولی اللہ میں بھی توحید کی دعوت اسی طرح موجود ہے اور شیخ الاسلام

ابنِ تیمیہ کا احترام بھی دونوں تحریکوں میں مسلم ہے۔"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۹۲)

یہ وہی تحریک اسمٰعیل ہے جسکو حزب ولی اللہ کا لبادہ پہنایا گیا۔ حزب وہابیت کے ترجمان جدید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

"اگرچہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی جو ابنِ تیمیہ کی تھی۔"

(تجدید واحیائے دین صفحہ ۱۲۱)

معلوم ہوا کہ مولوی اسمٰعیل اور محمد بن عبدالوہاب دونوں ہی ابنِ تیمیہ کے پیرو ہیں اور ان ہی سے اکتساب فیض کیا اگرچہ اسمٰعیل صاحب نے بالواسطہ محمد بن عبدالوہاب سے یہ فیض پایا مگر دونوں جگہ ابنِ تیمیہ کا قانون جاری ہے۔

ابنِ تیمیہ کا دین

سید قاسم محمود صاحب ابنِ تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابنِ تیمیہ قرآن و حدیث کی لفظی تفسیر کرتے تھے خصوصاً خدا تعالیٰ کی تجسیم کا نظریہ ان کے ذہن میں راسخ تھا۔"

(شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط نمبر ۲ صفحہ ۵۰، کالم ۲، لاہور)

علماءِ اسلام نے ابنِ تیمیہ کی تکفیر فرمائی

اسلام نے اللہ تعالیٰ کا جسم اور جسمانیات سے پاک ہونے کا عقیدہ مسلمانوں کو عطا کیا اور اس کے لئے جسم کا ثابت کرنا کفر فرمایا چناچہ اس بناء پر ابنِ تیمیہ پر علمائے عصر نے کفر کا فتویٰ دیا۔ سید قاسم محمود صاحب لکھتے ہیں

''اکثر علماء نے ابنِ تیمیہ کو کافر اور ملحد قرار دیا بعض انہیں راہِ ہدایت سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں خصوصاً ابنِ بطوط ، عبدالوہاب تقی الدین سبکی اور حبان الظاہری کے نزدیک انہیں شیخ الاسلام کہنے والا بھی کفر کے دائرے میں داخل ہے۔''

(شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط نمبر۲ صفحہ ۵۰، کالم ۲، لاہور)

وہابیہ غیر مقلدین کے امام مولوی وحید الزمان صاحب ابنِ تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قال شیخنا ابنِ تیمیه هو تعالیٰ علیٰ عرشه فوق السمٰوٰت.''

(ھدیۃ المھدی صفحہ ۱۰)

یعنی: ''فرمایا ہمارے بزرگ ابنِ تیمیہ نے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اسکا عرش آسمانوں کے اوپر ہے''

پھر لکھتے ہیں:

''عن ابنِ تیمیہ انہ تنزل کما انا انزل من المنبر وفی حدیث النزول یصعد الجبار الی کرسیہ والصعود والنزول والمجی والایتان''

(ھدیۃ المھدی صفحہ۱۱)

یعنی: ''ابنِ تیمیہ سے مروی ہے کہ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) اترتا ہے جس طرح میں اترتا ہوں منبر سے اور حدیث میں اترنا چڑھنا جبار کا اپنی کرسی کی طرف اور چڑھنا اور اترنا آنا اور جانا ہے۔''

ان ہی عقائد ونظریات پر دیو بندی دھرم کی عمارت قائم کی گئی اور اسی مذہب جدید کی اشاعت کیلئے دارالعلوم دیو بند کو مرکز بنایا گیا اور اس قسم کے انسان (جیسا کہ قاری صاحب نے بیان کئے) تیار کئے گئے یہاں کے ہر معاملے کو الہامی بتایا گیا۔ اور انگریز کی پالیسی پر عمل درآمد کرایا گیا اب دوسری طرف نظر ڈالئے مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

''مدرسہ دیو بند کی مرکزی فکر اور اسکی سیاسی مصلحت کے اصول امیر امداداللہ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم مولانا رشید احمد اور مولانا محمد یعقوب دیو بندی کی جماعت نے

متعین کئے تھے اس لئے دیوبندی پارٹی کی مرکزی جماعت
میں وہ شخص شامل نہیں ہوسکتا جو یہ اصول کاملاً تسلیم نہ کرتا
ہو۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۵۰)

دیوبندی جماعت میں مسلمانوں کے سوا ہندو اور عیسائی وغیرہ سب شامل ہوسکتے ہیں

قطع نظر اس کے کہ اس کے اصول الہامی ہوں یا اجتماعی مگر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس مرکزی جماعت میں ہر مسلمان شامل نہیں ہوسکتا سوائے ان لوگوں کے جوان کے وضع کردہ اصولوں پر کاملاً ایمان لانے والے ہوں اگر چہ وہ ہندو ہوں یا انگریز۔
مولوی عبیداللہ سندھی دیوبند کے دائرہ کار کے متعلق فرماتے ہیں:

''ہم جس طرح اپنے نوجوان کو قرآن عظیم کی تعلیم کی مدد
سے اس مقصد عالی کی طرف لے آتے ہیں اسی طرح اگر
ہندو تعلیم یافتہ نوجوان ہم پر اعتماد کرے تو ہم اسکو ولی اللہ
فلاسفی پڑھا کر بھگوت گیتا کی تعلیم کے ذریعہ اسی مقصد پر
لے آئینگے یہی طرزِ عمل ہمارا بائیبل ماننے والی اقوام کے
ساتھ رہیگا ہم ولی اللہ فلاسفی پر بائیبل پڑھا کر ان کو بھی

انسانیت عامہ پر جمع کر دیں گے الغرض مولانا شیخ
الہند (محمود الحسن) ہمیں تین چیزیں بتا گئے، اول یہ کہ آپ
نے درجہ تکمیل میں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور مولانا محمد قاسم کی
حکمت داخل کرائی دوم سیاسی تحریک میں دیو بندی جماعت
کیساتھ علیگڑھ پارٹی کو مساوی درجہ پر شامل کرنا منظور کرلیا
سوم یہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے اندر جا کر بیرونی ممالک
اسلامیہ کے سیاسیات سے علیحدگی اختیار کر کے کام کرنیکی
راہ سمجھا۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۶۲)

اس سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ دیو بندی پارٹی کا گٹھ جوڑ ہندوؤں اور انگریزوں سے ہو سکتا ہے مگر مسلمان سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکو اصول دیو بند اور قاسم صاحب کی حکمت حارج اور مانع ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ قاسم صاحب کی حکمت کے مطابق نہیں۔
قاری طیب صاحب بھی اس حکمت کا اعتراف کرتے ہیں فرماتے ہیں:

"علمائے دیو بند کا مسلک تمام متکلمین کی عظمت کے ساتھ
امام ابو منصور ماتریدی کا اتباع ہے لیکن یہاں بھی کلام معین
کی پابندی و اتباع کے ساتھ تحقیق کا سہرا ہاتھ سے نہیں
جانے دیا گیا۔ کلامی مسائل کے ساتھ علماء دیو بند میں

قاسمیت غالب جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم
صاحب نانوتوی کی حکیمانہ تعلیم سے ماخوذ ہے۔"

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

دیوبندی دھرم عظمت کا نمونہ

معلوم نہیں کہ حلقہ دیوبند میں متکلمین کی عظمت کا کیا مفہوم ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں محمد قاسم صاحب نانوتوی (جنکی حکیمانہ تعلیم پر یہ مدرسہ چل رہا ہے) فرماتے ہیں:

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں
ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اسمیں بسا اوقات بظاہر امتی
مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

("تحذیر الناس" کتبخانہ اعزازیہ دیوبند صفحہ ۴)

دیوبندی، اللہ کے رسول ﷺ سے روٹیاں پکواتے ہیں

دیوبندیوں میں جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا یہ حال ہے تو معظمان دین کی عظمت کا کیسا بدترین سلوک ہوگا اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی جو رشید احمد

گنگوہی کے خلیفہ ہیں، فرماتے ہیں:

''ایک دن اعلحضرت (امداداللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپکی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپکی بھاوج سے فرمایا کہ ''اٹھ'' تو اس قابل نہیں کہ امداداللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اسکے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلحضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی (رشید احمد) محدث گنگوہی سے شروع ہوئی اس لئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں۔''

(''تذکرۃ الرشید'' جلد اول صفحہ ۴۶ مکتبہ بحرالعلوم، این بی ۱۶/۸ غلام شاہ اسٹریٹ، جونا مارکیٹ، کراچی)

حلقہ دیوبندیت میں سیدنا و ملجانا و ماؤنا و مولٰنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ ان کو علماء دیوبند کیلئے کھانا پکانیکی خدمت کیلئے مقرر کیا گیا معاذاللہ۔
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی حکیمانہ تفسیر کا ذکر مولوی حکیم انیس احمد صدیقی صاحب اسطرح کرتے ہیں:

'' حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی نے قرآن حکیم کی بعض سورتوں اور آیتوں کی تفسیر لکھی ہے مثلاً معوذتین کی تفسیر ماہنامہ القاسم دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکی ہے اور حضرت کے بعض رسائل میں بھی موجود ہے اور حضرت

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اسکا اختصار اپنی تفسیر کے حاشیہ میں نقل فرمایا اسی طرح بعض آیات کی تفسیر آپکے مطبوعہ رسائل میں موجود ہے آیت خاتم النبیین کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر رسالہ تحذیر الناس میں موجود ہے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دار العلوم دیو بند نمبر صفحہ ۵۷۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

آیت خاتم النبین کی حکیمانہ تفسیر

آیئے مولوی محمد قاسم صاحب کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر آیت خاتم النبیین کا مطالعہ کریں۔ لیجئے یہ تحذیر الناس ہے اس میں مولوی قاسم صاحب لکھتے ہیں:

''اول معنٰی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔''

(تحذیر الناس کتبخانہ اعزازیہ دیو بند صفحہ ۲۔۳)

قاسم صاحب کی حکیمانہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد سمجھنا اور آخری نبی جاننا عوام کا خیال ہے عقلمندوں کے نزدیک اول و آخر میں بالذات کوئی فضیلت ہی نہیں پھر بطور مدح خاتم النبیین فرمانا صحیح ہی نہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد لکھا:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا''

(تحذیر الناس کتبخانہ اعزازیہ دیوبند صفحہ ۲۴)

اس حکیمانہ اور محققانہ تفسیر کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس معنی کر خاتم النبیین نہیں کہ آپ آخری نبی ہوں بلکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ یہ ہیں عقائد علماء دیوبند کے خدوخال انہیں جیسے اختلافاتِ عقائد کی بنا پر دیوبندی افراد اپنے دین و ملت میں منفرد اور ایمان و عقائد میں ممتاز ہیں۔

اکابرینِ علماء دیوبند کا تعارف

اکابر علماء دیوبند کا تذکرہ مولوی حسین احمد صاحب مدنی، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، یوں فرماتے ہیں:

''حضرت شمس الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ

اللہ علیہ اور حضرت شمس العلماء مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و مولانا مولوی اشرفعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود اور دیگر حضراتِ علماء دیوبند، سہارنپور اور امروہہ و مرادآباد وغیرہ وغیرہ ایک ہی چمنستانِ ہدایت کے گلہائے شگفتہ اور ایک ہی گلستانِ سعادت کے سروہائے زینت دہندہ ہیں۔ باغہائے امدادالٰہی کے یہ جملہ حضرات اشجار ثمرہ اور خاندان ہائے ولی اللہی کے یہ سب نونہال درختہائے مزہرہ ہیں طرق اسانید حضرت شیخ عبدالغنی الدھلوی ثم المدنی اور حضرت مولوی احمد علی صاحب قدس اللہ سرہما العزیز۔ان اکابر کی ذات پاک سے مسلسل الی غیر النہایہ ہیں اور انہار برکات طرق اربعہ خصوصاً طریقہ چشتیہ ، صابریہ، قادسیہ، امدادیہ ان کے نفوس طیبہ سے جاری لا الی الغایہ ہیں۔الحاصل یہ جملہ اکابر ایک روح اور چند قالب اور ایک معنی چند الفاظ ہیں ان کے خیالات و عقائد و اعمال ایک ہی ہیں۔''

(الشہاب الثاقب کتبخانہ رحیمیہ دیوبند صفحہ ۴۱)

معلوم ہوا کہ دیوبندی سارے کے سارے ہم عقیدہ اور ایک خیال ہیں ان کے عقائد واعمال میں کوئی فرق نہیں جو عقیدہ ایک کیلئے ثابت وہی عقیدہ سب کے لئے واقع ہے اگرچہ وہ ہندی ہوں یا سندھی مدراسی ہوں یا بنگالی، بلوچی ہوں یا پنجابی، اتحاد و عقیدہ کی بناء پر سب دیوبندی ہیں۔

بانی مذہب کی تعظیم

ہر مذہب وملت میں بانی مذہب کی تعظیم وعظمت ضروری ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی سی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۸۰)

اسمٰعیل صاحب اس کے مقابل اپنے پیر سید احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ایک دن حضرت حق جل وعلا نے آپ (سید احمد) کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورِ قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی

عنایت کریں گے۔"

("صراط مستقیم" اردو کشمیری بازار لاہور صفحہ ۲۸۰۔۲۸۱)

دونوں عبارتوں کو پڑھئے اور سر دھنئے، حبیب رب العٰلمین محمد رسول اللہ ﷺ اس کے دربار میں اس کے رعب وجلال سے بے حواس اور سید احمد اس کے دربار میں عطا و اکرام سے مالا مال اور مشرف مصافحہ خداوندی سے ہمکنار ہیں یہ صرف ایک حوالہ بطور نمونہ نقل کیا بقیہ حوالہ جات برمحل ذکر کیئے جائینگے۔ مسلمانانِ عالم میں اللہ اور پھر اس کے رسول ﷺ کی تعظیم ضروری ہے مگر ملت وہابیہ دیوبندیہ میں سید احمد اور ان کے خلیفہ اجل مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تعظیم اور تکریم ضروری ہے اور یہ تعظیم سب کو مسلم ہے کیونکہ کسی دیوبندی وہابی نے ان عبارات خبیثہ پر نہ تو کوئی انکار کیا نہ احتجاج۔ برصغیر (ہندو پاکستان) میں اس مذہب کی بنیاد رکھنے والے مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد تکوی (جنکو بریلوی بھی کہتے ہیں) ہیں، سارے وہابی خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد، دیوبندی ہوں یا مودودی، تبلیغی ہوں یا ندوی سب کے نزدیک ان حضرات کی عظمت مسلم۔

دیوبندی دھرم میں "تقویت الایمان" کی عظمت

مولوی عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

"ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ ولی اللہی تحریک عرب کی نجدی

تحریک سے بعض امور میں مشابہ تھی اسکی مثال اسمٰعیل شہید
کی کتاب تقویت الایمان ہے۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۹۴)

''تقویت الایمان'' کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ کتاب ''تقویت الایمان'' میں عقائد سے بحث کی گئی ہے اور کفر و شرک کی نشاندہی کرائی گئی ہے۔ دیوبندی مکتبہ فکر میں یہ کتاب اساس دین کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ عین دین قرار پائی ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردِ شرک
و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب
اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا
عین اسلام ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ مبوب کامل صفحہ ۴۱)

قطب عالم دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی نے تقویت الایمان کا رکھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ٹھہرایا جسکا مطلب یہ ہے کہ جب تک تقویت الایمان نہ تھی تو مسلمانانِ عالم عین اسلام سے محروم تھے آج بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے ہیں کہ جن کے یہاں تقویت الایمان نہیں، نہ انہوں نے اسکو پڑھا تو عمل کرنا کجا؟ چنانچہ

گنگوہی کے نزدیک یہ اور اس قسم کے تمام مسلمان عین اسلام سے محروم ہیں۔ مسلمانوں میں کتنے ایسے ہیں کہ قرآن حکیم انہوں نے نہیں پڑھا، کتنے ایسے ہیں کہ قرآن کریم کے حکم پر عمل نہیں کرتے وہ بھی مسلمان ہیں ان کو کسی نے بھی عین اسلام سے محروم نہ فرمایا مگر ملت وہابیہ میں تقویت الایمان کو وہ مرتبہ حاصل ہے جو قرآن کریم کو (معاذاللہ) نہیں۔

مولوی عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں :

> ''مولانا اسمٰعیل شہید نے اپنی کتاب ''ردالاشراک'' کا ترجمہ تقویت الایمان کے نام سے کیا یہ کتاب اگر پانچ سو برس پہلے لکھی جاتی تو ہندوستانی مسلمان دنیا کے مسلمانوں سے بہت آگے بڑھ جاتا۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۸۹۔۹۰)

دیوبندیوں کا امیرالمومنین

اس قسم کی تمام عبارات شخصی عقیدت وتکریم، ذاتی محبت وتعظیم کا ثمرہ ہیں کہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے خانہ ساز پیر سید احمد صاحب دنیائے وہابیت کے امیر المومنین بنادیئے گئے۔

مولوی عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں :

> ''حزب ولی اللہ کا جو طریقہ حکومت تھا بدل گیا اور بورڈ کی

امامت کی جگہ شخصی امارت (ڈکٹیٹر شپ) نے لے لی اور سید
احمد شہید امیر المومنین اور دنیائے اسلام کے مصلح خلیفہ مانے
جانے لگے اب وہ ساری دنیا کے ایک بڑے امیر بن
گئے۔"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ:۱۱۰)

الحاصل نجدی تحریک یعنی مذہب وہابیہ کی بنیاد برصغیر (ہندو پاک) میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رکھی جسکو مذہب وہابیت کا پہلا دور کہا جاتا ہے۔ مولوی عبید اللہ سندھی اسکو اسطرح بیان کرتے ہیں:

"حکومت موقتہ کے امیر شہید سید احمد ۱۸۲۶ء تا ۱۸۳۱ء۔ اس
سال اس تحریک کا پہلا دور پورا ہوا اس دور میں حزب ولی
اللہ میں ایک ایسا انسان بھی پیدا ہوا جو نہ امیر تھا نہ امام۔ لیکن
اپنی مبارک زندگی اور شہادت سے اپنے جدِ امجد کی تحریک کو
زندہ کر گیا وہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید بن عبد الغنی بن ولی اللہ
ہے۔"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۹)

وہابیت کا پہلا دور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے مارے جانے پرختم ہو جاتا ہے۔

مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

"اس طرح حزب ولی اللہ ایک مسلم پارٹی کی صورت ظاہر ہوئی اس نے حکومت (PROVISIONAL GOVERNMENT) بنائی لیکن ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ء بروز جمعہ، بالاکوٹ کے معرکہ شہادت میں اسکا خاتمہ ہو گیا۔"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۹)

تحریک کا دورِ ثانی دیوبندیت کے روپ میں

مذہب وہابیہ تحریک نجدی کے پہلے دور کو حزب ولی اللہ کے نام سے موسوم کیا گیا اور دوسرے دور میں یہ تحریک دیوبند کے نام سے مشہور ہوئی مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

اس تحریک کا دوسرا دور امام محمد اسحاق نے ۱۸۳۱ء سے شروع کیا آپ ۱۸۴۱ء تک دھلی میں رہے اور ۱۸۴۶ء تک مکہ معظمہ

میں دھلی میں ان کے نائب مولانا مملوک علی اوران کے بعد
مولانا امداد اللہ بارہ برس تک دہلی میں رہے یعنی ۱۸۵۷ء
تک اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے ہندوستان میں پہلے
نائب مولانا محمد قاسم ۱۸۷۹ء تک پھر مولانا رشید احمد ۱۹۰۵ء
تک اوران کے بعد شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۱۹۲۰ء تک اس
تحریک کے سرپرست رہے اس سال تحریک مذکورہ کا دوسرا
دور ختم ہوا تحریک کے تیسرے دور کو مولانا شیخ ہند نے
۱۹۲۰ء سے تھوڑا عرصہ پہلے شروع کیا۔''

(شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک صفحہ ۹۔۱۰)

الغرض۔ مذہب وہابیہ یعنی نجدی تحریک کی ترویج واشاعت کا دوسرا دور دیوبند کے روپ میں ظاہر ہوا مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

''جس دیوبندی جماعت کا ہم تعارف کرانا چاہتے ہیں وہ
اس دہلوی جماعت کا دوسرا نام ہے جو مولانا اسحاق کی
ہجرت کے بعد ان کے متبعین نے ان کی مالی اعانت اوران
کے افکار کی اشاعت کیلئے بنائی تھی۔''

(شاہ ولی اللہ اورانکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۳۵)

گویا مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے عقائد و افکار کی تکمیل اور اشاعت کیلئے دیوبندی جماعت وجود میں لائی گئی تا کہ وہابیت سے خوفزدہ اور متنفر مسلمان اس سے مانوس و مسحور ہو جائیں۔

قصر وہابیت کے دو دروازے

فرنگی سیاست کے علمبرداروں نے قوم وملت کی تسخیر کے لئے قصر وہابیت کے دو دروازے وضع کئے۔ایک باب تقلید، جسکا مرکز دیوبند ہے دوسرا عدم تقلید، جسکا مرکز دہلی ہی رہا۔ پہلے کو دیوبندی اور دوسرے کو غیر مقلد یعنی اہلحدیث کہتے ہیں ۔ان دونوں گروپوں نے وہابیت کو بام عروج پر پہنچانے کیلئے نئے نئے روپ دھارے اور پرانی وہابیت کے مکروہ چہرے پر خوشنما اور دیدہ زیب نقاب ڈال کر میدان میں آئے مگر

ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

جب خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی اور جیسے جیسے راز کھلتا گیا مسلمانوں میں فتنہ بڑھتا گیا تو ان کی نئی نئی جماعتیں بنتی گئیں مثلاً دیوبندی جماعت نے مودودی جماعت ،تبلیغی جماعت، تنظیم اہلسنت ،اتحاد العلماء وغیرہ پیدا کیں اسی طرح غیر مقلدین میں مختلف پارٹیاں پیدا ہوگئیں مثلاً غزنوی، سلفی، روپڑی، امرتسری، غربا اہلحدیث، شبان اہلحدیث وغیرہ۔ان لوگوں نے دراصل وہابیت کو چھپانیکے لئے مختلف روپ دھار رکھے ہیں۔

اہلحدیث یعنی غیر مقلدین کا فتنہ

غیر مقلدین کے متعلق مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

"پٹنہ کے مولانا ولایت علی معرکہ بالاکوٹ میں موجود نہ تھے۔ موصوف مولانا اسمٰعیل شہید کی اس جماعت کے خاص رکن تھے جو مولانا شہید نے حجۃ اللہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنیوالی ایک جماعت بنائی تھی یہ لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرتے تھے۔"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۴۰)

یہیں سے غیر مقلدین کی تخلیق ہوئی کہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کی تقلید کا پٹہ گلے میں ڈال لیا۔ مولوی وحیدالزماں صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

"ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابنِ تیمیہ ابنِ قیم، شوکانی شاہ ولی اللہ اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے بھائیوں ذرا غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابوحنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابنِ تیمیہ ابنِ قیم اور شوکانی جو ان سے بہت بہت متاخر ہیں انکی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔"

(حیات وحیدالزماں صفحہ ۱۰۲)

مشہور غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

''مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی جو گروہ اہلحدیث کے ھادی اور میجر تھے رسالہ منصب امامت میں احکام خلیفہ راشد کے بیان میں لکھا۔''

(الاقتصاد فی مسائل جہاد صفحہ ۵۵)

معلوم ہوا کہ غیر مقلد سارے کے سارے مولوی اسمٰعیل کو اپنا ھادی اور امام سمجھتے ہیں اور ان ہی کے پیرو ہیں اور انکے قول کو اپنے دین کی سند جانتے ہیں۔ مشہور غیر مقلد وحید الزماں صاحب نے اپنی کتب میں بطور سند مولوی اسمٰعیل صاحب کا حوالہ دیا مثلاً ھدیۃ المھدی میں متعدد جگہ تحریر فرمایا:

''قال الشیخ اسمٰعیل من اصحابنا''

(ھدیۃ المھدی صفحہ ۳۵)

اور ''من اصحابنا الشیخ اسمٰعیل الدھلوی''

(ھدیۃ المھدی صفحہ ۳۷)

نیز ''مولانا اسمٰعیل الشھید فی التقویۃ''

(ھدیۃ المھدی صفحہ ۴۹)

''و تبعہ فی اکثر الامور مولانا اسمٰعیل شھید فی التقویۃ''

(ھدیۃ المھدی صفحہ ۲۶)

یہ چند حوالے بطور نمونہ منقول۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہابی سارے کے سارے خواہ مقلد ہوں یا غیر مقلد، دیوبندی ہوں یا مودودی، تبلیغی ہوں یا ندوی، سلفی ہوں یا ثنائی، غزنوی ہوں یا روپڑی سب اسمٰعیل صاحب کے مقلد ہیں انکو اپنا امام معظم تسلیم کرتے ہیں صرف تقلید اور عدم تقلید میں البتہ اختلاف ہے مگر عقائد میں متحد ہیں اور وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو اسمٰعیل صاحب کا عقیدہ تھا۔

رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں :

"عقائد میں سب متحد ہیں مقلد اور غیر مقلد البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب صفحہ ۱۸۵)

وہابی نام کی تبدیلی

معلوم ہوا کہ عقائد میں مقلد مثلاً دیوبندی، مودودی، تبلیغی وغیرہ وغیرہ اور غیر مقلد مثلاً ثنائی، سلفی، غزنوی، روپڑی وغیرہ وغیرہ سب متحد ہیں۔ زمانہ کی رنگینیوں کے ساتھ بہت سے روپ دھار رکھے ہیں۔ پہلے سرکاری کاغذات میں انکو وہابی لکھا جاتا تھا مگر انہوں نے اپنی وہابیت پر پردہ ڈالنے کے لئے لفظ وہابی کو متروک کرایا۔ مولوی عبدالمجید سوہدری غیر مقلد، محمد حسین بٹالوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لفظ وہابی آپ (محمد حسین بٹالوی) ہی کی کوشش سے

سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو
اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا''

(سیرت ثنائی صفحہ ۳۷۲)

ہفت روزہ اہلحدیث میں یوں بیان کیا گیا:

''سرکاری طور پر ایک حکم نامہ جاری کیا گیا جو ۱۷۵۸ مورخہ
۳ دسمبر ۱۸۸۶ء کو گورنر جنرل نے جاری کرایا اسکا ترجمہ یہ
ہے'' 1758/3.12.1886 گورنر جنرل بہادر جناب
سی آئی ایچی سن اس سے اتفاق رائے کرتے ہیں کہ آئندہ
سرکاری خط وکتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔''

(ہفت روزہ ''اہلحدیث'' امرتسر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء)

سید احمد کا وہابیت کو قبول کرنا

الغرض انکے وہابی ہونیکے دلائل بے شمار ہیں۔ علامہ شیخ احمد بن حجرال بوطامی السلفی قاضی محکمہ شرعی قطر نے کتاب مصلح امت ومجدد ملت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تحریر کی جسکا ترجمہ مختار احمد سلفی الندوی نے کیا اور الدار سلفیہ نیو آغا خاں بلڈنگ مولانا آزاد روڈ بمبئی سے شائع کی گئی۔ یہ ادارہ غیر مقلدین میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور مصنف اور مترجم دونوں غیر مقلد سلفی ہیں۔ پاکستان میں اسکی

اشاعت شبان اہلحدیث کھروڑ پکا نے کی۔ اس کتاب میں بعنوان ’’ باہری دنیا میں (محمد بن عبدالوہاب) کی دعوت کا پھیلاؤ‘‘ کا مصنف لکھتا ہے:

’’ہندوستان ۔ سوڈان کی طرح ہندوستان کے بعض علاقوں میں بھی سید احمد کے ہاتھوں اس تحریک نے علم جہاد بلند کیا سید احمد ہندوستان کے رؤسا میں سے تھے انہوں نے ۱۸۱۶ء میں حج کیا اور مکہ میں جب وہ وہابیوں سے ملے تو ان کے صحیح عقائد کو قبول کر لیا اور اس مذہب کے داعیوں میں شامل ہو گئے اور ان صالحین کے مقام تک پہنچے جن پر انکا ایمان حکومت کرتا اور صحیح عقیدہ غالب رہتا ہے۔ اور جب ۱۸۲۰ء میں وہ بنگال کے راستہ سے وطن واپس آئے تو ہندوستانی مسلمانوں میں دعوت تبلیغ کا ایک بہترین میدان پایا۔ ہندوستانیوں کے عقائد اور دینی اعمال بہت حد تک ہندوؤں کے عقائد اور اعمال سے مل جل گئے تھے انہوں نے شہر پٹنہ میں دعوت کا کام شروع کیا اور مسلمانوں کو اسلام کے صحیح مسائل کی طرف دعوت دی اور ان غلط عقائد کو ترک کر دینے کی ترغیب دی جو ان کے درمیان پھیل گئے تھے جہاد کے مرحلہ کو طے کر لینے کے بعد یہ وہابی مسلمان اس قابل ہو سکے کہ سید احمد کی قیادت میں پنجاب کے علاقہ میں اسلامی بنیاد

پر حکومت قائم کر سکیں لیکن یہ تحریک زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکی
اور انگریزوں نے انیسویں صدی میں اس پر قبضہ کر لیا سید
احمد کے بعد ان کے خلفاء کے ذریعہ یہ تحریک زندہ رہی جن
پر انگریزی سامراج قابو نہ پا سکا اور اب ہندوستان کے ان
علاقوں میں بڑی تعداد میں وہابی آباد ہیں۔''

(سیرت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب صفحہ ۱۲۴۔۱۲۵)

وہابیت کی روح مولوی اسمٰعیل تھے

معلوم ہوا کہ سید احمد صاحب کی دعوت وتبلیغ اور تحریک جہاد وہابی مذہب کی اشاعت کیلئے تھی مولوی اسمٰعیل صاحب اس تحریک کے روح رواں تھے۔ علامہ عبدالرحمن گیلانی لکھتے ہیں:

''اس سفر میں شاہ اسمٰعیل صاحب نے تنظیمی فرائض انجام
دیئے آپ قافلہ کے امیر بھی تھے حج سے واپسی کے بعد
آپ (اسمٰعیل) نے سید احمد صاحب کی معیت میں
ہندوستان کے مختلف شہروں قصبوں کا دورہ فرمایا اور بے شمار
مخلوق آپ سے فیضیاب ہوئی ۱۲۴۱ھ میں آپ نے جہاد کی
غرض سے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہا اور سید صاحب کے
ساتھ یاغستان کی طرف ہجرت فرمائی دورانِ سفر میں آپ

تبلیغی اور تنظیمی امور کے افسر اعلیٰ تھے۔"

(مقدمہ تقویت الایمان صفحہ ۶ مطبوعہ وسن پورہ، لاہور)

سید صاحب نے پہلا جہاد حاکم یاغستان یار محمد خاں سے کیا۔

یاغستان مسلمانوں کی قلمرو میں شامل تھا وہاں کا حاکم یار محمد خاں مسلمان تھا مگر وہابی نہ تھا اس لئے ان پر جہاد کیا گیا۔ مولوی ظہور الحسن صاحب کسولوی تحریر کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی تھانوی اس کی تصدیق فرماتے ہیں کہ:

> "حافظ جانی ساکن انبٹھ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم قافلہ میں (سید صاحب) کے ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اور محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔"

(ارواح ثلٰثہ صفحہ ۱۳۹ کتبخانہ امداد الغربا، سہارنپور)

ان حضرات کے وہابی ہونے کے ثبوت میں چند شہادات پیش کی گئیں مختصر حالات بر

محل ذات بیان کئے جائیں گے۔

انگریزوں سے جہاد کا افسانہ

دنیائے دیوبندیت اور عالم وہابیت میں اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد کو جنگِ آزادی کا ہیرو اور انگریزی سامراج کے خلاف جہاد کرنیوالا بتایا جاتا ہے۔ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب رقمطراز ہیں:

> ''حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حدیث وفقہ کی مسند سنبھالی انگریزی عملداری میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید عملی جہاد کیلئے اٹھے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۵ فروری مارچ ۱۹۷۶)

دلیل وثبوت کیلئے ایک عبارت ہی کافی اب اس جہاد کی حقیقت سنئے۔ مولوی جعفر تھانسیری فرماتے ہیں:

> ''یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرمارہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریز پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے

رو ریا غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست
نہیں۔"

(سوانح احمدی صفحہ ۵۷)

سید احمد کو انگریزوں کی حمایت حاصل تھی

یہ روایت جناب تھانیسری نے دوسروں کی نقل کر کے اسکی تصویب اور تصدیق فرمائی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب انگریزوں کو اپنی سرکار جانتے تھے اوران پر جہاد کرنا ناجائز سمجھتے تھے اسی طرح سید احمد صاحب بھی انگریزوں کو اپنا محسن اور خیر خواہ آقا سمجھتے تھے۔مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری فرماتے ہیں:

"یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید احمد) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جارہے تھے کسی شخص نے آپ (سید احمد) سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں؟ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو یہاں لاکھوں آدمی آپکا شریک اور مددگار ہو جاویگا کیونکہ سیکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان میں جانا اور وہاں

برسوں رہ کر سکھوں سے لڑنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جسکو ہم
لوگ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا
ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے نہ انگریز کا نہ
سکھوں کا، ملک لینا ہمارا مقصد نہیں بلکہ سکھوں سے جہاد
کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام
پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے کے مزاحم
ہوتے ہیں اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات
مستوجب جہاد سے باز آجائیں تو ہم کو ان سے لڑنے کی
ضرورت نہ ہوگی اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر
مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض
مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں
اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور
مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اسکو
سزا دینے کو تیار ہیں ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور
احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک کرتے ہیں پھر
ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف
اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔''

(سوانح احمدی صفحہ ۷۱)

انگریزوں کی عملداری کو سید صاحب اپنی عملداری سمجھتے ہیں

یہ عبارت بھی تھانسیری صاحب کی اپنی نہیں بلکہ راویانِ معتبر سے نقل کر کے اس کی تصدیق فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سید صاحب کے نزدیک ہندوستان انگریزوں کا ملک تھا ان کے ملک میں سید صاحب اور اسمٰعیل صاحب بلا روک ٹوک دین وہابیہ کی اشاعت کرتے۔ اگر کوئی ان پر زیادتی (یعنی مزاحم ہونا) کرتا تو انکی سرکار انگریز اس کو سزا دیتی اور سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل کی پوری پوری حمایت کرتی اس لئے سید صاحب انگریز حکومت کو اپنی ہی حکومت سمجھتے تھے۔ مولوی جعفر تھانسیری صاحب فرماتے ہیں:

> ''اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔''
>
> (سوانح احمدی صفحہ ۱۳۹)

اسی واسطے انگریزوں سے جہاد کو خلاف اصولِ مذہب فرماتے اور ان سے جنگ کرنے کو منع کرتے۔ مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

> ''آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتب میں بیس (۲۰) سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے

کھلے اور علانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو
لوگوں کو سرکار انگریز کی مخالفت سے منع کیا ہے۔"
(سوانح احمدی صفحہ ۲۴۶)

انگریز افغانی پٹھانوں سے ڈرتا تھا

گویا سید صاحب نے اپنے دین و مذہب کے اصول کے مطابق دلائل شرعیہ قائم فرما کر اپنے مقلدین کو انگریزوں کی مخالفت سے منع کیا اور انکی موافقت وحمایت میں کام کرنا واجب ٹھہرایا اور اپنی سرکار انگریز کی حمایت میں سکھوں سے جہاد کا اعلان فرمایا۔ تھانسیری صاحب فرماتے ہیں:

"اب بعد ادائے حج جب کسی قدر مسلمان آپکے ساتھ
سر دینے کو تیار ہو گئے تو آپ نے محض فی سبیل اللہ ایک
زبردست قوم سکھوں سے جن سے اسوقت سرکار انگریزی
بھی احتیاط کرتی تھی جہاد کرنے اور مسلمانانِ پنجاب کے
واسطے اپنی جان دینے کا ارادہ کیا۔"

(سوانح احمدی صفحہ ۹۶)

مذہب وہابیہ میں انگریزوں سے جہاد کرنا خلاف اصول مذہب ٹھہرا تو ان کی حمایت میں لڑنا واجب ہوا خصوصاً جب کہ وہ اس دین وہابیہ کی ترویج میں ان لوگوں کے حامی اور مددگار تھے۔ اگر کوئی ان کی مزاحمت کرتا تو انگریز اسکو سزا دیتے۔ پس ھل جزاء

الاحسان الاحسان کے تحت ان لوگوں پر واجب ہوگیا کہ انگریزوں کی حمایت میں جہاد کریں اس کی پہلی صورت یہی تھی کہ انگریزوں کو جن لوگوں یعنی سکھوں سے خوف تھا اور اس سے احتیاط کرتے تھے سید صاحب ان سے جہاد کیلئے نکلے تو انگریزی سرکار انکی خفیہ طور پر مدد فرماتی رہی۔ محمد جعفر صاحب تھانسیری لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ سرکار انگریزی اسوقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اسوقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔''

(سوانح احمدی صفحہ ۱۳۹)

انگریزوں کی فتح وہابیوں کی فتح ہے

سید صاحب تو انگریزوں کی حمایت میں سرگرم عمل تھے مگر یہ شبہ ذہن کو متاثر کررہا تھا کہ سرکار انگریزی بھی سید صاحب کی حامی اور موافق ہے یا نہیں۔ تھانسیری صاحب اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں اور اسکی دلیل یہ بتاتے ہیں کہ سرکار انگریزی سید صاحب کے خلاف ہوتی تو سید صاحب کو ہندوستان سے کچھ بھی مدد نہ پہنچتی ہندوستان سے مدد کا پہنچنا ہی سرکار انگریزی کی حمایت اور موافقت کی دلیل ہے انکا مقصد ہی سکھوں کا زور کم کرنا تھا وہ سید صاحب کی وساطت سے ہو رہا تھا جب سکھوں کا زور ٹوٹ جائیگا تو انکا علاقہ سرکار انگریزی کے ہاتھ آجائیگا۔ علامہ تھانسیری فرماتے ہیں:

"اہلِ وقوعہ کے پندرہ برس بعد سلطنتِ پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور لا مذہب قوم کے ہاتھ میں آ گئی کہ جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تاویل یہی ہوگی۔"

(سوانح احمدی صفحہ ۱۳۸)

انگریزوں کا سید صاحب کی خاطر و تواضع کرنا

سید صاحب کا اصول دین و مذہب اور الہام و کشف اپنی سرکار انگریزی کی حمایت اور خدمت گزاری کرنے کیلئے تھا ان کے الہام کی تاویل پندرہ برس بعد ظاہر ہوئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب اور انکے خلفاء مثل مولوی اسمٰعیل دہلوی اور انکے پیروکار اپنی سرکار انگریزی کے خدمت گار بلکہ جانثار اور سچے وفادار تھے چنانچہ انگریز بھی انکی خوب خاطر داری کرتے تھے۔ مولوی محمد جعفر تھانسیری فرماتے ہیں:

"سرجان لارنس صاحب بہادر نے ایک روز گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے مولوی صاحبوں کی مع کل مجاہدین کے دعوت کی دوسرے روز صاحب ممدوح نے خود اپنے نج سے سارے قافلے کی دعوت کی۔"

(سوانح احمدی صفحہ ۱۶۲)

انگریز کا سید صاحب کے قافلے کے لئے کھانا لیکر آنا

سید صاحب کے بڑے بھانجے سید محمد علی صاحب فرماتے ہیں:

''چوں وقت عشاء رسید و مصلیان از ادائے فریضہ آں وقت
فارغ گشتند دید بانان کہ بر خس پوش کشتی برائے نگہبانی
جادر شتند بخدمت حضرت معروض داشت کہ دو سہ شمعہا از
مسافت بعید نمایاں است آنہاں سو متوجہ ایں طرف اند یکے
میگفت کہ اہای ایں حوالی شاید بعزم بیعت می آید دیگرے
گفت کہ اغلب است کہ ایں گروہ عورات است شاید
طعامے کہ نیاز خضر در ایام برشکال نمودہ بردریا آوردہ فاتحہ
میکنند دیگرے گفت کہ شاید شادی کسے باشد کہ از یک موضع
بموضع دیگری میرود الحال ایں روشنی منقطع خواہد گردید ساعتی
نگذشتہ بود کہ دید بانان بعرض رسانیدند کہ شمعہا اینک رسیدند
دریں گفتگو بودند چہ می بیند کہ انگریزے براسپے سوار مع چند
محافہا پر از طعام متصل کشتی رسید و پرسید کہ پادری صاحب کجا
است حضرت از کشتی جواب دادند کہ اینجا موجودم تشریف
بیارند فی الفور از اسپ فرود آمدہ و کلاہ خود بدست خود ہمچنان
بکشتی رسید و بعد از پرسش حال یکدگر بعرض رسانید کہ اس
سہ روز خبر داران ما برائے اخبار قافلہ شریف ہمراہی حضرت

موجود بود امروز خبر آوردند کہ اغلب کہ حضرت مع قافلہ امروز
بمحاذات مکان شما فروکش خواہند شد بمجرد این نوید فرحت
جاوید برائے ترتیب ماحضری تا غروب آفتاب مشغول بودم
چوں طیار گردید بخدمت حاضر آوردم حضرت ملازمان
را مامور ساختند تا آں اطعمہ را از ظروف دادانی ایشان
برآوردہ بظروف خویش بگرند مامورین حسب الامر بجا
آوردہ در قافلہ تقسیم ساختند و مقدار دوساعت نجومی آن
انگریز بحضور حاضر ماندہ ورخصت خواستہ روانہ گردید۔''

(مخزن احمدی، صفحہ ۶۶۔۶۷، مطبوعہ، مطبع عام آگرہ)

مولوی محمد جعفر تھانسیری اس حکایت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''جب عشاء کی نماز ہوچکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا
کہ فاصلہ دور سے دو تین مشعلیں اس طرف آتی ہوئی نظر
آتی ہیں آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارے کے نزدیک
پہنچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا
قسم قسم کا بہینگیوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اس نے
کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں
حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر

اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے
سامنے کشتی میں آیا اور بعد سلام ومزاج پرسی کے عرض کیا کہ
تین روز سے میں نے نوکر واسطے لانے خبر تشریف آوری
حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے سو آج انہوں نے مجھکو
خبر دی سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے
لایا ہوں براہِ بندہ نوازی اسکو قبول فرمائیں حضرت نے
اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لیکر
قافلے میں تقسیم کردو قریب دو گھڑی تک وہ انگریز حضور میں
حاضر رہا اور پھر رخصت لیکر مع اپنے آدمیوں کے واپس چلا
گیا۔"

(سوانح احمدی صفحہ۴۸۔۴۹)

سید صاحب کا مرتبہ (معاذاللہ) انبیاء سے زیادہ

انگریز! دشمنِ اسلام ومسلمانان! اس کو مسلمانوں سے کیا ہمدردی جو تین روز پہلے
اپنے ملازموں کو سید صاحب کی خبر گیری کیلئے مقرر کر دیا اور خبر آمد قافلہ سید صاحب کی
سنکر خود بنفس نفیس کھانا تیار کرا کے رات کے وقت حاضرِ خدمت ہوا۔ راویانِ وہابیہ
دونوں نہایت معتبر! بلکہ سید محمد علی صاحب تو عجیب شان کے حامل ہیں ان کو بذات
خود خدا نے چن لیا اور خاندان کی وکالت کیلئے منتخب فرمایا۔

جس نے بھی سید صاحب سے بیعت کرلی وہ دنیا و آخرت میں محفوظ اور مامون ہوگیا

یہ حکایت بھی سید محمد علی صاحب کی زبانی سنیئے ،فرماتے ہیں:

"دراثنائی اقامت (سید احمد) این شہر روزی از روز ہا
بوقت مشغولی کے بعد عصر مقرر بود قریب مغرب سر بردرشتہ
باصحاب بشارت دادند بآب زلال شکر ایزدمتعال زبان
فیض ترجمان راتر ساختہ ارشاد کردند کہ امروز ایزدمتعال مرا
بانواع الطاف وکرامت خویش نورختہ ودر جمیع اقران بلکہ
اسلاف مراسرفراز وممتاز ساختہ بنوعیکہ ارشاد شد کر بردست
تو بیعت خواہد کرد او را از جمیع مکروہ دنیا وآخرت محفوظ و
باقسام رضامندی وانعام خود محظوظ خواہم داشت عرض کردم
کہ اے کریم ورحیم واے اکرم الاکرمین میخواہم کہ آبا و
اجداد مرابشرف بیعت مامشرف فرما تا بایں عنایات ممتاز و
مفتخر سازی دو سہہ روز در انجاح این مرام توقف رو داد
دراثنائے توقف از انجا کو چیدہ رسیدیم آنچہ دریں ضمن
غایت ضراعت ولجاجت وسماحت بود باقصی الغایت بتقدیم
رسانیدم وہیچ دقیقہ از دقایق فروتنی وخاکساری فرونگذاشتم

کہ بیک ناگاہ از مہب عنایت و الطاف نسیم امیدواری بر
نہال ایں شکستہ بال بوزید یعنی تیر دعا بہدف اجابت
رسید ارشاد گشت کہ فلان کس را از طرف آباواجداد تو وکیل
ساختم اورا بخواں کہ از طرف آنہا بیعت بستان بعد ادائے
چاشت آنحضرت خنداں خنداں بخانہ مولف این رسالہ
(محمد علی) تشریف آوردند و فرمودند کہ مبارکباد ترا کہ ایزد
متعال ترا وکیل اجداد تو ساختہ و بکرم این تکریم مکرم نمودہ بیا و
بدست من از طرف ایشان بیعت کن از غایت سوز و سرور در
گریہ افتادم و سر بپا آنحضرت نہادم عرض کردم کہ خدارا
راست بفرمائند کہ نام این کمینہ خاکسار صراحۃً ارشاد کردہ
اند قسمیہ بپاسخ لب کشادند کہ بلا شبہ و شک ثابت گرفتہ اند۔''

(مخزن احمدی صفحہ ٦٠)

علامہ تھانسیری اس واقعہ کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں:

'' اس بستی میں جو بعد نماز عصر کے آپ مراقب بیٹھے تو
قریب نمازِ مغرب کے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ خداوند
تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج اس رب العزت نے تمامی
اولیا مقبولین سلف سے مجھ کو ممتاز کر کے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی

تیرے ہاتھ پر بیعت کریگا اس کو تمامی مکروہات دنیا اور
آخرت سے محفوظ رکھکر اپنی رضامندی اورانعام سے سرفراز
کرونگا (اس بشارت میں آپ کے خلیفوں اور خلیفوں کے
خلیفوں کی بیعت بھی شامل ہے) اس وقت میں نے یعنی
سید صاحب نے عرض کیا کہ اے کریم و رحیم میرے آباو
اجدادکو بھی میری بیعت سے شرف کرتا کہ وہ بھی اس وعدہ
مغفرت میں شریک ہو جائیں۔ کئی روز تک اس آخری دعا
کی قبولیت میں توقف رہا اس عرصے میں سید صاحب وطن
واپس پہنچ گئے وطن میں پہنچ کر اس دعا کی قبولیت کے واسطے
آپ بہت گڑگڑائے آخر اس کریم ورحیم نے اپنے فضل عمیم
سے اس دعا کو بھی قبول فرمایا اور حکم دیا کہ سید محمد علی (مولف
مخزن احمدی) کو اپنے آباو اجداد کی طرف سے وکیل کر کے
ان کی طرف سے اس سے بیعت لے لے بعد معلوم کرنے
اس بشارت کے سید صاحب نے سید محمد علی کو اپنے آباو اجداد
کی طرف سے وکیل کر کے وکالتاً اپنے کل بزرگوں کی طرف
سے اس سے بیعت لے لی۔"

(سوانح احمدی صفحہ ۴۶ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

سید صاحب کا مرتبہ وہابیوں میں انبیاء علیہم السلام سے (معاذاللہ) بڑا ہے

الحاصل راوی کی عظمت سے روایت کی عظمت کا، راوی کی صداقت سے روایت کی صداقت کا، اور راوی کی مقبولیت سے روایت کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے پس جس کو خدائے تعالیٰ پسند فرمائے اور فوت شدہ افراد کی بیعت کیلئے وکیل بنائے اس کی عظمت کا کیا کہنا۔ ہم نے بطور سند دو روایات ایک خود وکیل موصوف کی دوسری علامہ تھانسیری کی نقل کر دیں اس سے سید محمد علی صاحب موئلف مخزن احمدی کا عنداللہ مرتبہ اور مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ نیز سید صاحب کے مراتب عالیہ کا نشان ملتا ہے تقابل کیجئے اور موازنہ فرمایئے مخلوق میں سب سے بلند مقام جناب سید الکونین امام القبلتین نبی الانبیاء سید الاصفیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے ﷺ کا ہے۔ سید محمد علی صاحب کی روایت سن لی۔

سید صاحب کے ساتھی اصحاب بدر کی طرح مغفور ہیں

اسمٰعیل صاحب کا مرتبہ بھی ملت وہابیہ میں سید محمد علی سے کم نہیں بلکہ نہایت ارفع واعلیٰ ہے یوں تو سید احمد صاحب کے تمام اصحاب، اصحابِ بدر سے کم نہیں سید محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کو بشارت دی اور فرمایا:

''امروز ندائے غیب وصدائے لاریب از عالم غیب بگوشم خود
کہ من ترا و اصحاب ترا بفضل خود بنواختم (بعد چند سطر)
بلاشبہ وشک چون اصحاب بدر مغفور ومبشر پندارند۔''

(مخزن احمدی صفحہ ۵۹)

مولوی اسمٰعیل سالارِ قافلہ تھے

اور اسمٰعیل صاحب ان سب کے سردار ہیں۔ سید محمد علی، مولوی اسمٰعیل کے بارے میں فرماتے ہیں:

رئیس شہیدان اسمٰعیل است
کہ از مدحتش خامہ پادرگل است

بیان کردآن قدوۃ الواصلین
زنو اب آن شمع ودنیا و دین

(مخزن احمدی صفحہ ۳۰)

مولوی عبدالحی اور مولوی اسمٰعیل بمنزلہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق تھے

مولوی محمد جعفر تھانسیری فرماتے ہیں:

''اول اور افضل سارے خلیفوں کے مولوی عبدالحیؒ صاحب

داماد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے ہیں دوم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید یہ دونوں بزرگ بمنزلہ ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے آپ کے یارِ غار اور جانثار تھے۔"

(سوانح احمدی صفحہ ۱۴۰)

سید صاحب پر وہ انعامِ خداوندی ہے جس سے (معاذاللہ) انبیاء محروم رہے

ان حضرات کی عظمت سے ان کی منقولہ روایات کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ سید صاحب سے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جو بھی تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ مکروہاتِ دنیا و آخرت یعنی آفاتِ دنیا اور عذابِ آخرت سے محفوظ رہیگا اور رضامندی وانعام سے نوازا جائیگا۔

اب مولوی اسمٰعیل صاحب کی زبانی سرکارِ دو عالم فخرِ بنی آدم ﷺ کی عظمت کا حال سنئے۔

حضور ﷺ اپنی صاحبزادی کو بھی دوزخ سے نہیں بچا سکتے

سید المرسلین رحمۃ للعلمین ﷺ کے متعلق مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابوھریرہ نے کہ جب

اتری یہ آیت کہ ڈراوے تو اپنی برادری کو جو نا تار کھتے ہیں تجھ سے تو پکارا پیغمبر خدا (ﷺ) نے (پھر چند سطور بعد لکھا ہے) اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤنگا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۵۳۔۵۴)

پھر لکھتے ہیں:

"اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے سوانہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اپنا اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۵۴۔۵۵)

موازنہ فرمایئے

☆ ١......آیت کریمہ: انذر عشیرتک الاقربین صرف جناب محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے یعنی دوسروں پر اس کا اطلاق نہیں یا پھر سید احمد صاحب نے اس آیت کریمہ کو منسوخ کر دیا اور نئی شریعت کا نفاذ کیا۔

☆ ٢..... حضور ﷺ اپنے رشتہ داروں حتیٰ کہ اپنی لختِ جگر سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی شفاعت نہیں فرما سکتے اور سید احمد صاحب کے ہاتھ پر جو بیعت کرے خواہ کوئی ہو وہ مکروہاتِ دنیا و آخرت سے محفوظ و مامون اور رضامندی و انعام الٰہی سے بہرہ مند ہوگا۔

☆ ٣......حضور ﷺ بذاتِ خود بھی کسی کے وکیل نہیں ہو سکتے مگر سید احمد صاحب کے بھانجے سید محمد علی تمام آبا و اجداد کے وکیل بنا دیئے گئے۔

☆ ٤......سید احمد صاحب اپنے فوت شدہ آبا و اجداد خاندان والوں کو بھی اس فضلِ الٰہی سے ہمکنار کر دیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رشتہ دار اور خاندان والے تو کیا اپنی جان کو بھی نہیں بچا سکتے۔

حضور ﷺ وہابیہ کے نزدیک خود کو بھی نہیں بچا سکتے چہ جائیکہ بیٹی کو

مولوی اسمٰعیل فرماتے ہیں:

''سب انبیاء اولیاء کے سردار پیغمبر خدا ﷺ تھے...... انہیں کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے ساتھ صاف صاف بیان کردیں تاکہ سب لوگوں کو حال معلوم ہو جاوے سوانہوں نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کو کیا کرسکوں۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۳۹)

اور لکھتے ہیں کہ:

''پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں سو دوسرے کو لیا بچا سکوں۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۴۴)

اس قسم کے مضمون تقویت الایمان میں کئی جگہ موجود کہ سید المرسلین محبوبِ

رب العلمین ﷺ خود اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تو دوسرے کو کیا بچا سکیں گے اور سید صاحب تو اپنے تمام متعلقین بلکہ فوت شدہ آباو اجداد کیلئے بھی عذاب الٰہی سے چھڑانے والے ہیں اور دنیا ہی میں اس بشارت کے سنانے والے اور شفاعت فرمانے والے ہیں۔ مقام حیرت تو یہ ہے کہ سید المرسلین محبوبِ رب العلمین ﷺ کو سب انبیاء کا سردار مانتے ہیں مگر یہ تقرب وکرامت جو سید صاحب کو حاصل ان کیلئے ثابت نہیں اس سے معلوم ہوا سید احمد صاحب یا تو معاذاللہ خود خدا ہیں یا خدا کے ساجھی کہ جو چاہیں خدا سے کرالیں اور پیغمبر خدا جو سب انبیاء کے سرداران کی مرضی اور خواہش نہیں چلتی۔

دینِ وہابیہ میں (معاذاللہ) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا

مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں:

> ''اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے سو بتا دیتا ہے ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۳۶)

اور لکھا: ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۸۲)

مرضی اور خواہش کے مطابق کرنا تو بڑی بات ہے اللہ تو ان کو بتاتا بھی نہیں جو وہ چاہتے ہیں اور سید احمد صاحب نے جیسا چاہا ویسا ہی کر دیا اور بتا بھی دیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ مذہب وہابیہ میں معاذاللہ سید احمد صاحب کا رتبہ انبیاء سے ضرور بلند ہے(استغفر اللہ)

نبی کی تعظیم شرک اور سید احمد کی تعظیم واجب ہے

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں سو اس فصل میں یہ مذکور ہے کہ قرآن وحدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کیلئے وہ کام نہ کیجئے کہ شرک لازم آئے۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۵۶)

پھر لکھتے ہیں:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اسکا نام جپنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب

نے خاص اپنی تعظیم کیلئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ
کرنا شرک ہے۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۵۸)

سید محمد علی کا سید صاحب کے پیروں پر سر رکھنا، یعنی سجدہ کرنا

جب آداب سے کھڑا ہونا اور پکارنا ہی شرک تو گر کر پیروں پر سر رکھنا اور عرض کرنا کتنا عظیم شرک ہوگا، سید محمد علی صاحب اپنا سر سید احمد کے پیروں پر رکھ کر عرض کرتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت "سر بپاء آنحضرت نہادم عرض کردم" سے واضح ہے، کوئی پوچھے کہ سید محمد علی صاحب مشرک ہوئے یا مسلمان رہے شریعت وہابیہ میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا بلکہ جھکنا (رکوع کرنا) تو بڑی بات ہے ادب سے کھڑا ہونا بھی شرک ہے سید محمد علی صاحب سے تو رکوع یعنی جھکنا نہیں بلکہ پیروں پر سر رکھنا جو کہ صورتِ سجدہ ہے سید احمد کیلئے واقع ہوا اس کا مطلب یہی ہوگا کہ سید احمد غیر خدا نہیں جن کیلئے یہ امور شرک ہوں بلکہ عین خدا ہیں یا خدا کے ثانی ہیں۔ (معاذاللہ من ھٰذا الخرافات)

برسبیل تذکرہ یہ کلمات ضمناً عرض کر دیئے آمدم بر سر مطلب کہ سید احمد اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریک جہاد کا مقصد اصلی اپنی سرکار انگریزی کی غلامی کا حق ادا کرنا تھا اور

ان کو پنجاب میں غلبہ دلانا تھا سو وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اسی واسطے ان کی حمایت میں مسلمانوں پر جہاد کیا گیا۔

مولوی عبیداللہ صاحب سندھی فرماتے ہیں:

> ''مولانا اسمٰعیل نے جانبازوں کا لشکر لیکر یکا یک ان پر حملہ کر دیا مجاہدین نے انکی توپوں پر قبضہ کرلیا اور توپیوں کی مشکیں کس لیں۔ یار محمد خاں عالم بے خبری میں نو گرفتار حسینوں کے ساتھ عیش وطرب میں مشغول تھا وہ زخمی ہوا اور موضع دوڑھیر میں پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا اور پشاور نہ پہنچ سکا۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۲۱)

مسلمانوں کو یہ مغالطہ دیا گیا کہ سکھوں سے جہاد کی تیاری ہو رہی ہے کیونکہ سکھ مسلمانوں پر ظلم کرتے اور فرائض کی ادئیگی سے روکتے ہیں مگر ان سرحدی پٹھانوں، افغانی مسلمانوں نے سید صاحب کا کیا بگاڑا تھا جن پر جہاد کیا گیا۔ بات صرف یہ تھی کہ وہ مسلمان تو تھے مگر وہابی نہ تھے چناچہ ان پر جہاد کیا گیا۔ عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

> ''فقہ حنفی کے بارے میں حزب ولی اللہ کی جو خصوصیات تھیں ان پر زور نہ دیا جاتا بلکہ نجدی اور یمنی طریقوں پر کام کرنے

والے ہندوستانی تو حنفی فقہ کی پابندی بھی اپنے لئے ضروری
نہ سمجھتے اسکی وجہ سے افغانوں کی ان مجاہدین سے بھی مذہبی
عداوت ہوگئی۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۱۰)

یہی عبید اللہ سندھی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''دراصل بات یہ تھی کہ اس زمانہ میں ہندوستان کی مسلمان
اقوام میں صرف افغانوں میں جنگی طاقت اور حربی قوت
موجود تھی۔ وہ لڑنا بھی جانتے تھے اور مردانگی اور شجاعت
کے جوہر بھی رکھتے تھے ان کو اگر منظم کر دیا جاتا تو اسلامی
قومی حکومت کیلئے ایک مضبوط فوج فراہم ہوسکتی تھی۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، صفحہ ۷۳)

دونوں عبارتوں کو غور سے پڑھئے۔۔۔۔۔اس کا مطلب یہی تو ہے کہ سرحدی پٹھان افغانی مسلمان۔ سنی حنفی مسلمان تھے، اگر وہابی ہو جاتے تو ان کو سید صاحب کی پیروی اور اطاعت کرنا ہوتی اور سید صاحب بیس جگہ سے زیادہ انگریزوں کی مخالفت سے منع کر چکے تو ان کو بھی انگریزوں کی موافقت ہی کرنا پڑتی مگر وہ وہابی نہ بنے۔ یہ مسئلہ انگریزوں کیلئے بڑا ٹیڑھا تھا کیونکہ ان میں جنگی طاقت اور حربی قوت موجود تھی اس لئے سید صاحب نے ان پر جہاد کیا۔

مزید براں یہی عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:

''سید صاحب، مولانا اسمٰعیل وغیرہ کے ساتھ خود فوج لیکر
میدان میں آئے۔ چند گھنٹے کے بعد پشاوری سرداروں کو
شکست ہوئی اور وہ لوگ مُردوں اور زخمیوں کو چھوڑ کر بھاگ
گئے۔ مہیار کی فتح کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ پشاور تسخیر
کیا جائے جو ان کا مرکز تھا۔ پشاور کے افغان سردار نے
امیر شہید سے لڑکر شکست کھائی اور مجاھدین کا پشاور پر قبضہ
ہوگیا۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۲۱۔۱۲۲)

مورخینِ وہابیہ کے معتبر راویان کے بیان سے مولوی اسمٰعیل اور سید صاحب کے جہاد کا راز کُھل جاتا ہے اور اسی تحریک جہاد کو قائم رکھنے بلکہ پایہ تکمیل کو پہنچانے کیلئے دیو بند کو مرکز بنایا گیا اور اصحاب دیو بند نے اس کو خوب پروان چڑھایا۔ علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

''دارالعلوم دیو بند محدثین دہلی کے نظر وفکر کی نشاۃِ ثانیہ تھی۔
اس کے بانی اور پہلے سرپرست حجتہ الاسلام حضرت مولانا
محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اور امامِ ربانی حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ
آزادی میں باقاعدہ شریک تھے۔''

(ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیو بند نمبر، صفحہ ۱۰۷)

۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی میں باقاعدہ حصہ لینے کی کیفیت مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی (جو رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ نامدار ہیں) کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں (جنگِ آزادی کے پروانوں) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کیسامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کیلئے طیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لئے جمِ غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پیر پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حافظ ضامن صاحب زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۷۴-۷۵)

اس روایت سے جہاں جنگِ آزادی میں باقاعدہ حصہ لینے کی کیفیت معلوم ہوئی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سرکار انگریزی کی حمایت میں مارے جانیوالے کو تو شہید کہتے ہیں اور انگریزوں سے جنگ کرنے والے مسلمانوں اور جہاد کرنے والے جیالوں کی بابت سن لیجئے، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، خلیفہ رشید احمد گنگوہی، لکھتے ہیں:

> ''جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی، انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں۔ حاکم کی نافرمان بنیں۔ قتل وقتال کا بلند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرور میں اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماریں۔ اس بھیانک منظر میں ہزارہا بندگانِ خدا ناکردہ گناہ پھانسی چڑھائے گئے۔ جن کے بچّے یتیم اور بیبیاں بیوہ ہوئیں۔ اطراف کے شہر شہر، قصبہ قصبہ میں بدامنی پھیل گئی۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۷۴)

آتشِ غضب میں بھڑکتے ہوئے لہجے کا اندازِ بیان اور عبارت قہر و جلال کا تیور تو ملاحظہ فرمایئے کہ ظالم و سفاک، غاصب و دغاباز انگریز کو اپنی رحمدل گورنمنٹ فرمایا جارہا ہے اور ان کے مظالم و بربریت کا تمام الزام جنگِ آزادی کے پروانوں،

انگریزوں سے جہاد کرنے والے جیالے مسلمانوں پر لگایا جارہا ہے جن میں علماء و مشائخ بھی شامل ہیں۔ علمائے دیوبند نے ان سب مسلمانوں کو اپنے قہر و جلال کا نشانہ بنایا اور اپنی رحمدل انگریز سرکار کی غلامی کا گیت گایا، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''حضرت مولانا (رشید احمد) کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ اور قابلِ اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے اور آپ کی گرفتاری اور تلاش میں دوش آیا چاہتی ہے مگر آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھتے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۸۰)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا اپنی سرکار انگریزی سے حُسنِ عقیدت ہی تو ہے، فرماتے ہیں اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مالک کو اپنی مملوک و غلام کا اختیار ہے کہ جو چاہے کرے مگر رشید احمد صاحب کے عین اسلام یعنی کتاب ''تقویت الایمان'' میں ان کے ولی و شہید مولوی اسمٰعیل

فرماتے ہیں:

"(اللہ نے فرمایا) نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور نہیں کوئی مالک سوائے میرے اور مت شریک ٹھہرائیو میرا کوئی۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۲۸، ترجمہ حدیث مشکوۃ، باب الایمان)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ! کیا میں تمہارا نہیں سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و اقرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۲۹)

گنگوہی صاحب! آپ نے جس کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس کا رکھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے، وہ تو کہتی ہے کہ خدا کے سوا کسی کو مالک کہنا شرک ہے اور آپ اپنی سرکار انگریزی کو اپنا مالک فرما رہے ہیں۔ گنگوہی جی آپ تو دوہری مصیبت میں گرفتار ہیں، ایک ایمان گیا مشرک بنے دوسرے تقویت الایمان پر عمل نہ کرنے سے "عین اسلام" سے محروم رہے۔

مولوی رشید احمد صاحب کی اپنی سرکار انگریزی سے وفاداری اور اسکی خیر خواہی عارضی اور وقتی نہ تھی بلکہ دائمی اور اصلی تھی، مولوی عاشق الٰہی فرماتے ہیں:

''مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی سے ان (رشید احمد) کو باغی مفسد اور مجرم، سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا، اس لئے گرفتاری کی تلاش مگر حق تعالٰی کی حفاظت بر سر تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۸۹)

آیئے! علمائے دیو بند خصوصاً رشید احمد گنگوہی کی رحمدل سرکار اور عادل گورنمنٹ کی مہربانی کا جائزہ لیں۔

محمد صادق صاحب قصوری فرماتے ہیں:

☆ا۔ ''شریف صورت اور اجلے پوش ہونا غضب تھا۔ این ہمہ بچہ شتر است، کہہ کر اسے دار پر کھنچوا دیا جاتا تھا۔ مٹکاف کوتوالی کے باہر کرسی بچھائے بیٹھا رہتا تھا اور ڈھنڈوا ڈھنڈوا کر ایسے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا، روزانہ سلیم شاہی جوتوں کے انبار لگ جاتے۔''

(ملا واحدی دہلوی)

☆۲۔ ''امرتسر کے ڈپٹی کمشنر ''کوپر'' کے باغیوں کو گرفتار کرایا، انہیں تھانے میں لیجایا گیا اور ایک کمرے میں ٹھوس دیا گیا۔ پہریداروں میں کئی مسلمان بھی شامل تھے ''کوپر'' کو خیال گزرا کہ شاید وہ ہم مذہب ہونے کے باعث قیدیوں سے رعایت برتیں اس لئے انہیں عیدالاضحیٰ منانے امرتسر بھیج دیا۔ تھانے کے قریب ایک اندھا کنواں تھا۔ دس دس قیدیوں کو باندھ کر باہر لایا جاتا اور باڑھ ماردی جاتی اور لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا جاتا۔ اسطرح (دوسو سینتیس) ۲۳۷ باغی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ باغی قیدی کمرے سے باہر نہیں نکلتے جب دروازہ کھول کر دیکھا گیا تو ۴۵ (پینتالیس) افراد خوف، حبس اور گھٹن کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ انکی لاشیں کنویں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ پنجاب کے گورنر لارنس نے ''کوپر'' کی اس سفاکی اور بربریت پر بڑی توصیف وستائش کی۔''

(ایڈورڈ ٹامس انقلاب ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ)

☆۳۔ ''لوگوں کو عبرتناک سبق دینے کیلئے نجیب آباد میں انہیں مظالم کا اعادہ کیا گیا جو بقیہ ہندوستان پر توڑے

جار ہے تھے۔ ۱۹ اپریل ۱۸۵۷ء کو (ضیاء الملک) جنرل محمود خاں کے چھوٹے بھائی جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کو نور پور میں پھانسی دی گئی اور انکا دیوان خانہ بارود سے اڑا دیا گیا۔ نگینہ کے باغیوں میں چُھپے ہوئے لوگوں کو انگریزی فوج نے قتل کیا۔ قاضی محلہ کے سب آدمی مارے گئے۔ دھام پور کی سڑک پر جس قدر لوگ ہاتھیوں پر سوار ملے سب کو قتل کیا گیا۔ خالص باغی دیہات بنا دیئے گئے تھے کہ وہ بالکل غارت کر دیئے جائیں اور ان میں تمام باغیوں کے سر لٹکائے جائیں۔"

(حالات سرکش بجنور سرسید)

☆ ۴۔ "جنرل نکلسن نے ایک خط میں لکھا، تمہیں ایک ایسا قانون بنانا چاہیئے جسکے ذریعے ہم۔۔۔ چمڑہ ادھیڑ سکیں اور زندہ جلا سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبہ انتقام سرد نہیں پڑ سکتا۔"

☆ ۵۔ "جانسن کی رائے تھی کہ موت کی سزا طرح طرح کی تکلیفیں دیکر دیجائے مثلاً مجرم کی کھال اتار دی جائے، زندہ جلایا جائے۔ پھانسی آسان موت ہے۔ جو مسلمان

تندرست اور وجیہہ تھے انہیں پکڑ کر کوتوالی لیجایا گیا۔ بہت کم ایسے مسلمان تھے جو سپاہیانہ شان نہ رکھتے ہوں اور پھانسی سے بچے ہوں۔ پشاور سے لیکر مشرق و شمالی ھند تک شاید ہی کوئی مالدار، مولوی، نمازی مسلمان ہوگا جو نہ پکڑا گیا ہو۔ دس برس تک برابر ہندوستانی مسلمانوں پر قیامت صغرا برپا رہی۔ ایک محکمہ گواہوں کی دارو گیر کیلیئے بھی تیار رہا۔ جس کو چاہا حبسِ دوام کر دیا۔ بہت سے مجرموں کو اکڑوں بٹھا دیا جاتا اور مشکیں کسی ہوئیں تختہ پر مجرم کو چڑھا کر گلے میں پھندے کو ڈالدیا جاتا اور نیچے گرادیا جاتا۔''

(عروج عہد انگلشیہ از مولوی ذکاءاللہ)

☆٦۔ ''ہلسن نے سرہندی کاٹن کو ایک واقعہ سنایا کہ ایک شام قیدیوں کو دیکھنے میں حوالات گیا۔ وہاں بیسیوں مسلمان قیدی زمین پر بندھے پڑے تھے۔ ان کے جسموں کو گرم تانبے سے داغا گیا تھا۔ وہ اذیت اور کرب سے کراہ رہے تھے۔ مجھ سے ان کی یہ حالت نہ دیکھی گئی تو میں نے انہیں جانکنی کے اس عذاب سے نجات دلانے کیلیئے گولی سے ہلاک کر دیا۔'' (ایڈورڈ ٹامس انقلاب ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ)

☆۷۔ ''بنگال بہار۔اڑیسہ کی دیوانی سے ملنے پر انگریزی گماشتے بقایا مال گزاری وصول کرنے دیہات میں جاتے تو بے پناہ مظالم توڑتے ۔جس کاشتکار پر روپیہ واجب ہوتا اسکو ٹکٹی پر باندھ کر کوڑے لگاتے جب وہ خون میں لہولہان دم توڑنے کے قریب ہوتا تو اسکا بوڑھا باپ فریاد کرتا تو مضروب بیٹے کو کھول کر بوڑھے باپ کو باندھ دیتے اور اس کے کوڑے لگاتے اس پر عورتیں روتی پیٹتی آئیں تو بانس چیر کر انکی چھاتیوں کو پھنسا دیا جاتا۔''

(مقدمہ وارن ہسٹنگز تقریر ایڈمنڈ برک)

☆۸۔'' جب ہزاروں مسلمان مارے گئے تو ان کی لاوارث بیویاں، کنواری اور بیاہی لڑکیاں بہنیں ، امائیں بے سہارا رہ گئیں ان میں سے بہت سی عورتوں نے انگریزی فوج کے مسلمانوں سے شادیاں کرلیں اور بعض نے بدچلنی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ بہادر شاہ کی ایک بیٹی ربیعہ بیگم نے روٹیوں سے محتاج ہونیکے سبب دہلی کے مشہور باورچی سے شادی کر لی۔ بہادر شاہ کی ایک دوسری بیٹی فاطمہ سلطان پادریوں کے زنانہ اسکول میں ہلمی کا پیشہ کرنے لگی۔ اگر کوئی شخص ایک خمیری روٹی باریک مٹھی چنے یا کوڑیاں تقسیم کرتا تھا

تو مسلمان عورتوں کے غول کے غول جمع ہو جاتے تھے۔ یہی وہ عورتیں تھیں جو سال دو سال پہلے خود ہزاروں روپے خیرات اپنے گھروں میں بیٹھ کر کرتی تھیں۔"

(خواجہ حسن نظامی)

☆۹۔ "۱۸۵۷ء کے انقلاب میں سینکڑوں ناکردہ گناہ عورتیں مہتابی کی طرح جلائی گئیں۔ ہزاروں معصوم بچے شہید تیغ ستم ہوئے۔"

(احمد حسین خاں سوانح عمری ذوق)

☆۱۰۔ "ان مقتولین میں ہندوستان کے دو تین سورج بھی تھے۔ ایک مولانا امام بخش صہبائی جنکی فارسی دانی تمام ہندوستان میں مسلّم تھی اور دوسرے محمد امیر عُرف پنجہ کش جنکی خوش نویسی کا لوہا ہندوستان مانتا تھا اور انکے ہاتھ کے لکھے ہوئے حروف سونے چاندی کے عوض خریدے جاتے تھے۔"

(ایک مورخ)

☆۱۱۔ "ہماری فوج کے شہر میں داخل ہوتے ہی تمام وہ

لوگ جو گلی بازاروں میں چلتے پھرتے نظر آئے فوراً سنگینوں
سے چھید دیئے گئے ایک گھر میں چالیس پچاس ایسے آدمی
ہمارے خوف سے پناہ گیر تھے جو ہماری معافی کا یقین رکھتے
تھے۔ لیکن ان کو بھی فوراً سنگینوں سے ذبح کر دیا گیا۔"

☆ ۱۲۔ "اب ہم شہر میں نہیں جاتے اس لیئے کہ کل ایک ایسا
دردناک نظارہ دیکھا جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو
گئے اور وہ یہ کہ راستے میں ہم نے چودہ عورتوں کی نعشوں کو شا
لوں میں لپٹے ہوئے بازار میں پڑا پایا جن کے سر ان کے
شوہروں نے خود کاٹے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا
کہ غیرت مند شوہروں نے خود ان کے گلے کاٹے تھے تا کہ
انگریز سپاہی ان کی عصمت دری نہ کریں اور خود بھی خنجر مار کر
ان کے پاس گر گئے ہم نے دیکھا کہ ایک طرف ان کی
لاشیں پڑی تھیں۔"

(ٹامس)

(یہ ایک درجن واقعات ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر، جولائی ۱۹۷۹ء، مدیر احمد میاں برکاتی سے ماخوذ ہیں)

اس قسم کے صدہا واقعات صفحہ قرطاس پر پھیلے ہوئے مختلف کتب میں موجود ہیں۔ اب

چندواقعات دیوبندی آرگن، وہابی نقیب ماہنامہ الرشید، لاہور کے پیش کرتا ہوں:

☆۱۳۔ میلکم لوٹین جج عدالتِ عالیہ مدارس اپنے ایک رسالہ میں لندن سے لکھتا ہے:

''ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا ان کے قانونِ وراثت کو منسوخ کیا، بیاہ شادی کے قانون کو بدل دیا، مذہبی رسم ورواج کی توہین کی، عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کر لیں، سرکاری کاغذات میں انہیں کافر لکھا، امراء کی ریاستیں ضبط کر لیں، لوٹ کھسوٹ سے ملک کو تباہ کیا، انہیں تکلیف دیکر مال گزاری وصول کی، سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کر کے انہیں آوارہ گرد بنا دینے والے بندوبست کیئے۔''

☆۱۴۔ لارڈ پسوزی وائسرائے کی نسبت ایک قابل افسر نے لکھا:

''وہ ہندوستان کے عقائد اور محسوسات، عادات اور روایات کا کوئی لحاظ نہ کرتے تھے۔''

☆۱۵۔'' مورّخ تسلیم کرتا ہے: ایک مقام میں چھ ہزار

ہندوستانیوں کا قتل کیا گیا، تنہا الٰہ باد کے علاقہ میں، میں نے اتنے ہندوستانیوں کو مروا ڈالا۔ جتنے انگریز مرد عورتیں اور بچے بوڑھے ہندوستان بھر میں ۵۸۔۱۸۵۷ء کے سارے ہنگامے میں انقلابیوں کے ہاتھ سے انقلاب کی وجہ سے نہیں مرے۔"

☆۱۶۔ ایک انگریز افسر نے لکھا:

" انبالہ سے دہلی تک ہزاروں بے قصور دیہاتیوں کو انگریزوں نے مار ڈالا ان کے بدنوں کو سنگینوں سے چھیدا جاتا تھا اور ہندوؤں کے منہ میں گائے کا گوشت ٹھونسا جاتا تھا۔"

☆۱۷۔ ٹامس نے لکھا:

"دہلی کے کچھ مسلمانوں کو ننگا کر کے اور زمین سے باندھ کر سر سے پاؤں تک جلتے ہوئے تانبے کے ٹکڑوں سے اچھی طرح داغ دیا جاتا اور مسلمانوں کو سور کی کھال میں سی دیا جاتا۔"

☆ ۱۸۔ خواجہ حسن نظامی نے لکھا:

"ہزاروں عورتیں فوج کے خوف سے کنوؤں میں گر پڑیں یہاں تک کہ پانی سے اوپر آ گئیں جب زندہ عورتوں کو کنوئیں سے نکالنا چاہا تو انہوں نے کہا ہمیں گولی سے مار دو نکالو نہیں، ہم شریفوں کی بہو بیٹیاں ہیں ہماری عزت خراب نہ کرو بعض لوگوں نے اپنی عورتوں کو قتل کر کے خودکشی کر لی۔"

(بہادر شاہ کا غدر از خواجہ حسن نظامی)

(یہ نصف درجن واقعات ماہنامہ الرشید لاہور دار العلوم دیوبند نمبر صفحہ ۵۔۷ سے منقول ہیں۔ قطب عالم دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کی سرکار عادل اور رحمدل گورنمنٹ کے رحم وکرم اور عدل گستری کے ڈیڑھ درجن یعنی اٹھارہ واقعات بطور مشتے از خروارے پیش کیے گئے۔)

تبلیغی جماعت جو تن من دھن کی بازی لگائے کندھوں پر بستر اٹھائے شہر، قصبہ، گاؤں گاؤں تبلیغ وہابیہ میں شب و روز سرگرم عمل ہے، اس جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا (اشرف علی) تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے، بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو

جائے۔"

(ملفوظاتِ حضرت مولانا محمد الیاس، صفحہ ۵۷، ملفوظ ۵۶، مرتبہ محمد منظور نعمانی، مکتبہ رشید احمد ساہیوال)

معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت کے قیام وجود کا واحد مقصد مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تعلیم کو عام کرنا اور اسکی اشاعت کرنیکا ایک نیا طریقہ ایجاد کرنا ہے:

ملفوظ نمبر ۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں:

"چند روز پہلے حکیم الامت حضرت (اشرف علی) تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا۔ حضرت ممدوح سے تعلق بیعت رکھنے والے ایک صاحب زیارت کیلئے تشریف لائے راقم السطور (محمد منظور نعمانی) نے ان کا تعارف کرایا، اس پر حضرت (مولوی محمد الیاس) نے فرمایا۔۔۔ کہ حضرت (تھانوی) کی تعلیماتِ حقّہ اور ہدایت پر استقامت کی جائے۔ جتنا جتنا حضرت کی ہدایات پر کوئی چلے گا اتنا ہی بقائدہ من داعی الی حسنته فله اجرها و اجر من عمل بها (حدیث)۔"

(ملفوظاتِ حضرت مولانا محمد الیاس، صفحہ ۶۶-۶۷، ملفوظ ۵۶، مرتبہ محمد منظور نعمانی، مکتبہ رشید احمد ساہیوال)

معلوم ہوا کہ اصل دین مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تعلیمات اور ہدایات جن پرعمل کرنا اصل نیکی ہے جوکوئی اس کی جانب کسی کو بلائے اور وہ اس پرعمل کرے تو اس سب کے عمل کے برابر ثواب پائے اوران کے ثواب میں کوئی کمی نہ آئے۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک مرید اشرف علی صاحب کو ایک خط لکھتا ہے، جس میں کہتا ہے:

> ''رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمدرسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمۂ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمۂ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے مگر زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی

کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالتِ بیداری میں کلمۂ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اسواسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمۂ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں **اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولٰنا اشرف علی** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ حال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقتِ رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور (اشرف علی) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہانتک عرض کروں۔''

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۴۔۳۵ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے شائع ہوتا ہے)

مرید کے طرزِ کلام واندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہی نہیں بلکہ اعتراف بھی ہے، روتا بھی ہے مگر پیرجی نے اس کفر صریح کو منافی اسلام کیا معنی؟ گناہ و ناجائز بھی نہ فرمایا بلکہ اس کو سببِ تسکین خاطر بتایا، ارشاد فرماتے ہیں:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔"

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ خانقاہ امدادیہ)

تھانوی صاحب نے یہ مضمون چھاپ کر اپنی تعلیم کو عام کیا اور اپنے مریدوں کی تسکین کیلئے اس نسخہ کا اعلان کیا۔ ہر مرید کیلئے فراق، دوری و مجبوری سبب کرب و اضطراب ہے۔ انکی تسلی خاطر کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اشرف علی صاحب کا کلمہ پڑھا کریں اور درود میں ان کو جپا کریں۔ باقی رہا اشرف علی صاحب کا متبع سنت ہونا، یہ منافی نبوت نہیں۔ حضور سیدِ عالم ﷺ فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیده لو ان موسی کان حیا الیوم ما وسعه الا ان یتبعنی

"قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے میری اتباع کے سوا ان کو کچھ گنجائش نہ ہوتی۔"

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت ورسالت پر ہونگے مگر حضور ﷺ کے متبع سُنت ہونگے اور حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے، کیاان کا متبع سنُت ہونا منافی نبوت ہے، ہرگز نہیں، وہ بلاشک رسول ہی ہیں۔

فاضل جلیل حضرت مولانا ارشد القادری صاحب (صاحب زلزلہ وزیروز بروغیرھم) نے اس پر بہت ہی نفیس ریمارک دیا، فرماتے ہیں:

> ''کمبخت وہ زبان بھی کتنی شاطر وعیار ہے جو اپنے مرُشد کو کلمہ تنقیص کہنے کیلئے تو بے قابو نہیں ہوتی لیکن ان کی نبوت کا اقرار کرنے کیلئے بے قابو ہو جاتی ہے۔ یہ عذر لنگ اگر قبول کرلیا جائے تو دنیا سے بالکل امان ہی اٹھ جائے، بڑے سے بڑا دشنام طراز بھی یہ کہہ کر نکل جائے کہ کیا کروں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اور اس واقعہ کا سب سے عبرتناک تماشہ تو یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ پیر مغاں اس صریح کلمہ کفر پر اپنے مرید کو سرزنش فرماتے یہ حوصلہ افزاء جواب لکھ بھیجتے ہیں: ''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنُت ہے۔'' جس نشاط طبع کے ساتھ ایک کفر صریح کی تحسین فرمائی گئی، مریدین ومعتقدین کیلئے اس جواب میں کتنے خاموش

اشارے چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں
ہے تاہم یہ سوال اپنی جگہ ضرور کیا جاسکتا ہے کہ مان لیا مرید
کی زبان بے قابو ہوگئی تھی لیکن پیرِ مغان کا قلم تو اختیار میں
تھا۔ انہوں نے ہوش میں رہتے ہوئے ایک کلمہ کفر کی تائید
کیوں فرمائی ؟ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی
بھی بے اختیار نہیں تھا یہ واقعہ دونوں ہی کے سمجھے بوجھے
اختیار سے وجود میں آیا تھا"

(تبلیغی جماعت، صفحہ ٦٠ - ٦١، مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی)

یہ علامہ تھانوی کی تعلیم کا نمونہ ہے جسے مزید دیکھنا ہو وہ حضرت علامہ ارشد القادری کی کتاب "تبلیغی جماعت" کی طرف رجوع لائے۔

الحاصل دیوبندیوں کا وہابی ہونا ہم گزشتہ اوراق میں ثابت کر چکے اور یہاں تبلیغی جماعت کا دیوبندی ہونا ثابت ہے پس جو تبلیغی ہے وہ دیوبندی ہے اور جو دیوبندی ہے وہ وہابی ہے لہٰذا ہر تبلیغی وہابی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو بھیڑیا ہے وہ درندہ ہے اور جو درندہ ہے وہ خونخوار ہے لہٰذا ہر بھیڑیا خونخوار ہے۔

اگر مزید اطمینان چاہیں ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظہر الاسلام سہارنپور (جو تبلیغی جماعت کے سربراہ ہیں) فرماتے ہیں:

''سوانح حضرت دہلوی میں علی میاں لکھتے ہیں : '' آپ (مولوی محمد الیاس) نے میواتیوں کو دیوبند، سہارنپور، رائے پور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجنا شروع کیا۔''

(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات، مولفہ محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظہر العلوم سہارنپور، صفحہ ۲۸، مطبوعہ فیروز الدین ٹریڈنگ کمپنی، کراچی)

دیکھیئے! علی میاں نے اپنے ہی مراکز کے نام بتلائے جن کیطرف میواتیوں کو بھیجا گیا۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

''مولانا یوسف رحمتہ اللہ علیہ اپنے متبعین اور تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والوں کو برابر دیوبند، حضرت مدنی کی خدمت میں اور رائے پور، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں حاضری اور وہاں کچھ وقت صرف کرنے اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے پر زور دیتے تھے۔ (حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا وصال مولانا یوسف صاحب کے دور سے پہلے ہو چکا تھا) اپنے ایک پرانے تعلق رکھنے والے صاحب کو اس سلسلہ میں ایک مکتوب لکھتے ہوئے کتنے اہتمام سے ہدایت فرماتے ہیں'' آپ کے لئے باہمی مشورہ سے رائے پور کا قیام طے ہوا۔ نہ صرف ایک چلہ کے لئے بلکہ تین چلوں تک آپ حضرت کے پاس

بخوشی رہیں حضرت عالی کی صحبتِ مبارکہ کو کیمیا اور اخلاق
کے بلند ہونے کا بہت بڑا علاج تصور فرماتے ہوئے وہاں
کے آداب کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ذکرِ الٰہی کا
شوق اور محبتِ ربانیہ کی پیداوار کی کوشش میں رہیں ہم سے تو
کچھ نہ ہو سکا آپ ہی اس عظیم ترین دولت تحصیل میں لگ
جائیں ۔ اللہ پاک وہاں آپ کے قیام کو ہماری نجات و
مغفرت کا ذریعہ قرار دے۔"

(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات، صفحہ ۲۹)

کیا اب بھی تبلیغی جماعت کے دیوبندی جماعت ہونے میں کوئی شبہ باقی ہے؟ اور
سنئے! یہی مولوی زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور تحریر فرماتے ہیں:

"اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بمبئی شہر میں علما حقہ
(دیوبندیوں) میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور
وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا حضرت حکیم الامت
(اشرف علی تھانوی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر
بمبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین
نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت
(تھانوی) پر حملہ کیا میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین

انتظام کی وجہ سے حضرت (تھانوی) کو ایک مکان سے
دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا ۳۸ھ
میں جب حضرت سہارنپوری تین سو خدام کے ساتھ حج میں
تشریف لے جارہے تھے یہ ناکارہ (زکریا) بھی اس
میں ہمرکاب تھا تو اہلِ بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے
خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور
ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے
علماء دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس
سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا
نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔"

(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات، صفحہ ۳۴)

معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت وہی دیوبندی جماعت ہے جس نے اپنی وہابیت کو چھپانے کیلئے یہ نیا روپ دھارا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان پہلے وہابیت سے دور ونفور تھے حتیٰ کہ مسجد میں کسی وہابی کے داخل ہونے کو نجاست سے تعبیر کرتے۔ اسی لئے مسجد کو پاک کراتے تھے مگر تبلیغی جماعت کے منافقانہ کردار سے عامۃ المسلمین نے دھوکا کھایا ان کو کھلی چھٹی دے کر قوم کو وہابی بنایا۔ ہم نے کئی حوالہ جات نقل کئے۔ دلیل ثبوت کے لئے ایک حوالہ کافی، ضدی ہٹ دھرم کے لئے دفتر بھی ناکافی۔

شخصيات

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی

مولوی اسمٰعیل بن عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھتیجے ہیں۔

قطب عالم دیوبند مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عالم، متّقی ، بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنّت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے۔ تمام عمر اس حال میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے جس کا ظاہر حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاء ہ الا المتقون .کوئی نہیں اولیاء حق تعالیٰ کا سوائے متّقیوں کے، بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور حسبِ فحوائے حدیث من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقتہ فقدو جبت لہ الجنتہ (الحدیث) کے وہ جنتی ہیں سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا پھر حق تعالیٰ کی راہ میں

شہید ہو وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب، صفحہ ۴۲، مطبوعہ کراچی)

مولوی رشید احمد صاحب تمام دیوبندیوں کے مسلّم پیشوا اور قطب عالم وامام ربانی ہیں ان کا قول پوری دنیائے دیوبندیت کے لئے حجت، انکی عدالت مسلّم، ان کی شہادت کافی ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب، مولوی اسمٰعیل صاحب کے اوصاف میں ۱...... عالم ہونا ۲...... متقی ہونا ۳...... بدعت کے اکھاڑنے والے ۴...... سنّت کے جاری کرنے والے ۵...... قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے ۶...... خلق کو ہدایت کرنے والے ۷...... تمام عمر اسی حال میں رہنے والے ۸...... فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ مارے جانے والے ۹...... شہید ۱۰...... ولی اللہ اور ۱۱...... قطعی جنتی بیان کرر ہے ہیں۔ یعنی ان گیارہ اوصاف جمیلہ کے حامل تھے۔ آپ ان کے اوصاف جلیلہ کا جائزہ لیں اور انکی زندگی پر اس کا تجزیہ کر کے دیکھیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا عالم ہونا

امیر شاہ خاں صاحب فرماتے ہیں:

''شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین

چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا جب مولوی محمد یعقوب
صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہا تو انھوں نے
جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے تو پھر اس
حدیث کے کیا معنی ہوں گے۔ من تمسک بسنتی
عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد ۔ کیونکہ جو کوئی
سنتِ متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں شورش ہوگی۔ مولوی
محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا
جواب بیان کیا۔ اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا
بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا ہے مگر وہ تو ایک
حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ
سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو اور مانحن فیہ میں
سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔"

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ ۹۴۔۹۵، حکایت نمبر ۷۳، مصدقہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، کتب خانہ امداد الغربا، سہارنپور)

اس حکایت سے جہاں شاہ عبدالقادر صاحب بن شاہ ولی اللہ صاحب (جو مولوی اسمٰعیل صاحب کے چچا ہیں) کی زبانی مولوی اسمٰعیل کے عالم ہونے کا حال کھل جاتا ہے۔ وہاں مولوی اسمٰعیل کے رفع یدین کرنے اور غیر مقلد ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے نیز اگر واقعی یہ عمل رفع یدین ایسی ہی سنت تھی تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

علیہ الرحمہ اور شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ محدثین دہلی اس سے کیونکر غافل رہے۔ پھر اسمٰعیل صاحب کے اس عمل پر ممانعت کیوں فرمائی۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا متقی ہونا

(امیر شاہ) خاں صاحب نے فرمایا

''مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا (اسمٰعیل) شہید ابتداء میں نہایت آزاد تھے۔ کوئی میلہ خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا ایسا نہ ہوتا کہ جس میں وہ شریک نہ ہوتے ہوں اور کھیل بھی ہر قسم کے کھیلتے تھے۔ کنکوا بھی اڑاتے تھے۔ شطرنج بھی کھیلتے تھے۔''

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ ۸۹۔۹۰، حکایت نمبر ۶۹، ایضاً)

یاد رہے کہ جناب گنگوہی صاحب، اسمٰعیل صاحب کے عالِم، متقی وغیرہ اوصاف گناتے اور فرماتے ہیں کہ تمام عمر اسی حال میں رہے۔ پس اس حکایت سے ان کے تقویٰ کا نشان ملتا ہے۔ اسی کتاب میں حکایت نمبر ۵۷ میں فرماتے ہیں:

''مولوی وجیہہ الدین صاحب بھی مولانا (اسمٰعیل) شہید کے ساتھ جہاز میں تھے۔ اور دونوں مل کر حجاج کے لئے آٹا

پیسا کرتے تھے۔ آٹا پیستے ہوئے مولانا شہید ان کو چھیڑا کرتے تھے کبھی آٹا ان کے منہ پر مل دیتے تھے، کبھی پیٹ پر، کبھی کوئی اور مذاق کرتے۔"

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ ۷۸، حکایت نمبر ۵۷، ایضاً)

یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے تقویٰ کی علامات اور قرآن وحدیث پر پورا عمل ہونے کی دلیل ہے۔

بدعت کے اوکھیڑنے والے اور سنّت پر عمل کرنے والے

اسی ارواحِ ثلاثہ میں ہے:

"مولانا اسمٰعیل شہید جب سید صاحب کے قافلہ میں حج سے واپس ہوئے تو راستہ میں لکھنؤ میں بھی قیام ہوا اور وہیں حضرت شاہ عبدالعزیز کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔ سید صاحب نے فرمایا کہ آپ دہلی ابھی چلے جائیں اور وہاں پہنچ کر تحقیقی اطلاع دیں کہ وفات ہوئی یا نہیں اور مولانا شہید کو خاص اپنی سواری کا نقرئی رنگ کا گھوڑا سواری کے لئے دیا۔ مولانا (اسمٰعیل) شہید ادب کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے کہ سید صاحب کا خاص گھوڑا ہے بلکہ لکھنؤ

سے دہلی تک اس کی لگام تھام کر آئے۔"

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ ۹۸، حکایت نمبر ۷۷، ایضاً)

علمائے اہلسنّت کے ارشادات، علمائے دیوبند کے لئے نہ تو حجت اور نہ قابلِ التفات۔ البتہ علماءِ دیوبند کے اقوال دیوبندی حضرات کے لئے حجتِ ساطعہ دلیلِ قاطعہ ہیں۔ خصوصاً قطبِ الارشاد دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی اور حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ارشاداتِ عالیہ نصِ قاطعہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان حضرات کے ارشاداتِ فائقہ کی روشنی میں دیکھئے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ فعل بدعت ہے یا سنّت۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی بالاتفاق تحریر فرماتے ہیں:

"تعریف بدعت شرعیہ کی بعض نے یہ لکھی ہے کہ بدعت وہ محدث فی الدین ہے کہ زمانِ فخرِ عالم علیہ السلام میں موجود نہ ہو یعنی نہ تو قولاً نہ فعلاً نہ تقریراً اور نہ صراحتہً نہ اشارۃً پس بدیہی امر ہے کہ جب کسی طرح زمانِ فخرِ عالم (علیہ السلام) میں موجود نہیں اور معلوم ہو چکا کہ موجود ہونے سے وجودِ شرعی مراد ہے نہ وجودِ خارجی تو دلیل جواز کی اس کیلئے کوئی نہ ہووے گی۔ وہ خلافِ شرع شریف کے ہوگا۔"

(براھینِ قاطعہ، صفحہ ۳۱، مکتبہ امدادیہ دیوبند)

پھر لکھتے ہیں

"پس جس کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں نہیں وہ بدعت اور ضلالت ہے۔"

(براھینِ قاطعہ، صفحہ ۳۲، مکتبہ امدادیہ دیوبند)

حاصل کلام

دین میں کوئی ایسا نیا کام کرنا جو زمانِ برکت نشان سیدِ عالم ﷺ میں موجود نہ ہو یا قرونِ ثلٰثہ میں نہ پایا جائے وہ بدعتِ ضلالہ ہے پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ سید احمد صاحب کے گھوڑے پر بوجہ ادب و تعظیم سوار نہ ہونا اور لکھنؤ سے دہلی تک مولوی اسمٰعیل صاحب کا اس گھوڑے کی لگام پکڑ کر پیادہ پا جانا کہیں قرونِ ثلٰثہ میں موجود و مذکور ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ بدعت و ضلالت ہوا یا نہیں۔ اس قاعدہ کی رُو سے مولوی اسمٰعیل صاحب بدعت پر عمل کرنے والے ثابت ہوئے اور اسی قاعدہ کی بناء پر علماءِ دیوبند تمام امورِ مروجہ مثلاً قبر بعد دفن، میلاد، فاتحہ، اعراس وغیرھم سب کو بدعت کہتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

"اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرونِ ثلٰثہ میں اس کا ثبوت نہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب، صفحہ ۱۴۴)

مولوی اسمٰعیل صاحب ان مسائل سے ناواقف نہ تھے کہ لاعلمی میں ایسی حرکتیں کر بیٹھے یہ واقعہ تو حج سے واپسی کے بعد کا ہے اور حج کو جانے سے پہلے ہی وہ "تقویت الایمان" لکھ چکے تھے۔ اسی کا فیض تو تمام دیوبندیوں پر جاری وساری ہے۔ مولوی اسمٰعیل تو ایسے کاموں کو خاص اللہ کی تعظیم کیلئے بتاتے ہیں اور غیراللہ کے لئے ایسی تعظیم شرک فرماتے ہیں۔ انھوں نے ایک عنوان "عادات میں شرک" قائم کیا۔ اس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> "اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم کرتے رہیں۔۔۔۔۔ جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے جائے ان کا ادب کرنا یعنی نہ ان پر سوار ہونا۔"
>
> (تقویت الایمان، صفحہ ۲۳)

پس مولوی اسمٰعیل صاحب کے اس فتویٰ سے یہ فعل شرک ٹھہرا اور مولوی اسمٰعیل مشرک ہوئے۔ اگر مزید اطمینان درکار ہو تو حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی سے پوچھئے انھوں نے ایک عنوان "کفر وشرک کی باتوں کا بیان" قائم فرمایا، جس میں لکھتے ہیں:

> "کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا۔۔۔۔۔ کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا۔"
>
> (بہشتی زیور، صفحہ ۳۶، شیخ برکت علی اینڈ سنز، تاجران کتب کشمیری بازار، لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا کفر وشرک ہے۔ لہٰذا مولوی اسمٰعیل صاحب کی وہ حکایت جس میں لکھا ہے کہ مولانا (اسمٰعیل) شہید ادب کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے کہ سید صاحب کا خاص گھوڑا ہے بلکہ لکھنؤ سے دہلی تک اسکی لگام تھام کر آئے جو اس زمانہ میں کئی روز کی راہ تھی چنانچہ کئی دن تک مسلسل مولوی اسمٰعیل صاحب اس شرک کا ارتکاب کرتے رہے۔ مگر کسی دیوبندی نے ان کو مشرک نہیں لکھا بلکہ ان کو موحد، متقی وشہید وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ عجیب قانون ہے کہ ایک ہی فعل ایک کے لئے شرک اور دوسرے کے لئے توحیدِ خالص بن جائے۔ اب مولوی اسمٰعیل صاحب کی دوسری حکایت سنئے تا کہ ان کا سنت پر عمل کرنا بھی معلوم ہو جائے۔ حکایت نمبر ۴۵، میں درج ہے:

> ''مولوی محمد حسن نہایت نازک مزاج اور نازک طبع تھے جب کھانے کا وقت آیا اور مولوی صاحب، مولانا (اسمٰعیل) شہید کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک ہی نوالہ لینے پائے تھے کہ مولانا شہید نے زور سے ناک سنکی۔ مولوی صاحب کھانے سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ مولانا شہید نے ان کے اٹھ جانے کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنے خدام سے فرمایا کہ اب اس کا زیادہ خیال رکھا جاوے کہ یہ کہیں کھانا نہ کھا سکیں۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ جب دوسرا وقت ہوا اور کھانا کھانے بیٹھے تو مولانا نے پھر زور سے سِدکا

مگر مولوی محمد حسن اس وقت نہ اٹھے۔ جب وہ نہ اٹھے تو
مولانا (اسمٰعیل) نے ریٹھ کو ان کے سامنے انگلیوں سے
ملا۔ اس پر ان سے رہا نہ گیا اور یہ کہہ کر مولانا کیا کرتے ہو،
فوراً اٹھ کے چلے گئے۔''

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ ۵۸، حکایت نمبر ۴۵)

یہ کونسی سنّت ہے جس پر مولوی اسمٰعیل صاحب عمل کر رہے ہیں؟۔ ان حکایات سے
مولوی اسمٰعیل صاحب کا قرآن وحدیث پر ''پورا پورا عمل'' کرنے کا ثبوت ملتا ہے!!

خلق کو ہدایت کرنے والے

مولوی اسمٰعیل صاحب ہدایت فرماتے ہیں:

''جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ
کو مانئے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۲۷، مکتبۃ الاسلام، وسن پورہ، لاہور)

اسی طرح کئی جگہ ہدایت فرمائی۔ مثلاً ہدایت کرتے ہیں:

''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۱، مکتبۃ الاسلام، وسن پورہ، لاہور)

ایک جگہ ہدایت فرماتے ہیں:

''اوروں کو ماننا خبط ہے''

(تقویت الایمان، صفحہ ۱۸، مکتبۃ الاسلام، وسن پورہ، لاہور)

پس اسمٰعیل صاحب نے انبیاء و ملائکہ، قیامت، جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے کا انکار کیا اور قوم کو ان کے ماننے سے منع فرمایا۔ مسلمانوں کے مذہب میں جسطرح اللہ عزوجل کا ماننا ضروری ہے یوں ہی ان سب کا ماننا جزو ایمان ہے۔ ان میں سے جسے نہ مانے گا، کافر ہوگا۔ اہلِ علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ''ماننا'' تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں لہٰذا اہلِ زبان ''ایمان'' کا ترجمہ ''ماننا'' اور ''کفر'' کا ترجمہ ''نہ ماننا'' کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالٰی ہوتا ہے:

ان الذین کفر و سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنونo

مولوی اسمٰعیل صاحب کے چچا، شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی اس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں:

''بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے یعنی جنھوں نے خدا اور رسول کو نہ مانا اور قیامت کے دن کو سچ نہ جانا اور ان کو برابر ہے تو اے محمد ﷺ ڈراوے ان کو یا نہ ڈراوے ان کو، وہ یقین نہیں لانے کے۔''

دیکھئے ! وہی زمانہ مولوی اسمٰعیل والا اور وہی ماحول اور وہی محاورہ مولوی شاہ عبدالقادر صاحب کفر کے معنی خدا اور رسول کو نہ ماننے والا کرتے ہیں۔ اور لانفرق بین احد من رسلہ کے تحت لکھتے ہیں:

"اور جدا نہیں کرتے ہم کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں کہ کسی پیغمبر کو مانا اور کسی کو نہ مانا۔"

(تفسیر موضح القرآن، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

معلوم ہوا کہ "ماننا" ترجمہ ہے "ایمان" کا اور "نہ ماننا" ترجمہ ہے "کفر" کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتٰب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل ط ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلال بعیدا.

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی اس کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں:

"اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو۔ ایمان لاؤ بیقینِ دل سے خدائے تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے محمد ﷺ پر اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اتاری ہے خدائے تعالیٰ نے اپنے

پیغمبر محمد ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اتری ہے قرآن شریف
سے پہلے اور جو نہ مانے گا اور یقین نہ لاوے گا خدائے تعالیٰ
پر اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی اتاری ہوئی کتابوں پر اور
اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر جو
قیامت ہے پھر تحقیق وہ شخص یقین نہ لانے والا بھولا سیدھی
راہ، بھولنا دور دراز کا۔"

(تفسیر موضح القرآن، پارہ ۵، سورہ نساء، آیت ۱۷)

شاہ عبدالقادر صاحب "ومن یکفر" کا ترجمہ "اور جو نہ مانے گا" کرتے ہیں یعنی کافر کا معنیٰ نہ ماننے والا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو نہ مانے گا اور نہ یقین لائے گا خدائے تعالیٰ پر اور فرشتوں پر، کتابوں پر، نبیوں پر اور آخرت کے دن پر، وہ سیدھی راہ کو بھولا۔

ناظرین باتمکین خود انصاف فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اللہ کو مانے، رسولوں کو مانے، فرشتوں کو مانے، کتابوں کو مانے، قیامت کو مانے اور جو مانے گا ہی نہیں تو یقین کیا کرے گا۔ اور مولوی اسمٰعیل صاحب حکم لگاتے ہیں۔ "اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے"۔ اس سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی 'ہدایت' کا نشان اور "قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل" کرنے کا ثبوت ملتا ہے!!

فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید

مولوی عبدالرحیم صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں:

”حافظ جانی ساکن انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحئی صاحب لکھنؤی، مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد ”یار محمد خان“ حاکم یاغستان سے کیا تھا۔“

(ارواحِ ثلثٰہ، صفحہ ۱۳۹، حکایت نمبر ۱۲۱)

معلوم ہوا کہ سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرھم نے جہاد مسلمانوں سے کیا تھا۔ مزید شہادت درکار ہو تو حاضر ہے۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں:

”حافظ جانی ساکن انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحئی صاحب لکھنؤی، مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں

شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم
یاغستان سے کیا تھا۔"

(تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، صفحہ ۲۷۰، مکتبہ بحر العلوم، این پی ۸/۱۶، غلام شاہ اسٹریٹ، جونا مارکیٹ، کراچی ۲)

ہم نے اس جہاد فی سبیل اللہ کو جن کتابوں سے نقل کیا ان میں پہلی کتاب "ارواحِ ثلٰثہ" جس کو مولوی ظہور الحسن کسولوی نے ترتیب دیا۔ اور اس کی تصدیق حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور قاری طیب صاحب نے فرمائی۔ اور کتب خانہ امداد الغرباء سہارنپور سے شائع ہوئی۔ اور دوسری کتاب "تذکرۃ الرشید" جو رشید احمد صاحب گنگوہی کے ارشد تلامذہ اور اعظم خلفاء میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی ترتیب شدہ ہے۔ اب اس سلسلہ میں حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی سنئے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

حدیث شریف

اقبل رجل غائر المعينين فاتى الجبهة كث
اللحية مشرف الرجنتين محلوق الراس فقال يا
محمد اتق الله فقال فمق يطع الله اذا عصيته
فيامتني الله علىٰ اهل الارض ولا تامنوني فيسأل
قتله فمنعه فلما ولى قال ان من ... هذا قوما
يقرون القران لا يجاوز حنا جر هم .... من

الاسلام مروق .... من الرميه فيقتلون اهل الاسلام و يدعون اهل الاوثان

یعنی:

''ایک شخص آیا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی، پیشانی ابھری، داڑھی گھنی، کنپٹیاں ابھری ہوئی، سر منڈا ہوا اس نے کہا اے محمد (ﷺ) اللہ سے ڈرو! حضور نے فرمایا میں ہی نافرمان ہو جاؤنگا تو اللہ (عزوجل) کی فرمانبرداری کون کرے گا اللہ نے تو مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے۔ لیکن تو مجھے امین نہیں سمجھتا۔ اسی درمیان میں ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ حضور نے انھیں روک دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا کہ اس کی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔''

متن حدیث پر غور کیجئے اس شخص نے حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ سے **یا محمد اتق اللہ** ہی کہا تھا اور یہ لوگ طرح طرح کی گستاخیاں کرتے ہی رہتے ہیں۔ مثلاً

حضور ﷺ کو مرکر مٹی میں ملنے والا کہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو اردو نہیں آتی جب علماء دیوبند سے معاملہ (شاگردی) ہوا تو اردو کلام آ گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ شیطان کو علمِ محیط زمین ہے، حضور ﷺ کو نہیں، کوئی کہتا ہے کہ حضور ﷺ علماءِ دیوبند کے لئے کھانا پکاتے ہیں۔ غرض طرح طرح کی گستاخیاں کرتے ہیں۔ نیز حدیث میں ان کی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی ''**یقتلون اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان**'' یعنی مسلمانوں کو قتل کریں گے، بت پرستوں کافروں کو چھوڑیں گے۔ اس پر ان کا پورا پورا عمل ہے کہ سید احمد اور مولوی اسمٰعیل وغیرھم نے ہندوؤں، بت پرستوں کو چھوڑا، انگریزوں عیسائیوں سے منہ موڑا۔ ہندوستان سے ہزاروں میل سفر کر کے سرحدی مسلمانوں، افغانی پٹھانوں سے جا کر جہاد کیا۔ آج بھی یہ گروہ اگرچہ بے بس ہے قتل وقتال نہیں کرسکتا مگر شرک و بدعت کے فتوے ہمیشہ مسلمانوں پر بم کیطرح برساتا ہے۔ اور ہندوؤں اور عیسائیوں سے کبھی تعرض نہیں کرتا۔ اس سے اس کی مسلمان دشمنی اور کفر نوازی کا پتہ چلتا ہے۔ تحریکِ پاکستان جب اٹھی تو کانگریس کے ساتھ تھے۔ مسٹر محمد علی جناح کو کافر کہنے والے، گاندھی کو مذکر بتانے والے، بلکہ ہندوؤں کو مسجدوں میں بلانے والے۔ گاندھی کی جے پکارنے والے، تلک لگانے والے، گائے کی قربانی سے منع کرنے والے کون لوگ تھے؟ کس نے کہا کہ اگر حضور خاتم النبیین آخری نبی نہ ہوتے تو گاندھی نبی ہوتا۔ آج بھی جبکہ دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن منایا گیا تو اندرا گاندھی کو بلایا۔ مہمان خصوصی بنایا۔ غرض ہندوؤں سے ہر طرح میل وملاپ اور مسلمانوں پر عتاب، محتاجِ بیان نہیں۔ غرض

محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ مولوی اسمٰعیل مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جیسا کہ اس کا بیان آتا ہے، یہی ان کی ''شہادت'' ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مولوی اسمٰعیل کی ولایت کا آیتہ کریمہ ''ان اولیاء ہ الاالمتقون'' سے استدلال کرنا اور یہ فرمانا کہ کوئی نہیں اولیاء حق تعالیٰ کا سوائے متقیوں کے۔ یہ استدلال محلِ نظر ہے۔ اولاً تو مولوی اسمٰعیل صاحب کے تقویٰ وطہارت کا۔۔۔ بیان گزرا۔ ہم نے بطورِ اختصار نہایت مختصر روایات پر اکتفا کیا ورنہ ان کی زندگی میں بے شمار واقعات ان کے تقویٰ پر دال ہیں۔ کیونکہ ان کے دین میں گناہوں کا کرنا عبادت سے بڑھ کر ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

> ''جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرتی۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۳)

ان کی توحید کے کامل ہونے میں کوئی شک ہی نہیں کیونکہ یہ ایک خدا کے سوا کسی کو مانتے ہی نہیں بلکہ دوسروں کو ماننا خبط بتاتے ہیں۔ (حوالہ گزرا) نہ نبی کو مانیں، نہ رسول کو، نہ کتابوں کو مانیں، نہ فرشتوں کو، نہ جنت کو مانیں نہ دوزخ کو، صاف صاف لکھ دیا کہ ''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان'' اور ہم تفسیر موضح القرآن (شاہ عبدالقادر صاحب جو مولوی اسمٰعیل صاحب کے چچا ہیں) سے ثابت کر چکے کہ ''نہ ماننا'' کفر کا ترجمہ ہے۔ پس ان کی توحید کے کامل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ خود فرماتے

ہیں کہ ''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان'' یعنی سب کا انکار کر دے۔ اسی لئے ان کے گناہ دوسروں کی عبادت سے افضل اور برتر ہیں، چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب مسلمانوں کا بے دریغ قتلِ عام کرتے ہیں کیونکہ مسلمان کا قتل کرنا گناہِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاه جهنم خالدا فيها
وغضب الله عليه ولعنه واعدله عذابا عظيما

(النساء، آیت ۱۳)

یعنی:

''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔ کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔''

(ترجمہ کنزالایمان)

مولانا محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

'' مسلمان کو عمداً قتل کرنا سخت گناہ اور اشد کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ھلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ پھر یہ قتل

اگر ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو
تو یہ کفر بھی ہے۔''

(تفسیر خزائن العرفان)

چنانچہ سید احمد اور اسمٰعیل وغیرھم کا ہندوستان سے اتنا دور دراز کا سفر طے کر کے مسلمانوں پر جہاد کرنا اور ان کا قتلِ عام کرنا حرام سمجھ کر یا حلال جان کر تھا یہ تو یہی لوگ بتائیں گے۔ مولوی اسمٰعیل تو مسلمانوں کے قتل پر اتنے جری تھے کہ مسلمان کے قتل میں کہیں توقف نہ کرتے کیونکہ ان کی توحید کامل ہی نہیں بلکہ اکمل تھی لہٰذا قتل جیسا عظیم گناہ ان کے ایسا کام آئے گا کہ سینکڑوں عابدوں کی عبادت ان کے کام نہ آئے گی۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن گیلانی فرماتے ہیں:

''دورانِ جہاد میں آپ کی عادت تھی کہ گلے میں حمائل اور کمر میں تلوار لٹکائے رکھتے کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو قرآن سے حل فرماتے اور آیت نکال کر دکھا دیتے اور سنّت سے اس کی تائید فرماتے پھر بھی اگر کوئی کج فہم اپنی ہٹ پر قائم رہتا تو تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا کرتے تھے۔''

(مقدمہ تقویت الایمان، صفحہ ۷، مکتبۃ الاسلام، وسن پورہ، لاہور)

اب مولوی رشید احمد گنگوہی سے دیانت و امانت کا حال سنئے کہ ثبوتِ ولایت کے لئے

آیتِ کریمہ ان اولیاء ہ الا المتقون پیش کرتے ہیں مگر دوسری جگہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے شاگردِ رشید خلیل احمد انبیٹھوی دونوں بالاتفاق فرماتے ہیں جبکہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری نے ان پر گرفت کی اور فرمایا:

"اب دیکھئے! ان لوگوں کی یہ حالت ہوگئی کہ دیوبند کے آگے حرمین شریفین کو حقیر جاننے لگے۔ ہائے! وہ حرمِ پاک کہ ہم پانچوں وقت نماز میں اپنا منہ اس کی طرف کریں۔ فول وجھک شطر المسجد الحرام اور سوتے وقت بھی رو بقبلہ سونا سُنت اور مر جاویں تو بھی حکم دیا جاوے قبر میں دفنانے کے وقت کہ یوجہ الی القبلہ اور اس خانہ محترم کے متولیانِ کفیل کار کی خدا تعالیٰ ثنا فرماوے کہ ان اولیاء ہ الا المتقون یعنی نہیں ولی کار برداز بیت اللہ کے مگر پرھیزگار آدمی۔"

(انوارِ ساطعہ)

اسکے جواب میں رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی دونوں بالاتفاق فرماتے ہیں:

"اب اھلِ مکہ و علماءِ مکہ کی افضلیت و تقویٰ آیہ ان اولیاء ہ الا المتقون سے ثابت کرتے ہیں۔ علمِ مؤلف (مولینا عبدالسمیع صاحب) کو دیکھنا چاہیئے۔ سنو! کہ

جب رسول اللہ ﷺ کو کفارِ مکّہ نے مکّہ میں عمرہ کے واسطے نہ
جانے دیا اور لوگوں نے ان کو ملامت کیا تو جواب دیتے تھے
کہ ہم متولی و خدمتگارِ بیت اللہ و مسجدِ حرام کے ہیں۔ جس کو
چاہیں آنے دیں، جس کو چاہیں نہ آنے دیں۔ ہم مختار ہیں
تو اس کو حق تعالیٰ نے رد فرمایا کہ وہ ہرگز مستحقِ ولایت بیت
اللہ کے نہیں کیونکہ ظالم ہیں اور مشرک ہیں اور مستحقِ ولایت
بیت اللہ کے مومن موحد ہوتے ہیں۔''

(براھینِ قاطعہ، صفحہ۲۱، کتبخانہ امدادیہ، دیوبند، یوپی، انڈیا)

فی الحال ہم اس پر بحث نہیں کرتے کہ علماءِ مکّہ افضل ہیں یا دیوبند اور علماء دیوبند؟ مگر یہاں یہ امر بالاتفاق فریق واضح ہو گیا کہ آیتِ کریمہ ان اولیاء ہ الا المتقون متولیانِ کعبہ و خدمت گزارانِ بیت اللہ ہیں جیسا کہ رشید احمد گنگوہی نے مولوی اسمٰعیل پر چسپاں کر دی۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ گنگوہی صاحب، اسمٰعیل صاحب کا جنّتی ہی نہیں بلکہ قطعی جنّتی ہونا بیان کرتے ہیں اور جب نبی اکرم سیدِ عالم ﷺ کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو صاف صاف فرما دیتے ہیں:

''خود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری مایفعل
بی ولا بکم (الحدیث) (خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کیا
معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا معاملہ ہوگا تم سے)''

(براھینِ قاطعہ، صفحہ۵۱)

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

''اخرج البخاری عن ام العلاءِ الانصاریة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والله لا ادری والله لاادری وانا رسول الله مایفعل بی ولا بکم بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا ام العلاء انصاریہ نے کہ کہا پیغمبر خدا ﷺ نے قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں، پھر قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے۔ یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں۔ سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۲)

استغفر الله العظیم! حضور سیدِ عالم سرکارِ دوعالم ﷺ کے بارے میں تو ان کی زبان وقلم اسطرح حکم لگاتی ہے کہ وہ اپنا حال بھی نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا مگر مولوی اسمٰعیل دہلوی کے لئے حتمی فیصلہ دیتے ہیں کہ وہ قطعی جنّتی ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں خلش ہو کہ یہ ان کا فیصلہ نہیں انھوں نے قرآن وحدیث سے استدلال کے بعد فیصلہ دیا تو میں عرض کروں گا کہ حضور پرُنور شافع یوم النشور سیدِ المرسلین محبوب

رب العٰلمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے بارے میں پورے قرآن میں ایک آیت بھی انھیں نہ ملی نہ کوئی حدیث نظر آئی، سچ فرمایا۔۔۔۔۔ پس جو علاقہ محبت مولوی اسمٰعیل سے ہے وہ کسی سے نہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا علم وعرفان اور دینی بصیرت

مولوی اسمٰعیل صاحب آیتِ کریمہ لا الٰہ الاھو سبحانہ عما یشرکون لکھ کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

"نہیں کوئی مالک سوائے اس کے سو وہ نرالا ہے ان کے شریک بنانے سے۔"

(تقویت الایمان، صفحہ۱۹)

الٰہ کا ترجمہ مالک کیا حالانکہ الٰہ (معبود) اللہ عزوجل کے سوا کوئی متصور ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے اطلاق کا تصور بھی شرک ہے۔ جبکہ مالک کا اطلاق مخلوق پر بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں ہے:

والمحصنٰت من النساء الا ماملکت ایمانکم

یعنی:

"اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سوا ان کے جن کے تم مالک ہو۔"

اس آیت پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو مالک فرمایا یہ ترجمہ ہمارا نہیں بلکہ علماءِ دیوبند بھی یوں ہی ترجمہ کرتے ہیں بلکہ شاہ عبدالقادر صاحب جو مولوی اسمٰعیل کے چچا ہیں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:

''اور حرام ہیں تم پر عورتیں خاوند والی مگر وہ جن کو مالک ہو جاویں ہاتھ تمہارے۔''

(موضح القرآن)

مولوی اسمٰعیل کے دوسرے چچا شاہ رفیع الدین صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

''اور حرام کی گئیں بیاہی ہوئی عورتوں میں سے مگر جن کے مالک ہوئے داھنے ہاتھ تمہارے۔''

(ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب، تاج کمپنی، کراچی)

شیخ الہند دیوبند محمود الحسن صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

''اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ۔''

(ترجمہ محمود الحسن، شیخ الہند، تاج کمپنی، کراچی)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''لیکن اگر کوئی عورت خاوند والی تمہاری ملک میں آئے۔'' (ایضاً)

مولوی اشرف علی تھانوی ترجمہ کرتے ہیں:

''اور وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جاویں۔''

(ترجمہ اشرف علی، تاج کمپنی، کراچی)

ہم نے اتنے حوالہ جات پیش کئے جن میں کلمہ ''مالک'' غیرِ خدا یعنی مخلوق کے لئے استعمال کیا گیا۔

کلمہ ''الٰہ'' اصطلاحِ قرآن واسلام میں ایسا خاص ہے کہ اس کا اطلاق اللہ جلیل و جبار کے سوا کسی پر صادق آتا ہی نہیں، نہ حقیقۃً نہ مجازاً۔ آیئے مولوی اسمٰعیل صاحب کی پیش کردہ آیت کا ترجمہ اسمٰعیل صاحب کے چچا، شاہ عبدالقادر صاحب کی زبانی سُنیے۔ فرماتے ہیں:

''نہیں ہے کوئی لائق خدائی کے مگر وہی۔''

(موضح القرآن)

اور لیجئے مولوی اسمٰعیل صاحب کے دوسرے چچا شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں:

''نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ۔''

(ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب، تاج کمپنی، کراچی)

اور لیجئے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

''جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔''

(ترجمہ اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی، کراچی)

اور لیجئے محمود الحسن، شیخ الہند دیوبند فرماتے ہیں:

''کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔''

(ترجمہ محمود الحسن، تاج کمپنی، کراچی)

اور لیجئے ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

''کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی۔''

(ترجمان القرآن، جلد دوم، مکتبہ سعید، ناظم آباد ۲، کراچی)

ان ترجموں کی روشنی میں مولوی اسمٰعیل صاحب کے ترجمہ کی صحت اور ان کے علم و عرفان اور دینی بصیرت کا اندازہ لگائیے۔ قرآنِ کریم کے ترجمہ کا نمونہ ملاحظہ فرمایا۔ اب حدیث شریف کے ترجمہ کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب، مشکوٰۃ باب الایمان سے ایک حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ بیان کرتے ہیں:

اعلموا انه لا اله غیری ترجمہ: ''سو جان رکھو کہ بیشک یوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۲۸)

''الٰہ'' کا ترجمہ ''حاکم'' بیان فرمایا۔ حالانکہ ''حاکم'' کا اطلاق غیر اللہ (مخلوق) پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

الیس اللہ باحکم الحاکمین

یعنی:

''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔''

شاہ عبدالقادر صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

''کیا نہیں ہے خدائے تعالیٰ سب حاکموں سے بہت اچھا حاکم۔''

(موضح القرآن)

مولوی محمود الحسن شیخ الہند دیوبند ترجمہ کرتے ہیں:

''کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم۔''

(ترجمہ محمود الحسن، تاج کمپنی، کراچی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ترجمہ کرتے ہیں

''کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔''

(ترجمہ اشرف علی تھانوی۔ تاج کمپنی)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما

شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما
قضیت ویسلموا تسلیما

(النساء،۶۵،پارہ۵)

یعنی:

”تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے
جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں
پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ
پائیں اور جی سے مان لیں۔“

(کنزالایمان)

شاہ رفیع الدین ترجمہ کرتے ہیں:

”پس قسم ہے پروردگار تیرے کی، نہیں ایمان لاویں گے
یہاں تک کہ حاکم بدیں تجھ کو بیچ اس چیز کے کہ جھگڑا پڑے
درمیان میں ان کے، پھر نہ پاویں بیچ جیوں اپنے کے تنگی
اس چیز سے کہ حکم کرے تو اور مان لیویں مان لینے کر۔“

(ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب، تاج کمپنی، کراچی)

ابوالکلام آزاد ترجمہ کرتے ہیں:

”پس (دیکھو) تمہارا پروردگار اس بات پر گواہ ہے کہ یہ

لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایسا نہ کریں کہ اپنے
تمام جھگڑوں، قضیوں میں تمہیں حاکم بنائیں اور پھر (صرف
اتنا ہی نہیں بلکہ) ان کے دلوں کی بھی حالت ایسی ہو جائے
کہ جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس کے خلاف اپنے اندر کسی طرح کی
کھٹک محسوس نہ کریں اور جو کسی بات کو پوری پوری طرح مان
لینا ہے تو ٹھیک اسی طرح مان لیں۔"

(ترجمان القرآن، جلد اوّل، مکتبہ سعید، ناظم آباد ۲، کراچی)

مولوی اسمٰعیل صاحب کے علم و دانش اور قرآن فہمی اور حدیث دانی کا یہ ایک نمونہ ہے ان کی تصانیف میں ایسی دیانت و امانت، تقویٰ و طہارت، علم و عرفان، ایمان و ایقان کی صد ہا مثالیں موجود ہیں مگر بخوفِ طوالت صرف ایک ایک عبارت پر اکتفا کیا گیا۔
لا الہ الا اللہ میں اللہ کے سوا ہر ایک کی الوہیت کی نفی کی گئی اور یہ اقرار کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہر الٰہ باطل سے بیزاری کا اعلان کیا۔ صرف اللہ عزوجل کے الٰہ ہونے کا اقرار واذعان کیا گیا۔ اگر بالفرض الٰہ بمعنی مالک اور حاکم کیجیے تو قرآن کریم کی ان آیات کا انکار لازم آئے گا جن میں مالک اور حاکم ہونا مخلوق کے لئے بیان کیا گیا ورنہ غیر اللہ کے لئے الٰہ ہونا معاذ اللہ ثابت ماننا پڑے گا۔
مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"فاسق موحد ہزار درجے بہتر ہے متقی مشرک سے۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۳)

قرآن کریم نے کافر کو بھی فاسق فرمایا ہے۔ مثلاً

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره ط انهم کفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فٰسقون .

(التوبہ، پارہ ۱۰، آیت ۸۴)

یعنی:

"اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول کے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے"

(کنز الایمان)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

ذالک بانهم کفروا بالله ورسوله والله لا یهدی القوم الفٰسقین o

(سورۃ الاعراف، پارہ ۸، ع ۲، آیت ۱۲)

یعنی:

"یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا"

(کنز الایمان)

یہاں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موحد بھی کافر ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ''کافر ہو سکتا'' ہی نہیں بلکہ موحد کافر ہو جاتا ہے۔ دیکھو! عزازیل جس کو ابلیس اور شیطان کہتے ہیں مشرک تو نہیں ہے بلکہ موحد ضرور ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

ابی و استکبر و کان من الکفرین

یعنی: ''منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا''

ابلیس پکا موحد تھا، کافر ہو گیا۔ اس نے تو صرف نبی کی تعظیم ہی سے انکار کیا تھا۔ مولوی اسمٰعیل نے تو لکھ دیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ یہ تو ماننے ہی کا انکار کر رہے ہیں۔ اسی لئے لکھ دیا کہ ''فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے''۔ شیطان نے کہا تھا:

انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین

(پارہ ۸، الاعراف، آیت ۱۲، ع ۲)

یعنی:

''میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے۔''

انداز بیان و طرز کلام ملاحظہ ہو۔ شیطان نے یہی کہا کہ میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں ''فاسق موحد ہزار درجے بہتر ہے متقی

مشرک ہے"۔ شیطان نے ایک درجہ دو درجہ نہ گنا۔مولوی اسمٰعیل نے ہزار درجہ کہہ دیا۔ البتہ متقی ہرگز مشرک نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذی جآء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون . (پارہ۲۴،الزمر،آیت۳۳)

یعنی:

"اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنھوں نے ان کی تصدیق کی یہی متقی ہیں"

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

واللہ ولی المتقین (پارہ۲۵،الجاثیہ،آیت۱۹،ع۲)

یعنی: "متقین کا دوست اللہ ہے۔"

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ان اللہ یحب المتقین (پارہ۱۰،التوبہ،آیت۷)

یعنی: "بے شک اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے۔"

چوتھی جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ان اولیاءہ الاالمتقون (پارہ۹،الانفال، آیت)

یعنی: "اس کے اولیاء تو متقی ہیں۔"

پانچویں جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ان العاقبته للمتقین (پارہ۱۲، الھود، آیت)

یعنی: "بے شک متقین کا انجام بہتر ہے۔"

متقین کے متعلق، قرآن حکیم میں بکثرت آیات موجود ہیں، ہماری پیش کردہ آیات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ:

۱۔ متقی وہ ہے جس نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی تصدیق کی ان کو جی و جان سے مان لیا۔
۲۔ متقی کا دوست اللہ ہے۔
۳۔ متقی کو اللہ محبوب رکھتا ہے۔
۴۔ بیت اللہ کی ولایت کا حق دار متقی ہے۔
۵۔ متقی کا انجام بہتر ہے۔

جو متقی ہے وہ مومن ضرور ہے۔ ہر مومن کا متقی ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً ایک مسلمان جو حرام کا مرتکب ہے وہ مومن تو ہوگا مگر متقی نہیں کہیں گے۔ الحاصل متقی اعلیٰ درجہ کے مومن کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الذین امنوا و کانوا یتقون ٥ لھم البشری فی
الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ط لا تبدیل لکلمٰت

اللہ ، ذالک ھو الفوز العظیم ○

(پارہ ۱۱، الیونس، آیت ۶۳-۶۴)

یعنی:

"وہ جو ایمان لائے متقی ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔"

مولوی شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"یہ اولیاء اللہ کی تعریف فرمائی، یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے۔"

(حاشیہ بر ترجمہ محمود الحسن)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے "متقی مشرک" کیوں لکھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل کا متقی مشرک لکھنا جائے تعجب نہیں کیونکہ متقی وہ ہے جس نے رسول کو مانا اور اسکی تصدیق کی جیسا کہ حوالہ آیت نمبر ۱ میں گزرا۔ اور اسمٰعیل صاحب نے صاف صاف فرمایا کہ "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان" (دیکھئے تقویت الایمان، صفحہ ۳۱) "اوروں کو ماننا خبط ہے" (تقویت الایمان، صفحہ ۱۸) اور متقی اللہ کو مانے، اللہ کے رسول کو مانے، اور فرشتوں کو مانے، قیامت کو مانے، اللہ تعالیٰ کی نازل فرمائی ہوئی سب کتابوں کو مانے۔ کما لا یخفٰی

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

''فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیک ط انه لا اله الا انا فاعبدون ہ ۔اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بیشک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے۔سو میری بندگی کرو۔ یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانئے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۲۷)

مولوی اسمٰعیل کی قرآن دانی اور ترجمہ کے مقابلہ میں ان کے چچا، شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں:

''اور نہ بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے، اے محمد ﷺ کسی نبی کو مگر کہلا بھیجا ہم نے ان کو یعنی سب نبیوں کو کہلا بھیجا، وہ کہ نہیں کوئی خدا مگر میں، تم پھر بندگی کرو میری۔''

(تفسیر موضح القرآن)

شاہ رفیع الدین صاحب جو اسمٰعیل صاحب کے چچا ہیں۔وہ ترجمہ کرتے ہیں:

''اور نہ بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی پیغمبر مگر وحی کرتے تھے ہم طرف اس کی یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر میں۔ پس عبادت کرو میری۔''

(ترجمہ شاہ رفیع الدین، تاج کمپنی، کراچی)

محمود الحسن شیخ الہند دیو بند ترجمہ کرتے ہیں:

''اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے سو میری بندگی کرو۔''

(ترجمہ محمود الحسن، تاج کمپنی، کراچی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، حکیم الامت دیو بند ترجمہ کرتے ہیں:

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔''

(ترجمہ اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی، کراچی)

ابوالکلام آزاد ترجمہ کرتے ہیں:

''اور اے پیغمبر! ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر ایسا نہیں

بھیجا جس پر اس بات کی وحی ہم نے نہ بھیجی ہو کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف میری ذات۔ پس چاہیئے کہ میری بندگی کرو۔"

(ترجمان القرآن۔ مکتبہ سعید، ناظم آباد ۲، کراچی)

یہ پانچ ترجمہ ہیں مگر ایک ترجمہ بھی اسمٰعیل صاحب کے موافق نہیں۔ یہ ترجمہ قرآنِ حکیم میں جدت طرازی اور بیباکی کا نشان ہے۔ اور لیجیئے مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

" وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ○
اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۱۶)

مولوی اسمٰعیل صاحب نے مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لئے لکھ دیا کہ "جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں"۔ یہ عبارت قرآنِ حکیم کے کس کلمہ کا ترجمہ ہے۔ موصوف کے چچا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ دیکھئے! فرماتے ہیں:

" اور نہیں مانتے بہت لوگ مکّے کے رہنے والوں سے

خدائے تعالیٰ کو ایک کر کے اور یہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ
شریک کرنے والے یعنی مکّے کے لوگ فرشتوں کو خدائے
تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں اور اولاد باپ کی ملک کی وارث
ہوتی ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کے ملک کا کوئی وارث نہیں
سب اس کے بندے اور محتاج ہیں۔"

(تفسیر موضح القرآن)

بحمدہ تعالیٰ دنیا میں کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھتا۔ مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کو
مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے کا ایسا جذبہ غالب آیا کہ ذوقِ بے خودی میں خود اپنے
آپ کو اور اپنے پیر سید احمد صاحب وغیرھم سب کو کافر بنا ڈالا۔ لکھتے ہیں:

"مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا نے کہ سنا میں نے پیغمبرِ خدا ﷺ سے کہ فرماتے
تھے کہ نہیں تمام ہوئے گا رات اور دن یعنی قیامت نہ آئے
گی یہاں تک کہ پوجیں لات اور عزیٰ کو۔ سو کہا میں نے
اے پیغمبرِ خدا! بے شک میں جانتی تھی کہ جب اتاری اللہ
نے یہ آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ الخ
کہ بیشک یوں ہی رہے گا آخر تک فرمایا۔ بیشک ہوگا اسطرح
جب تک چاہے گا اللہ پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی جان نکال

لے گی جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ بھر ایمان سو
رہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پھر
جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۶۴)

مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جس سے تمام ایمان والے (مومن) مر جائیں گے اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب اس حدیثِ پاک کو نقل کر کے اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخرِ زمانہ میں بھی قدیم شرک
رائج ہوگا۔ سو پیغمبرِ خدا ﷺ کے فرمانے کے مطابق ہوا۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۶۵)

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا ﷺ نے قیامت سے پہلے جس ہوا کے چلنے کی خبر دی تھی۔ وہ ہوا چل چکی ہے۔ اب ساری دنیا میں کافر ہی کافر رہ گئے۔ کوئی ایمان والا (مومن) باقی نہ رہا۔ عبارت پڑھئے اور اسمٰعیل صاحب کی بصیرتِ دینی کی داد دیجئے۔ موصوف نے یہ بھی نہ سوچا کہ ابھی اس دنیا میں ہمارے محترم شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور پیر سید احمد اور ان کے خلفائے نامدار اور مریدانِ باوقار اور خدامِ جاں نثار اور خود بہ نفسِ نفیس مولوی اسمٰعیل بھی موجود ہیں۔ سب کو بیک جنبشِ

قلم کافرو مشرک بناڈالا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مولوی اسمٰعیل دہلوی کا دین اور اللہ عزوجل کی جناب میں عقیدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"پس لانسلم کہ کذبِ مذکور محال بمعنی مسطور باشد الیٰ قولہ "الا" لازم آید کہ قدرتِ انسانی زائد از قدرتِ ربانی باشد۔"

(یکروزی، مطبوعہ فاروقی، صفحہ ۱۴۵، دیوبندی مذہب، صفحہ ۱۰۰)

یعنی ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ محال بالذات ہو ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی قدرت، خدا کی قدرت سے زائد ہو جائیگی۔ اسمٰعیل کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبوح وقدوس کا جھوٹ بولنا محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور اھلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبوح وقدوس کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ تفسیر ابو سعود میں ہے:

والکذب محال علیه سبحانه (تفسیر ابوسعود، صفحہ ۲۱۶، جلد ۴)

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

"بعد اخبار ممکن است کہ ایشان را فراموش گردانیدہ شود پس

قول بامکانِ وجوذ مثل اصلا منجر بتکذیب اضے از نصوص نہ گرود وسلبِ قرآنِ مجید بعدانزال ممکن است۔''

(یکروزی، مطبوعہ فاروقی،صفحہ۱۴۴)

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ ممکن ہے کہ خبر دینے کے بعد یہ آیت لوگوں کو بھلا دی جائے تو بندوں کا کسی آیت کو جھوٹا کہنا لازم نہ آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آیات کو بندوں کے دلوں سے بھلا دے اور وہ آیت بالکل محو ہو جائے۔اور سلبِ قرآن مجید بعدِ نزول ممکن ہے۔ پھر خدا کی کوئی بات ان آیاتِ کے خلاف کہہ کر ان آیات کو جھٹلا دے تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر بندے خدا کو کسطرح جھٹلائیں گے کسی کو اب وہ آیات یاد ہی نہیں جو خدا کو جھوٹا ثابت کرے۔ **(معاذ الله)**

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

''سو اللہ کے مکر سے ڈرنا چاہئے کہ بعضے وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے اور اس کے غیر سے سے مرادیں مانگتا ہے اور اللہ اس کے بہلانے کو مرادیں پوری کرتا ہے اور وہ یوں سمجھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں۔''

(تقویت الایمان، صفحہ٦٦)

معاذ الله ! استغفر الله ! مولوی اسمٰعیل صاحب نے اللہ سبحان وقدوس کا مکر ثابت کرنے کی دلیل بھی تحریر فرمادی۔ اللہ جلیل و جبار کی جناب میں اسمٰعیل صاحب

کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ ! استغفر اللہ ! اللہ نے مکر کیا۔ بندے کو دھوکا دیا۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

> ''جسطرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو (پھر چند سطر بعد) سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۴)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح بندے کو ظاہری چیز کے دریافت کرنے کے لئے راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کے لئے۔ تو جب تک نہ چاہے نہ دیکھے اور جب چاہے دیکھے۔ پس دیکھنے سے پہلے وہ اس شئے سے جاہل ہے جس کو اب تک نہ دیکھا ہو۔ اسی طرح معاذاللہ! استغفر اللہ ! اسمٰعیل صاحب کے نزدیک اللہ علیم و خبیر کہ جب تک دریافت نہ کرے۔ علمِ غیب سے بے خبر ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

> ''چور پر چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو

گیا سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ
کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے
اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و
وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا اور اسکے مقابلہ میں کسی کی حمایت
نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے
میرے حق میں کیا حکم فرما دے۔ سو اس کا یہ حال دیکھ کر
بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئینِ بادشاہت کا
خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے
دلوں میں اسکے آئین کی قدر گھٹ نہ جائے سو کوئی امیر و
وزیر اسکی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ
اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اسکی سفارش کا نام
کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ سو اس امیر نے
اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا
آشنا یا اسکی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی
سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو
چور کا حمایتی بن کر اسکی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو
جاتا ہے۔ اس کو ''شفاعت بالاذن'' کہتے ہیں یعنی یہ
سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے۔ سو اللہ کی جناب

میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۸۔۴۹)

اسمٰعیل صاحب کی اس طویل حکایت و تمثیل سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ معاذاللہ ! استغفراللہ ! اسمٰعیل صاحب نے خدا کو ایسا مجبور اور ڈرپوک ثابت کر دیا کہ وہ ایک چور کی تقصیر بھی معاف نہیں کر سکتا۔ پھر چور بھی کیسا، جو سب سے رشتہ توڑ کر اسی کا ہو رہے۔ اسی کا منہ تکے، پیشہ ور چور نہیں۔ شامتِ نفس سے قصور ہو گیا اب نادم ہے، شرمندہ ہے، آئینِ حکومت کو سر و آنکھوں سے تسلیم، اس کے سوا کسی کو اپنا حمایتی نہیں جانتا اس کی حالتِ زار سے خدا کے (معاذاللہ) دل میں ترس بھی آتا ہے مگر ڈرتا ہے۔ قصور معاف نہیں کر سکتا۔ ادھر ادھر کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ امیر و وزیر کی اوٹ پکڑتا ہے۔ مولوی اسمٰعیل کے دل میں اللہ قادر و قیوم کی یہ قدر ہے۔ یہ ہے اللہ جلیل و جبار کی شانِ اقدس میں مولوی اسمٰعیل صاحب کی عقیدت کا نمونہ۔ اس سے مولوی اسمٰعیل کی ایمانی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

انبیاء و مرسلین کی جناب میں مولوی اسمٰعیل کی عقیدت

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر

ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۹۰)

مولوی اسمٰعیل کے نزدیک نبی کا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسے قوم کے چودھری کا اور گاؤں کے زمیندار کا۔ اور فرماتے ہیں:

''اولیاء وانبیاء، امام، امام زادے، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۵)

مولوی اسمٰعیل کے نزدیک انبیاء علیھم السلام کا مرتبہ بڑے بھائی کی طرح ہے۔ باپ کے برابر بھی نہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

''اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۲۷)

مولوی اسمٰعیل صاحب نے صاف صاف لکھ دیا کہ مخلوق بڑا (جیسے انبیاء مرسلین و

ملائکہ مقربین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیھم اجمعین) ہو یا چھوٹا (عامتہ المسلمین، یا کافرو مرتدین) سب اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ ! استغفر اللہ) چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ چمار بھی تو مخلوق ہی ہے مگر وہ مولوی صاحب کے نزدیک اتنا ذلیل نہیں جتنے............

اور لکھتے ہیں:

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۷۹)

چمار بصورتِ آدمی تو تھا۔ اس سے زیادہ ذلیل کہہ کر پیٹ نہ بھرا تو ذرّہ ناچیز سے بھی کم نہیں بلکہ کم تر لکھ دیا کہ کسی طرح آتشِ حسد وعناد تو کم ہو۔ یہ ہے انبیاء و مرسلین علیھم السلام کی جناب میں مولوی اسمٰعیل صاحب کی عقیدت کا مختصر نمونہ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

سید المرسلین امام الانبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ کی جناب میں اسمٰعیل کی دریدہ دھنی:

اگرچہ انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سید الانبیاء سند الاصفیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

ﷺ بھی شامل ہیں مگر خاص طور پر سید المرسلین محبوب رب العلمین ﷺ کا ذکر ہے۔ بطورِ نمونہ ان مقامات میں سے چند عبارات منقول ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

"اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیویں کہ میں تمہارے نفع ونقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے۔ اور ہمارا شفیع بڑا محبوب۔ ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا۔ کیونکہ یہ بات غلط ہے۔ اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کہیں بچاؤ نہیں جانتا، سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۴)

عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اسمٰعیل صاحب کے نزدیک اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کو معاذاللہ اتنی بھی امید نہیں کہ خود کو عذابِ الٰہی سے بچا سکیں تو دوسرے کو کیا بچا سکیں گے مگر مولوی اسمٰعیل کے پیر و مرشد کو حکم مل گیا کہ تیرے ہاتھ پر جو شخص بیعت کرے گا اگرچہ لکھوکھا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے (دیکھئے کتاب صراطِ مستقیم، صفحہ ۲۸۱) دونوں جگہ خدا ہی کا حکم ہے سید الانبیاء حبیب کبریا ﷺ کو حکم دیا جاتا

ہے کہ لوگوں کو سنادو۔ اگر تم میرے اوپر ایمان لائے۔ میری امت میں داخل ہو گئے تو یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے بچالوں گا۔ مجھکو اپنا ہی ڈر ہے۔ میں اپنے کو نہیں بچا سکتا تو تم کو کیا بچا سکوں گا اور سید احمد کو حکم دیا جاتا ہے کہ جو شخص بھی تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ لکھو کھا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کی کفایت کریں گے۔ دونوں عبارتوں کے پیش کرنے والے اسمٰعیل ہی ہیں۔ یہ تو پوچھو کون سی آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے۔ مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں'

''سبحان اللہ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۰)

یہی مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے پیر و مرشد سید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں:

عنایتِ رحمانی اور تربیتِ ربانی بلا واسطہ آپ کے حال کی متکفل ہوئی اور پے در پے معاملات اور بے شمار واقعات وقوع میں آئے یہاں تک کہ ایک دن حضرتِ حق جل وعلا نے آپ کا داھنا ہاتھ خاص اپنے دستِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورِ قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع و بدیع تھی آپ کے سامنے رکھ کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی

ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔''

(صراطِ مستقیم، صفحہ ۲۸۰)

سید احمد کے لئے کسی واسطہ کی بھی ضرورت نہیں، نہ نبی کا۔ نہ جبرائیل کا اور خدا سے بے تکلفی ایسی کہ خدا خود اپنے خاص دستِ قدرت سے سید احمد کا ہاتھ پکڑے اور سید احمد کے حواس میں فرق بھی نہ آئے اور جنابِ رسولِ اکرم سیدِ عالم ﷺ پر **معاذاللہ** ایسا غضب وجلال کہ بات کرے بدوی، اور رعب وجلال سے بے حواس ہو جائیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ اسمٰعیل صاحب نے یہ تو فرما دیا کہ حضرتِ حق جل وعلا نے سید احمد کا داھنا ہاتھ خاص اپنے دستِ قدرت میں پکڑ لیا مگر یہ نہ بتایا کہ یہ کاروائی لامکاں میں ہوئی یا فرشِ زمین پر، کون گیا؟ کون آیا؟ **(معاذاللہ)**

سید احمد کے بارے میں مولوی اسمٰعیل کی یہ روایت یاد رکھیں پھر اس کے مقابلہ پر حضور سیدِ عالم ﷺ کے متعلق اسمٰعیل صاحب کی ہرزہ گوئی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۶۱)

عجیب ترفہ تماشہ ہے۔ سید احمد صاحب پر ایسا لطف وعنایت کہ رفیع وبدیع اشیاء ان کے حوالہ کردی جائیں اور **معاذ اللہ** محمد رسول اللہ ﷺ سے ایسا بغض وعداوت کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہ دیا جائے۔

حضور ﷺ کے بارے میں مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں:

''ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی''

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۶)

اور فرماتے ہیں:

''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۲)

یہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب کا ایمان کہ رسول کی خواہش نہیں چلتی۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ کسی چیز کے مختار نہیں مگر اپنے پیرو مرشد سید احمد کے لئے یہ سب باتیں ثابت ہیں۔ مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں:

''اس مقام کے لوازم میں سے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تائیدوں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب ہونا اور قبول ہونا اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔''

(صراط مستقیم، صفحہ ۱۳۱، ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور)

پیر کی تو ہر بات سُنی جائے، مقبول ہو جائے۔ وہ آفتوں اور بلاؤں کو دور کر دیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی خواہش نہیں پوری ہوتی۔ ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ان کو کسی چیز کا اختیار ہی نہیں بلکہ یہاں تک لکھ دیا:

''حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بعضی بات

دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم نہ ہوئی۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۵)

رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے مطابق باوجود عجز وانکسار۔ دعاواستفسار ان کو ایک بات بھی بتائی نہیں جاتی تو ان کی خواہش کے مطابق کوئی کام کیسے کیا جاسکتا ہے یا کوئی نعمت ودولت کا حصہ کیوں کر دیا جاسکتا ہے۔ انصاف پسند حضرات کے لئے ایک عبارت بھی کافی۔ ضدی ہٹ دھرم کے لئے دفتر ناکافی۔ حالانکہ اس قسم کی بہت سی عبارات مولوی اسمٰعیل کی تصانیف میں موجود مگر اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا اتنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولوی اسمٰعیل کے دینِ جدید کی محاکاتِ غریب

اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ ورسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے آئے تھے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۱۲)

اس سے معلوم ہوا حضور ﷺ صرف نادانوں (بے وقوفوں) اور جاہلوں کے لئے

تشریف لائے۔ اھلِ علم اور سمجھدار انسانوں کو حضور ﷺ کی حاجت نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل تو عالم تھے ان کو سید احمد صاحب سے بیعت ہونے کی کیا حاجت تھی جبکہ عالم اور عقلمند کو رسول اللہ ﷺ کی ضرورت نہیں؟ صاف صاف کہہ دیا کہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے کو آئے الخ۔ نیز یہ کہنا کہ اللہ اور رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے۔ عرب میں تو بڑے بڑے اھلِ علم تھے جن کو اپنے علم و کلام پر فخر تھا۔ پس ان لوگوں کے لئے محض کتاب ارسال کرنا ہی کافی تھا۔ رسولِ اکرم سیدِ عالم ﷺ کی تشریف آوری معاذاللہ عبث فرمائی۔ جو خدا بعثتِ رسول پر قادر ہے۔ وہ نزولِ کتب پر بھی قادر ہے کہ بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ پر عنایت فرما دیتا مگر اسی نے فرمایا: **یعلمھم** معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو تمام عالمین کے لئے معلم بنا کر بھیجا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

> ''سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر اور نادان۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۰)

بڑے بندوں میں انبیاء مرسلین اور ملائکہ و ملائکہ مقربین شامل ہیں اور اسمٰعیل صاحب سب کو مثل چھوٹے بندوں کے یکساں بے خبر اور نادان فرما رہے ہیں۔ اور خود ہی فرما چکے کہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے کو آئے اور اس عبارت میں **معاذ اللہ** پیغمبروں کو بھی نادان بے خبر کہہ دیا تو اب خبردار اور سمجھدار کون رہا جو راہ دکھائے۔ شاید اسمٰعیل اور ان

کے پیر ہی ہوں جب ہی تو لکھ دیا:

"اس طالب کے نفسِ کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں احدیت کے دریاؤں کی گہرائی میں کھینچ لے جاتی ہیں تو انا الحق (یعنی میں خدا ہوں) اور لیس فی جعنبی سوی الله (یعنی میرے ہر دو پہلو میں بجز اللہ کے اور کچھ نہیں) کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے۔"

(صراطِ مستقیم، صفحہ ۳۰)

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی کو بھی کسی کا کوئی معاملہ (خواہ نبی ہو) نہیں معلوم ہو سکتا۔ دوسرے کا حال معلوم ہونا تو کجا خود اپنا معاملہ ہی نہیں جانتا تو دوسرے کے معاملہ سے کیسے خبردار ہو جائے۔ یہ حکم تمام انبیاء و مرسلین علیھم الصلوٰۃ والتسلیم اور تمام اولیائے کاملین کے لئے ہے مگر سید احمد اور ان کے چیلوں کے لئے نہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

> ''پس زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ کے، جس مقام کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی شغل کی مدد سے وہاں کی سیر کرے اور اس جگہ کے حالات دریافت کر کے وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرے اور بعض اوقات ان سے بات چیت بھی میسر ہو جاتی ہے اور آئندہ یا گزشتہ یا دنیوی امر کی صلاح و مشورت معلوم ہو جاتی ہے۔''
>
> (صراط مستقیم، صفحہ ۲۰۱)

یہاں تو نہ وحی ہے نہ الہام نہ خدا کی حاجت نہ رسول کی ضرورت۔ صرف سید احمد اور ان کے خلفائے نامدار سے تعلق خاطر ہو وہ اس شغل کی مدد سے زمین و آسمان، جنت و دوزخ کی سیر کرے۔ وہاں کے لوگوں سے ملاقات کر کے ان سے بات چیت کرے آئندہ اور گزشتہ ہونے والے واقعات، خواہ دنیوی ہوں یا دینی۔ ان کے صلاح اور مشورہ سے واقف ہو جائے۔

یہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب کا دین جدید اور تعلیم سعید!! کہ تمام و کمال ہر ذات و نفس سے خواہ خالق ہو یا مخلوق، سب سے توڑ کر ایک سید احمد سے جوڑتے ہیں۔ بظاہر خدا کا نام بھی جپتے ہیں مگر وہ کون سا خدا ہے وہی نا کہ جس کا جھوٹ بولنا ممکن، جو ایک گونہ معذور بھی ہو۔ کسی عاجز بندے کی خطا بھی خوف سے معاف نہ کر سکتا ہو۔ امراء وزراء کا سہارا ڈھونڈتا ہو۔ گویا خدا کہتے ہیں مگر مراد اس سے اللہ سبوح و قدوس، قادر و قیوم نہیں۔

مولوی اسماعیل کے دینِ عجیب کے احکامِ غریب

مولوی اسماعیل صاحب لکھتے ہیں

ا......''شرک کیا ہے؟ سو سمجھنا چاہئے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابل جانے بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ھیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۸۔۱۹).

پھر لکھتے ہیں

۲......''جیسے بیماری و تندرستی، کشائش و تنگی، مرنا و جینا غم وخوشی سب کی ہر وقت اسے خبر رہتی ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل سے گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام

واامام زادے سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے
کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے
غرض اس عقیدے پر ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۱)

نیز اسماعیل صاحب لکھتے ہیں

۳...... ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی
کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی
حمایت نہیں کرسکتا یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں
بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی
کا مخلوق اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی
طاقت ثابت نہیں کرتے تھے یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر
و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفرو
شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا گو اس کا بندہ
و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۸)

پھر لکھتے ہیں

۴...... ''اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا روزی کی کشائش اور

تنگی کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی برُے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء واولیاء کی، پیروں شہید کی، بھوت وپری کی یہ شان نہیں (الی قولہ) یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھئے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۱)

پھر لکھتے ہیں

۵......''یعنی عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلائے سو اس فصل میں یہ مذکور ہے کہ قرآن وحدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کے لئے وہ کام نہ کیجئے کہ شرک لازم آئے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۵۶)

اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں

۶......''اس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور

اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انھیں کاموں میں سے ہے کہ
اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور
کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۵۸)

اور فرماتے ہیں

۷......''اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے
دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم کرتے
رہیں''

(تقویۃ الایمان ص ۲۳)

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں

''اور جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے
جائے ان کا ادب کرنا یعنی نہ ان پر سوار ہونا نہ لادنا......اس
قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بنائی ہیں''

(تقویۃ الایمان ص ۲۳)

ان عبارات میں مولوی محمد اسماعیل نے شرک کی باتوں کا ذکر کیا جو باتیں اللہ کے لئے
خاص ہیں وہ کسی اور کے لئے ثابت کرنا شرک ہے خواہ اپنی ذات سے سمجھے یا اللہ کی

عطا سے ہر طرح شرک ہے۔ غور طلب یہ امر ہے کے عبارت نمبر ۲ میں جن باتوں کا ذکر کیا آدمی کے حال کی ہر آن خبر رہنا اس کی بات کو سن لینا وہم وخیال پر مطلع ہو جانا سب کو خدا کے لئے خاص ٹھہرایا پس ہر آدمی کم از کم اپنے ان تمام حالات مذکورہ سے تو واقف ہے پھر کراماً کاتبین جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا وہ بھی ان حالات کو جانتے ہیں تو مولوی اسماعیل صاحب ان کو خدا کا رتبہ دیں گے نیز ہم پچھلے صفحات پر ذکر کر آئے کہ مولوی اسماعیل صاحب جن افعال اور اشیاء کو خدا کے لئے خاص ٹھہراتے ہیں اور اس کا ثبوت دوسرے کے لئے شرک بتاتے ہیں وہ خود مولوی اسماعیل اور ان کے یاران باوقار میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو ایک چیز کو شرک بتائیں پھر وہی چیز اپنے لئے ثابت فرمائیں مثلاً عبارت ۷ ثانی میں اللہ کے نام مخصوص جانور کا ادب کرنا اس پر سوار نہ ہونا نہ کچھ لادنا یہ غیر کے لئے شرک ہے مگر مولوی اسماعیل صاحب خود بنفسِ نفیس سید احمد کے خاص نقرئی گھوڑے پر ادب و تعظیم کی وجہ سے سوار نہیں ہوتے نہ کچھ لادتے ہیں بلکہ لکھنؤ سے دہلی تک پیدل جاتے ہیں اس کا مفصل حوالہ پیچھے گزرا اب کوئی پوچھے مولوی اسماعیل مشرک ہوئے یا نہیں۔ خود اپنے فتوے سے مشرک ہوئے۔ اور ملاحظہ ہو اسماعیل صاحب لکھتے ہیں

''بعضے کام تعظیم کے لئے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ان کو عبادت کہتے ہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۱)

پھر اسی سلسلے میں لکھتے ہیں

''ان کی قبر کو بوسہ دیوے مورچھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا
کرے......تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۲)

اسماعیل صاحب کے احکام غریبہ کی شان دیکھئے جو کام اللہ کی تنظیم کے لئے خاص وہ قبر کو بوسہ دینا اور قبر پر مورچھل جھلنا اور قبر پر شامیانہ لگانا بھی ہیں گویا یہ عبادات معاذاللہ اللہ کے لئے خاص۔ ہوسکتا ہے کہ اسماعیل صاحب اپنے خدا کی قبر سمجھ کر اسی طرح عبادت کرتے ہوں مگر مسلمانوں کا خدا حی و قیوم ہے نہ اس کے لئے موت نہ اس کی قبر وہ اس سے پاک ہے۔

اسی طرح عبارت نمبر ۶ میں غیر خدا کے سامنے ادب سے کھڑا ہونا شرک اس کو پکارنا شرک غور طلب یہ مسئلہ ہے کہ جب غیر خدا کے لئے محض قیام بھی شرک ہوا تو جو اس کے رو بروں قدموں پر سر رکھے وہ کیسے زبردست شرک میں گرفتار ہو گا۔ سید احمد صاحب کے خاص بڑے بھانجے سید محمد علی کا واقعہ گزرا کہ سید احمد کے رو برو گر کر ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اور ان سے عرض کیا (پورا حوالہ پیچھے گزرا) یہ کیسا شدید شرک ہے مگر تمام وہابیہ نے اس کو مسلم رکھا اور شیر مادر کیطرح پی لیا اور کسی نے بھی سید محمد علی کو مشرک نہ کہا نیز عبدالحئی اور مولوی اسماعیل کا ذکر کرتے ہوئے جعفر تھانیسری لکھتے ہیں

''یہ دونوں بزرگ (عبدالحئی و مولوی اسماعیل) آپ (سید

احمد) کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنے کو اپنا فخر دارین جانتے تھے۔''

(سوانح احمدی ص ۱۴۲)

مگر یہ شرک نہیں کیونکہ خود اسماعیل کا فعل ہے۔

اسی طرح عبارت نمبر ۴۔ میں اپنی خواہش سے مارنا، جلانا، روزی کشادہ کرنا حاجتیں بر لانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنا برے وقت میں پہنچنا وغیرہ وغیرہ سب شرک ٹھہرا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کو اچھا کر دینا مردوں کو زندہ کرنا محتاج بیان نہیں اس کا ذکر قرآنِ کریم میں موجود پس اسماعیل کے قریب قرآن بھی شرک کی دعوت دینے والا ہوا اور دفع شرک کے لئے اللہ کے حکم سے کہنا کچھ مفید نہ ہوگا کیونکہ اسماعیل صاحب نے صاف لکھ دیا کہ خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا اللہ کی عطا کی ہوئی، ہر طرح شرک ہے نیز اسماعیل صاحب خود اپنے پیر کے لئے ثابت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں

''اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔''

(صراط مستقیم ص ۳۱)

مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی (الی قولہ) گو اسکو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۸)

یہ حکم اغیار (غیروں) کے لئے ہے جیسے انبیاء اولیاء، پیروشہید، امام و امام زادے وغیرہ (تقویۃ الایمان ص ۲۱) ھوں مگر اپنوں یعنی سید احمد اور ان کے چیلے چانٹوں کے لئے نہیں ان کے لئے تو فرمایا جاتا ہے

''ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنیکے مطلق ماذون ومجاز ہوتے ہیں۔''

(صراط مستقیم ص ۱۷۴)

اس تصرف کا نفاذ بھی ملاحظہ ہو۔ علامہ جعفر تھانیسری فرماتے ہیں

''ایک سیاح پانی پتی کا بیان ہے کہ جب آپ (سید احمد) پانی پت میں پہنچے تو میں مرض گٹھیا میں مبتلا ہو کر بے دست و پا ہو رہا تھا اپنے بستر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا جب میرے کچھ

نصیب چمکے تو سید صاحب سے دوچار ہوگیا اس وقت آپ
نے فرمایا کہ اے جوان اٹھ ہمارے ساتھ جہاد کے واسطے
چل ۔ میں فوراً اسی وقت اچھا ہوگیا ۔ گویا کبھی مریض ہی نہ
ہوا تھا ۔"

(سوانح احمدی ص ۷۳)

اس کو سید صاحب کا تصرف کہئے بیمار کو اچھا کرنا یا مردہ کو زندہ کرنا کہئے یا کن فیکون کا جلوہ فرمایئے البتہ سید احمد کے لئے تصرف ثابت اور واقع ہے دوسرے کے لئے شرک، گویا اسماعیل صاحب کی وہ عبارت کہ تندرست یا بیمار کر دینا اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء پیر شہید بھوت پری کی یہ شان نہیں (الی قولہ) پھر خواہ یوں سمجھئے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان ص ۲۱) اب سید احمد صاحب کو خدا کہئے یا خدا کا شریک مانئے یہ آپ کی اپنی مرضی ۔

اس قسم کی متضاد عبارات مولوی اسماعیل صاحب کی تصانیف میں بکثرت موجود اگر ان کو یکجا کیا جاوے ایک دفتر بھر جاوے لہذا بطور نمونہ چند امثلہ پر اکتفا کیا صرف ایک دو عبارات اور ملاحظہ فرمایئے ۔ مولوی اسماعیل صاحب ایک حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہیں

"(حضور ﷺ نے فرمایا) جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ

کرے تو اسکو میں نے کہا نہیں فرمایا تو مت کرو۔ (پھر لکھا) یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

(تقویۃ الایمان ص ۸۶)

حدیث میں تو ایسا کوئی کلمہ نہیں کہ مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں اسماعیل صاحب نے اپنی طرف سے حکم جڑ دیا اور اس کا افترا بھی حضور ﷺ پر رکھ دیا پس مولوی اسماعیل صاحب حضور ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا بتاتے ہیں اور اپنوں کو لکھتے ہیں

"اگرچہ اللہ تعالٰی کے اولیاء اور مقبولوں کے لئے موت ایک ایسا پل ہے ان کو اپنے دوستوں تک پہنچا دیتا ہے اور ان کو ایسے انعام اور معارف عطا ہوتے ہیں کہ اس جہاں میں زندوں کو بہت کم ملا کرتے ہیں اس بنا پر ان کو زندہ کہنا چاہیے۔"

(صراط مستقیم ص ۹۷۔۹۸ ملک سراج الدین مطبوعہ نذیر پریس لاہور نومبر ۱۹۵۶ء)

ملاحظہ ہو کہ غیروں کے لئے یہ حکم کہ مر کر مٹی میں مل گئے اور اپنوں یعنی سید احمد اور ان کے چیلے چانٹوں کے لئے یہ حکم کہ وہ زندہ ہیں ان کو زندہ کہنا چاہیے۔

مولوی اسماعیل صاحب لکھتے ہیں

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

(تقویۃ الایمان ص ۶۱)

حضور سید عالم ﷺ کے لئے یہ حکم کہ وہ کسی چیز کے مختار نہیں اور اپنوں کے لئے فرماتے ہیں

''ان بزرگوں کو پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔''

(صراط مستقیم ص ۱۷۴)

اے للعجب! سید عالم سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو معاذ اللہ کسی چیز کا اختیار نہیں اور سید احمد اور ان کے خدام کو یہ اختیار عام کہ عرش سے فرش تک ان کی سلطنت بتائی جائے۔ یہ چند عبارات بطور نمونہ مشتے از خروارے منقول۔ ایمان والوں کے لئے کافی اور معقول۔ ضدی اور ہٹ دھرم کے لئے دفتر بھی بیکار اور فضول۔

اللہ قدیر و قیوم سے مقابلہ کرنا اور اس کے کلام قدیم کا رد

(۱) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

''وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون.

(المنفقون آیت ۸ پارہ ۲۸)

یعنی:

''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے
لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔''

مولوی اسمٰعیل نے کہا

''اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ
کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۷)

اس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ چمار اگر چہ کافر ہے اور کافروں میں ٹھاکر بھی ہوتے ہیں اور پنڈت بھی اور چمار کو ان سب سے زیادہ ذلیل کہا جاتا ہے اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق انبیاء و مرسلین علیھم الصلوٰۃ والتسلیم اور ملائیکہ وملٰئکہ مقربین (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ استغفر اللہ) چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں گویا اللہ کی شان کے آگے چمار اتنا ذلیل نہیں پھر ٹھاکر اور پنڈت کا کیا کہنا ہوسکتا ہے کہ چھوٹی مخلوق سے مراد اسمٰعیل صاحب کی مسلمان ہی ہوں۔

(۲) اللہ قوی العزیز فرماتا ہے

ان الذین امنو اوعملوا الصٰلحت اولٰئک هم
خیر البریة.

(البینہ آیت ۷ پارہ ۳۰)

یعنی ''بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔''

مولوی اسمٰعیل صاحب کہتے ہیں کہ

''سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص۷۹)

پہلے اسمٰعیل نے سب انبیاء و اولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا مگر جب دیکھا کہ چمار بھی بظاہر آدمی صورت ہے تو پھر کہہ دیا کہ سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ اللہ تو مسلمانوں کو تمام مخلوق میں بہتر فرما رہا ہے اسمٰعیل نے سب انبیاء اولیاء کو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر کہہ دیا۔ (استغفر اللہ و معاذ اللہ)

(۳) اللہ علیم و حکیم فرماتا ہے

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا.

(آیت اول، پارہ ۱۸)

ترجمہ ''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے

بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔''

(کنزالایمان)

اسمٰعیل کہتے ہیں کہ

''پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے کو اور جاہلوں کو سمجھانے کو اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۲)

اللہ تعالیٰ تو حضور ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا فرمائے۔ گویا حضور ﷺ تمام جہاں کے ہادی ہیں اور اسمٰعیل صاحب صرف نادانوں اور جاہلوں کو ھدایت کرنے والا بتاتے ہیں گویا اہل علم اور سمجھ دار لوگوں کو حضور ﷺ کی نہ تو حاجت ہے اور نہ وہ ان کو راہ بتانے والے ھادی۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ)

(۴) اللہ ملک الجبار فرماتا ہے

''یایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتٰب الذی نزل علی رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل ط ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا٥.

(النساء، پارہ ۵ رکوع ۲۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والوں ایمان رکھو اللہ اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اُتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔''

اسمٰعیل صاحب کہتے ہیں

''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔''

(تقویۃ الایمان ص ۳۱)

اور کہتے ہیں

''جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۷)

اور لکھتے ہیں

''اوروں کو ماننا خبط ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۸)

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اسکے رسول پر اور کتابوں پر اور جو نہ مانے اللہ اور اسکے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا یعنی اسلام سے دور و مہجور ہو گیا اسمٰعیل صاحب اس کا رد کرتے ہیں کہ

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ الحمد اللہ مسلمان تو کوئی ایسا نہیں جو کسی کو نہ مانے اور انکار کرے البتہ عزازیل جس کو شیطان اور ابلیس بھی کہتے ہیں وہ ضرور خدا کو مانتا ہے اور اسکے سوا کسی کو نہیں مانتا وہ پکا موحد ہے مشرک نہیں اسی لئے اسمٰعیل صاحب تحریر فرماتے ہیں

"اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس دنیا میں بلکہ شیطان بھی اسی میں پھر یوں سمجھئے کہ جتنے گناہ ان سب گناہ گاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب وتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔"

(تقویۃ الایمان ص ۳۲۔۳۳)

اور یہ ظاہر ہے کہ شیطان مشرک نہیں بلکہ موحد ہے اس کے گناہ بھی سب سے زیادہ کیونکہ بندوں کو بہکانے والا اور فریب دینے والا فزین **لهم الشیطن اعمالهم** ہر قسم کا گناہ کرنیوالا شیطان ہے تو سب سے زیادہ گناہ گار ہوا تو بقول اسمٰعیل سب سے زیادہ بخشش کا بھی مستحق ہوا۔ مولوی اسمٰعیل نے اس عبارت سے قرآن کریم کی متعدد آیات کا رد کر دیا جن میں شیطان کو ملعون اور جہنمی فرمایا گیا۔

(۵) اللہ ملک منان فرماتا ہے

''وتلک الامثال نضر بھا للناس وما یعقلھا الا العلمون ٥.''

(سورہ عنکبوت آیت ۴۳)

ترجمہ: ''ہم یہ کہاوتیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔''

یہ امثال و کہاوتیں یقیناً قرآن ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو عالموں کے سوا دوسرے لوگ نہیں سمجھتے مگر مولوی اسمٰعیل اس کا ردیوں کرتے ہیں۔

''اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو سمجھنے کے لئے بہت علم نہیں چاہئے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۲)

(٦) اللہ ملک قدوس فرماتا ہے

''مااتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا''

(سورہ الحشر)

ترجمہ ''جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔''

مولوی اسمٰعیل صاحب عادات میں شرک کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔

''کھانے پینے، پہنے میں اسکے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے

برتنے کواس نے فرمایا اس کو برتنا اور جو منع کیا اس سے دور
رہنا (یہ شرک ہے)۔"

(تقویۃ الایمان ۲۳)

اللہ عزیز وجلیل فرمائے کہ رسول جو دیں وہ لے لو جو حکم کریں اسکی تابع داری کرو جس سے منع فرمائیں اس سے بچو لیکن مولوی اسمٰعیل کہیں کہ جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا اور جس چیز سے منع کیا اس سے دور رہنا شرک ہے گویا اسکے خلاف کرے کہ توحید یہی ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"انا مکنا له فی الارض واتینٰه من کل شی سببا○"

(سورہ کہف۔ آیت ۸۴)

یعنی "ہم نے اس (ذوالقرنین) کو زمین میں قدرت دی
اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔"

اس آیت پاک میں اللہ جل مجدہ حضرت ذوالقرنین کو زمین میں تصرف کرنے کی خبر دیتا ہے تفسیر جمل میں ہے مکنا له امره من التصرف فیها کیف یشاء یعنی ہم نے اس کو زمین میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی جیسے چاہے تصرف کرے۔

مولوی اسمٰعیل فرماتے ہیں

''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی (الی قوله) گواس کواللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۸)

مولوی اسمٰعیل نے اپنی اس عبارت سے اس آیت کریمہ مبارکہ اور ان جیسی صد ہا آیات کا (جن میں بندوں کے تصرف کرنے کا ذکر ہے) رد کر دیا مثلاً سلیمٰن علیہ السلام کے بارے میں

''ولسلیمٰن الریح عاصفة تجری بامره الی الارض التی بارکنا فیها و کنا بکل شی علٰمین ٥ ومن الشیطین من یغوصون له ویعلمون عملا دون ذالک و کنا لهم حفظین ٥

ترجمہ: ''اور مسخر کر دی ہم نے سلیمٰن کے لئے تیز ہوا کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کے عالم میں ہیں اور ہم نے شیطانوں میں سے ان کو مسخر کیا جو سلیمان کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم ان کے حافظ تھے۔''

اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں **واذ تخلق من الطین کھیئة الطیر باذنی** اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق **فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت** اور **واترک البحر رھوا .**

اور آصف برخیا کے بارے میں **قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یر تدالیک طرفک** وغیرہ کا رد کر دیا.

یہاں یہ عذر قابل سماعت نہ ہوگا کہ مخلوق کے لئے اللہ جل مجدہ کا عطا کیا ہوا تصرف ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ اسمٰعیل صاحب نے صاف صاف لکھ دیا

> ''پھر خواہ یوں سمجھئے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۱)

(۸) اللہ غنی وحمید ارشاد فرماتا ہے

''**اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ**''

یعنی ''ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔''

اغنٰھم اللہ کافی تھا مگر اللہ عزوجل نے **ورسولہ** بیان فرما کر واضح کر دیا کہ رسول بھی غنی کر دیتے ہیں بلکہ جن کو اللہ غنی کرتا ہے رسول کی وساطت سے غنی کر دیتا ہے۔اور

ظاہر ہے کہ جو دوسروں کو غنی کر دیگا وہ خود بھی غنی ذی اختیار ہو گا ورنہ غنی نہیں کر سکتا

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

”ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون O“

یعنی:

”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے کہ ھمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اسکا رسول دے گا ہمیں اللہ کی طرف رغبت ہے۔“ (کنزالایمان)

نیز اللہ جلیل جبار فرماتا ہے

”واما السائل فلا تنھر“

(الضحیٰ، پارہ ۳۰)

یعنی ”اور سائل (مانگنے والا) منگتا کو نہ جھڑکو۔“

مخفی نہ رہے کہ مانگا اسی سے جائے گا جس سے ملنے کی اُمید ہو اور جس سے ملنے کی اُمید نہ ہو اس سے مانگنا عبث اور ملے گا اسی سے جس کو دینے کا اختیار ہو اور جس کو دینے کا اختیار نہ ہو یا دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ دے ہی نہیں سکتا اس سے معلوم ہوا

کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ مانگنے والوں کو دیتے ہیں اور دینے کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔
مولوی اسمٰعیل صاحب نے ان اور ان جیسی بہت سی آیات کا رد کر کے لکھ دیا کہ

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۶۱)

گویا مولوی اسمٰعیل تقویۃ الایمان لکھنے نہ بیٹھے بلکہ ردِ قرآن لکھنے بیٹھے اللہ مالک الجبار کا مقابلہ کرنے اور اس کے فرمان واجب ایقان کو جھٹلانے کا سامان لیا۔ غور فرمائیے اغنٰھم میں عموم اطلاق اسی طرح اتٰھم میں بھی اصلاح کسی شے خاص پر منطوق نہیں نہ کسی شے سے مقید بلکہ اس کے عموام میں ہر شے داخل۔ پس اسمٰعیل صاحب نے بھی ہر شئے کی نفی کر دی کہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ کیسا سخت مقابلہ ہے یہاں نفی وہاں اثبات یہاں انکار وہاں اقرار کی معرکہ آرائی ہے۔
نیز اللہ ملک المنان فرماتا ہے۔

"انا اعطینک الکوثر "

اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں (کوثر) بے شمار خوبیاں
عطا فرمائیں۔"

(کنز الایمان)

اور کوثر سے مراد خیر کثیر ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوثر ھوالخیر الکثیر کلہ (کبیر) چنانچہ ہر قسم کی خوبی بھلائی خیر اس کے عموم میں داخل ہے۔ صاحب روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تحت

فرماتے ہیں۔

ولاظھر ان جمیع نعم اللہ داخلة فی الکوثر ظاھرة الباطنة فمن الظاھرة خیرات الدنیا والاخرہ ومن الباطنة العلوم اللدنیة الحاصلة بالفیض الا لھی بغیر اکتساب بواسطة القوی الظاھرة والباطنة ۔یعنی زیادہ ظاہراورراجح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں ظاہرہ ہوں یا باطنہ الکوثر میں داخل ہیں نعمِ ظاہرہ میں دنیاوآخرت کے انعامات داخل ہیں اورنعمِ باطنہ میں وہ علوم ومعارف لدنیہ داخل ہیں جومحض خداوندی فیض سے حاصل ہوئے ظاہری اور باطنی قوتوں اورحواس کوان کے حاصل کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔

سوچوتوسہی جس کواللہ ملک الوھاب تمام نعمتیں عطافرمادے اس کو کچھ اختیار نہ ہوگا اگر اختیار ہوتو عطانہ کرنا ہی عبث ٹھہرا جس نے تمام نعمتیں عطا فرمائیں اس نے مختار بھی بنایا۔اسمٰعیل صاحب نے بیک جنبش قلم ان آیات متکاثرہ ونصوص متواترہ کورد کر کے لکھ دیا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(۹)اللہ تعالیٰ نے فرمایا

”یصاحبی السجن اماا حد کما فیقی ربہ خمرا ع

واما الاخر فيصلب فتاكل الطير من راسه ط

یعنی:

''(یوسف علیہ السلام نے فرمایا) اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔'' (کنزالایمان)

یوسف علیہ السلام آئندہ حوادثات کی خبر دے رہے ہیں ایک کو زندگی اور دوسرے کو موت کی اطلاع دے رہے ہیں اور جیسا فرمایا آئندہ ویسے ہی ہوا۔

خضر علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"واما الغلم فكان ابواه مومنين فخشينا ان يرهقهما طغيانا و كفرا o"

''اور وہ جو لڑکا تھا اسکے باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔''

(کنزالایمان)

خضر علیہ السلام آئندہ ہونے والے مکروہات کا اندیشہ ظاہر فرما رہے ہیں اور لڑکے کو قتل کر کے اس کے والدین کو سرکشی اور کفر سے بچا رہے ہیں

نیز فرماتا ہے

"واما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدنیة
وکان تحته کنز لهما وکان ابوهما صالحا ‏ؕ"

ترجمہ: "رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور ان کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔"

خضر علیہ السلام کتنے پاشیدہ امور کی خبر دے رہے ہیں

ا۔ دیوار دو یتیم لڑکوں کی۔

ب۔ زیر دیوار خزانے کی۔

ج۔ باپ کے صالح ہونے کی۔ ظاہر ہے ان کا باپ وفات پا چکا تھا قبر اور برزخ کا معاملہ کسے معلوم کہ کس حال میں وفات پائی خضر علیہ السلام نے ابوهما صالحا فرما کر اس کی حقیقت بیان فرما دی۔

یہ آیات اور ان جیسی دیگر آیات کریمہ کا رد کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں

"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسروں کا۔"

(تقویۃ الایمان ص۴۲)

حالانکہ یوسف علیہ السلام نے ایک ساتھی کی موت کی اطلاع اور دوسرے کو زندہ رہنے کی

بشارت سنائی خضر علیہ السلام نے لڑکے کے آئندہ افعال اور اس کے انجام کی اور یتیم لڑکوں کے حال اور ان کے فوت شدہ باپ کی اطلاع بخشی کیا یہ معاملات اللہ نے اپنے بندوں سے نہیں کئے مگر اسمعیل صاحب نے ان سب کا رد کر دیا اور دوسری جگہ لکھ دیا کہ

> ''یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۱)

(۱۰) اللہ ملک العلام فرماتا ہے

"ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ۝"

(والضحیٰ، آیت ۵)

یعنی:

> ''اور بے شک قریب ہے کہ (اے محبوب) تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔''

(کنزالایمان)

نیز جب حضور ﷺ نے چاہا کے ہمارا قبلہ کعبہ کو بنا دیا جائے تو اللہ عزیز و منان نے فرمایا

"فلنو لینک قبلة ترضٰها فول وجهک شطر المسجد الحرام" (البقرہ ۱۴۴)

یعنی:

"تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلے کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد الحرام کی طرف۔"

ان آیات شریفہ کا رد کرتے ھوئے مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں

"رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

(تقویۃ الایمان ص ۸۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

"ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی۔"

(تقویۃ الایمان ص ۳۶)

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی اس عبارت سے ان جیسی متعدد آیات کریمہ کا رد کر دیا قرآن حکیم کے تالی پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اللہ سبوح وقدوس نے اپنے پیارے انبیاء علیہ السلام کے چاہنے کے مطابق وہ نشانیاں دکھلائیں جن کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پر بنی اسرائیل کو مرے پیچھے زندہ کرنا اور فرمایا ثم بعثنکم من بعد موتکم۔ اسی طرح ابراھیم علیہ السلام کی خواہش پر پرندوں کو دوبارہ زندہ کرنا

وغیرہ وغیرہ شاہد وعادل ہیں مگر اسمعیل صاحب کسی کی پرواہ نہیں کرتے ان کا حکم ہوگیا اگر کوئی دلیل پوچھ لے تو تلوار سے سر قلم کر دیا جائے جیسا کہ مذکور ہو چکا تلک عشرہ کاملہ۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے یہ دس امثال پیش خاطر نیک دل انصاف پسند کے لئے ایک ہی کافی بے دین ضدی ہٹ دھرم کے لئے مجموعہ قرآن بھی ناکافی۔

مولوی اسمعیل کا مذہب اور مسلک

پچھلے صفحات پر منقولہ عبارات سے اسمعیل صاحب کا دین اور ایمان تو ظاہر ہوگیا اب ہم وہ عبارات نقل کرتے ہیں جن سے اسمعیل صاحب کا مذہب اور مسلک معلوم ہو جائے جس طرح اہل سنت میں جو مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیرو ہے وہ حنفی مذہب پر اس مسلک کا پیرو ہے اور جو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کا پیروں ہے وہ مسلک مالکی اور شافعی مذہب کا پیرو شافعی اور حنبلی مذہب کا پیرو حنبلی کہلاتا ہے یہ سب مقلد اپنے امام کے مذہب پر ان کے مسلک کے عامل ہیں۔ مولوی اسمعیل صاحب کسی امام کے مقلد نہیں غیر مقلد ہیں مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری غیر مقلد لکھتے ہیں

> ''صدہا مولوی اور عالم کابل اور قندھار اور ثمر قند اور ماوراء النہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں آپ (اسمٰعیل) سے بحث کرنے کو آئے تھے چنانچہ ایک

ہفتہ تک یہ بحث رہی آخر کو وہ سب مولوی لا جواب ہو کر عدم
وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے۔''

(سوانح احمدی ص ۱۴۷)

اس حقیقت واقعہ کو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ تھانیسری صاحب نے کتنا سچ فرمایا اگر یہ واقعہ سچا ہوتا تو ان علاقوں میں غیر مقلدین کی اکثریت ہوتی اور سید احمد کی حکومت مگر معاملہ اس کے برعکس ہے غیر مقلدین کی اکثریت تو ہندوستان میں بھی نہیں جہاں تمام عمر اسمعیل صاحب نے بحث ومباحثے میں گزاری بلکہ اقل تعداد میں نظر آتے تھے طرفہ مولوی صاحب کو قتل بھی اسی علاقے کے پٹھانوں نے کیا جیسا کہ آگے آتا ہے اگر اکثریت غیر مقلدین کی ہوتی تو اسمعیل صاحب کو پٹھان ذبح نہ کرتے البتہ اس روایت سے اسمعیل صاحب کے غیر مقلد ہونے کا ثبوت ضرور فراہم ہو گیا اور تمام غیر مقلدین ان کی ذات شریفہ کی پیداوار ہیں۔تھانیسری صاحب لکھتے ہیں۔

''جب تنویر العینین فی اثبات رفع یدین آپ (اسمعیل)
نے لکھی اس وقت شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی عبد
القادر صاحب دونوں زندہ تھے جب شاہ صاحب علیہ الرحمہ
نے اس کتاب کو دیکھا بہت پسند کیا۔''

(سوانح احمدی ص ۱۴۷)

مسئلہ رفع یدین پر شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ عبد القادر صاحب کا واقع ارواح ثلٰثہ

سے پچھلے اوراق میں اثر فعلی کا مصدقہ پیش کیا جا چکا ہے جس میں شاہ عبد القادر صاحب نے برجستہ فرمایا کہ ''بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ الخ'' مگر یہ خوب واضح ہو گیا کہ آج سارے غیر مقلد اسمعیل کی پیروی میں رفع یدین کرتے ہیں۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری، اسمعیل صاحب کے پیرو اور غیر مقلد ہیں چنانچہ اس کی مداح میں لکھتے ہیں۔

''تیسری کتاب تنویر العینین فی اثبات رفع یدین ہے اس کتاب میں آپ (اسمعیل) نے بہت سی صحیح صریح غیر منسوخ حدیثوں کو جمع کر کے ثابت کیا ہے کہ رفع یدین سنت غیر موکدہ ان سنتوں میں سے ہے جن سے قرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے رفع یدین کرنے والا ثواب پاوے گا۔''

(سوانح احمدی ص ۱۴۸)

مولوی محمد جعفر تھانیسری اس سلسلے میں فرماتے ہیں

''تنویر العینین کے خاتمے میں آپ (اسمعیل) نے لکھا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں دونوں طرف دلائل قوی ہیں لیکن طرفین کے دلائل میں تامل کرنے سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اسکی ترک

سے۔اور پھر آپ (اسمٰعیل) نے لکھا ہے کہ اسی طرح آمین
پکار کر کہنا آہستہ کہنے سے اولیٰ و افضل ہے کیونکہ جہر کی
روایتیں بہت آئی ہیں۔''

(سوانح احمدی ص ۱۴۸)

آج بھی سارے غیر مقلد اسمٰعیل صاحب کے اس حکم کی تعمیل میں سرگرم عمل ہیں۔
معلوم ہوا کہ اسمٰعیل صاحب وہابی غیر مقلد بلکہ تمام وہابیہ دیوبندی اور غیر مقلدین
کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ وہابی ہونے کے ناطے ان سب کے امام ہیں بلکہ غیر مقلدین
کا وجود ان کی ذات پر موقوف۔ یہ نہ ہوتے تو ہندوستان میں غیر مقلدین اس طرح نہ
پھیلتے۔ مولوی عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں۔

''پٹنہ کے مولوی ولایت علی معرکہ بالاکوٹ میں موجود نہ تھے
موصوف مولانا اسمٰعیل شہید کی اس جماعت کے خاص رکن
تھے جو مولانا شہید نے حجۃ اللہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل
کرنے والی ایک جماعت بنائی جو لوگ رفع یدین کرتے
اور آمین بالجہر کیا کرتے تھے۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۴۰)

معلوم ہوا کہ فرقہ غیر مقلدین کی بنیاد اسمٰعیل صاحب نے ڈالی اس سے قبل ہندوستان

میں غیر مقلد رفع یدین کرنے والے اور امین بالجہر پکارنے والے نہ تھے اگر ہوتے تو اس جماعت کو تشکیل دینے کی حاجت پیش کیوں آتی۔

مولوی اسمٰعیل کی شہادت کا فسانہ

سارے وہابی، غیر مقلدین ہوں یا دیو بندی، مودودی ہوں یا تبلیغی سب یہی کہتے ہیں کہ سید احمد اور اسمٰعیل فی سبیل اللہ جہاد میں کفار (سکھوں) کے ہاتھ مارے گئے چنانچہ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

''(اسمٰعیل) فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید ہوئے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ مبوب کامل ص ۴۲)

آیئے اس شہادت فی سبیل اللہ کا جائزہ لیں اور معتبر راویانِ وہابیہ سے اسکی سند لیں۔
وہابیہ کے نقیب ثانی مولوی عبدالرحمٰن گیلانی لکھتے ہیں

''افسوس! یاغستان کے چند امیروں نے جن کا اقتدار اسلامی مساوات کی وجہ سے خطرے میں پڑ گیا تھا آپ (اسمٰعیل) سے غداری کی آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی تو انھوں نے مغلوب ہو کر معافی مانگ لی لیکن پھر بھی وہ اپنی خباثتوں سے باز نہ آئے سید صاحب نے جب یہ

صورت حال دیکھی تو کشمیر کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا غدار امیروں نے موقع کو غنیمت جان کر سکھ حکومت سے ساز باز کر لی اور راستے میں بالاکوٹ کے مقام پر مجاہدین کی طرف سے محاصرہ کر کے انھیں جنگ پر مجبور کر دیا اس سفر، بے سروسامانی اور اتفاقیہ جنگ میں مجاہدین کی یہ مٹھی بھر جماعت کفر و ضلالت کے مقابلے کی تاب نہ لا سکی اور یہ مجاہد اعظم (اسمعیل) جنگ کرتے ہوئے اپنے مرشد سمیت ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ ۵۲ سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔''

(مقدمہ تقویۃ الایمان ص ۷ دس پورہ لاہور)

واقعہ کچھ بھی ہو مگر اس سے واضح ہو گیا کہ یہ جنگ یاغستان کے امراء اور مولوی اسمعیل کے درمیان حسد و عناد کی بنا پر ہوئی۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے ان کو کافر کہئے یا مشرک مگر تھے وہ مسلمان ہی وہابی نہ تھے نقیب وہابیہ عبدالرحمٰن گیلانی کی کذب و افتراء کا بین ثبوت ان کے مرشد سید احمد کا ان کے ساتھ قتل ہونا ہے جیسا کہ عبارت اپنے مرشد سمیت الخ اس پر دال ہے حالانکہ کتب وہابیہ میں سید احمد کا فرار اور غائب ہو جانا مذکور ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''تذکرۃ رشیدیہ'' و ''ارواح ثلٰثہ'' اور ''شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک'' وغیرھم بلکہ بعض وہابیہ تو سید صاحب کو اب تک زندہ مانتے ہیں اور رافضیوں کی طرح ان کی آمد کے منتظر ہیں دیکھو ''شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک''

وہابیہ کے مجدد جدید مسٹر مودودی عنید فرماتے ہیں

"دونوں (اسمعیل اور سید احمد) لیڈر غالبًا اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ سرحد کے لوگ چونکہ مسلمان ہیں اور غیر مسلم اقتدار کے ستائے ہوئے بھی ہیں اس لئے وہ اسلامی حکومت کا خیر مقدم کریں گے اسی وجہ سے انھوں نے جاتے ہی وہاں جہاد شروع کر دیا اور جتنا ملک قابو میں آیا اس پر اسلامی خلافت قائم کر دی لیکن بالآخر تجربے سے ثابت ہو گیا کہ نام کے مسلمانوں کو اصلی مسلمان سمجھنا اور ان سے مدد کی توقعات رکھنا جو اصلی مسلمانوں سے پوری ہو سکتی تھی محض ایک دھوکا تھا۔"

(تجدید احیائے دین ص۱۲۲۔۱۲۳)

ملاحظہ فرمایئے مولوی رشید احمد گنگوہی جن کو کفار اور عبدالرحمٰن کفر و ضلالت کا نام دے رہے ہیں مودودی صاحب ان کو نقلی مسلمانوں کا خطاب دے رہے ہیں اور نام کا مسلمان بتاتے ہیں کیونکہ اصلی مسلمان تو وہابی ہوتا ہے ان عبارات کو ذہن شریف کے گوشے میں محفوظ رکھیئے اور اپنے حافظہ کی پچھلی عبارت "تذکرۃ الرشیدیہ" اور "ارواح ثلٰثہ" کی لایئے کہ سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خاں، حاکم یاغستان سے کیا۔ اب نتیجہ نکالیئے تو معلوم ہو جائے گا کہ جہاد مسلمانوں سے تھا اور ان میں مسلمانوں کے

ہاتھوں قتل ہوئے جس کو مولانا فضل احمد صاحب نقشبندی لدھیانوی فریاد المسلمین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

"(سید احمد) ۱۲۴۴ھ میں چار پانچ ہزار (افراد) کو ساتھ لے کر بمبئی گئے پھر سندھ کے ملک سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچ گئے ان دنوں ملک پشاور میں امیر دوست محمد خاں صاحب بہادر مرحوم کی عملداری کمزور اور بے بندوبست تھی یار محمد خاں بھائی امیر موصوف کا ناظم تھا سکھوں کی فوج اس ملک میں دھاوا کرتی پھرتی تھی اول اول تو ناظم پشاور اس قافلہ علمائے ہندی کو واعظان دین سمجھ کر کچھ مزاحم یا معاون ان کا نہ ہوا پھر پیری مریدی کے طریق سے اپنے گروہ کو تقویت دینے لگے اور ملکی جرگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کرتے رہے مگر ان کی عادت جبلی سے خلیفہ (سید احمد) صاحب کو علم نہ تھا ایک گروہ عظیم کے بھروسے پر جو لاکھ آدمی سے زیادہ تھا مطمئن ہو کر اپنے مشیروں کی صلاح سے خطاب امیر المومنین قبول کیا اپنی خلافت شرعی کی کاروائی شروع کر دی اور شاہ بخارا اور امیر کابل کو اپنی استعانت کے بارے میں مراسلے روانہ کئے مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کو دعوت اسلام کا پیغام دیا امرائے نامدار اور علمائے لاہور کو مطلع

کیا کہ امیر المومنین سے بیعت حاصل کرو جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب ان کی طرف متوجہ نہ ہوا تب انھوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اس فتوائے تکفیر کے اجراء سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علماء ناراض ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو۔ تم سے بیعت کرنی روا نہیں۔"

(انوار آفتاب صداقت ص ۴۹۳ بحوالہ فریاد المسلمین ص ۹۸)

معلوم ہوا اصل بنائے مخاصمت و جہاد مذہب وہابیہ پر ایمان لانا تھا مگر جب اس مذہب نامہذب کو کسی نے قبول نہ کیا تو ان پر کفر کا فتوی لگا کر ان سے جہاد کیا گیا۔ منشی محمد حسین صاحب رئیس قصبہ منٹھور ضلع بجنور لکھتے ہیں۔

"جب اختلاف مذہبی میں بحث شروع کی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر جس قدر امام اور اولیاء اللہ خاندان قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ میں گزرے ہیں ان کو ملحد اور مشرک اور بدعتی امین بالجہر کی طرح پکار کر کہنا شروع کر دیا۔"

(فریاد مسلمین ص ۱۱۳، امتیاز حق ۱۱۰)

دوسری بڑی وجہ جو بیان کی جاتی ہے وہ خواتین پر بالجبر قبضہ و نکاح ہے کیونکہ یہ لوگ

عورتوں کے نہایت شوقین تھے سید احمد صاحب کی پہلے ہی دو(۲) عورتیں تھیں اور دو سے اور نکاح کر لیا مولانا قاضی فضل احمد صاحب نقشبندی لودھیانوی لکھتے ہیں۔

> ''خلیفہ (سید احمد) صاحب نے شرعی حکومت کے زور سے ان لڑکیوں کا نکاح حکماً کرنا چاہا بلکہ دس بیس لڑکیوں کے نکاح مجاہدین وغیرہ سے کرا دیئے اور خود بھی برضامندی سرداران جرگہ اپنے دو نکاح کئے مگر وہ جرگہ کہ ان سے سرکش ہو گیا اور مدت تک ان پر جہاد ہوتا رہا بہت کچھ جدال وقتال کی نوبت پہنچی مگر وہ ان سے مغلوب نہ ہوا ایک روز بہت سی ملکی مجمع کر کے مولوی اسمٰعیل صاحب خود ان کے مقابلے کو گئے لڑائی شروع ہوتے ہی مولوی صاحب کی پیشانی پر گولی لگی اور شہید ہو گئے۔''

(انوار آفتاب صداقت ص ۴۹۴ بحوالہ فریاد المسلمین ص ۱۰۲)

غور کیجئے اور دماغ پر زور دیجئے مسئلہ یہاں سے حل ہو جاتا ہے اگر ان خواتین کے خاندان والے جن سے سید احمد صاحب نے نکاح کیا راضی تھے پھر تو عداوت اور قتال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ دو خاندان معاون بن جاتے۔ معلوم یہ ہوا کہ جرگہ کے بعض سرداروں کی مرضی کے مطابق نکاح کر لئے حقیقتہً ورثاء اور والدین ان خواتین کے راضی نہ تھے جس کی بنا پر وہ جرگہ ان کا دشمن بن گیا۔ اب رہا سوال جہاد اور

شہادت کا تو مسلمان سے قتال حرام ہے اگر سید صاحب کے نزدیک وہ کافر تھے تو کافروں سے نکاح کیونکر حلال ہوگیا اگر وہ مسلمان تھے تو مسلمانوں سے جہاد کیساان دونوں صورتوں میں سید احمد اوران کے رفقاء سب کے سب مجرم اور افغانی پٹھان بے گناہ ثابت ہوتے ہیں سید صاحب کے مدح خوان مولوی عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں۔

''اس میں شک نہیں کہ افغان شرفاء دوسری مسلم قوموں کے شرفاء سے رشتہ ناطہ کرنا معیوب نہیں سمجھتے۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک ص۱۱۶)

مگر اصل بات یہ تھی یہ وہابی لوگ ان کی لڑکیوں پر بالجبر قبضہ کر لیتے تھے یہی مولوی فرماتے ہیں۔

''یہ (وہابی) لوگ مستقل طور پر افغانی علاقہ میں رہنے لگے تو ان کے شادی بیاہ افغانوں کے ساتھ ہونے لگے مگر خرابی یہ ہوئی کہ امیر شہید کے دعوائے خلافت کی اشاعت کرنے والے ہندوستانی اپنی حاکمانہ قوت دکھا کر بہ جبر افغان لڑکیوں سے نکاح کرنے لگے۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک، ص۱۱۶)

شیخ سعدی فرماتے ہیں

''اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی: برآورند غلاماں او درخت از بیخ کے ماتحت جب سید

صاحب نے دولڑکیوں پر قبضہ کرلیا تو انکی سپاہ نے بھی بالجبر قبضہ کر کے نکاح کرنا شروع کر دیئے اگر سید احمد جبریہ نکاح نہ کرتے تو کسی لشکری کی مجال نہ تھی کہ وہ ایسا کرتا۔

ان حضرات کی شوقین مزاجی کا حال ان ہی کے چاہنے والے مرزا حیرت کی زبانی سنئے مرزا حیرت دہلوی فرماتے ہیں۔

> ''ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں نہیں ہونا چاہئے آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے تھے اس کے سوا ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔''

(حیات طیبہ ص ۳۶۵ امتیاز حق ص ۱۱۴)

اللہ انصاف! نکاح میں ایجاب وقبول شرط جب شرط مفقود تو نکاح کیسا کہ جس سے نکاح وہ راضی نہیں مگر ہوس زانی اور شہوت پرستی کا کیا علاج۔ مزید امیر المومنین کا سروں پر سایہ اسلام سے بغاوت اور مسلمانوں پر ظلم واستبداد کی اس سے زیادہ گھنونی مثال کیا ہوگی کہ شرفاء اسلام کی دختران باعصمت پر بالجبر قبضہ کر کے نکاح کا نام دو اور اختلاف اور انکار کی صورت میں ان پر جہاد کرو۔ دراصل خواتین کی طلب اور ہوس نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ فاضل ادیب مولوی محمد علی صاحب قصوری جو غیر مقلدین اور جماعت اہلحدیث کے رہنما بھی ہیں لکھتے ہیں۔

"(جماعت کے امیر نعمت اللہ) عورتوں کے بے حد شوقین
تھے تین تو انکی نکاحتہ بیویاں تھیں اور دس بارہ نہایت
خوبصورت لڑکیاں بطور خادماؤں کے رکھتے تھے امیر حبیب
اللہ خان کی طرح امیر نعمت اللہ کا بھی زیادہ وقت انہیں
نوجوان لڑکیوں سے لہو ولعب میں گزرتا تھا (پھر لکھتے ہیں)
امیر صاحب کی خادماؤں میں سے کوئی لڑکی حاملہ ہو جائے تو
اس کے بچے کو پیدائش کے بعد گلا گھونٹ کر چپکے سے دریا
برد کر دیتے امیر صاحب کی عادت تھی کہ ان خادماؤں کو اکثر
بدلتے رہتے تھے۔"

(امتیاز حق ص ۱۱۵۔۱۱۶ بحوالہ مشاہدات کابل یاغستان ص ۱۱۱)

نیز لکھتے ہیں

"رحمت اللہ بھی اپنے بھائی کی طرح بہت بدچلن اور آوارہ
مزاج نوجوان تھا اگر امیر نعمت اللہ کو لڑکیوں کی رغبت نے
معطل کر رکھا تھا تو انہیں نوجوان لڑکوں کی محبت نے دنیا و مافیا
سے بے خبر بنا رکھا تھا۔"

(امتیاز حق ص ۱۱۵-۱۱۶ بحوالہ مشاہدات کابل یاغستان ص ۱۱۰)

برسبیل تذکرہ مجاہدین ملت وہابیہ کی عیاشیوں کا ایک نمونہ ضمناً نقل کر دیا آمدم برسر مطلب مولوی اسمٰعیل صاحب سرحدی مسلمانوں افغانی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

مولوی عبیداللہ سندھی بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں مگر وہ قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''اس قصہ کی ابتداء خویشگی کے اس خاں سے ہوئی جس کی لڑکی کا جبراً نکاح ہوا تھا اس میں سب سے پہلے آگے خٹک کا خان تھا جس سے خویشگی خان نے صلح کر لی تھی واقعات یوں ہیں کہ ان ہر دو خواتین کی باہمی پشتینی دشمنی تھی لیکن خویشگی کے خان کی لڑکی کا ایک ہندوستانی سے جبراً نکاح کیا گیا تو اس نے خاں خٹک سے کہا کہ میں نے اب اپنا دعویٰ چھوڑ دیا ہے اب سوال ننگ افغانی کا ہے ہماری اب باہمی صلح ہے تم میری مدد کرو خاں خٹک کی نوجوان لڑکی تھی یہ پیغام پہنچتے ہی اس نے اپنی دوشیزہ لڑکی کو مجلس میں بلایا اور سر دربار اس کے سر سے کپڑا اتار دیا اور کہا کہ آج سے تیری کوئی عزت باقی نہیں رہی اور جب تک اس افغان لڑکی کا انتقام نہیں لیا جاتا تیری عزت ہیچ ہے اس کے بعد خاندان خٹک کی یہ لڑکی اس فتنہ کے خاتمے تک ننگے سر رہی ہوتا یہ کہ

رات کو ایک جماعت اس کے ساتھ ہو جاتی اور ایک گاؤں میں عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے پشتو میں ننگ افغانی کے نام سے لوگوں کو بھڑکاتی دوسری رات یہ دوسرے گاؤں میں جاتی اس طرح اس نے تمام افغانی علاقہ میں شورش برپا کردی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک معین رات میں امیر (سید احمد) شہید کے تمام مقرر کردہ اہل مناصب افغانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور اس انقلابی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک ص ۱۲۳-۱۲۴)

مولوی عبیداللہ ان ہی وہابیہ کے حلقہ بگوشوں میں ہیں وہ قتل اسمٰعیل کی داستان وہابیہ کے رنگ میں سنا گئے جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل غیور پٹھانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مولوی اسمٰعیل کے قتل سے سید احمد کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور ان کو بھاگتے ہی بن پڑا مولانا

قاضی فضل احمد صاحب لودھیانوی فرماتے ہیں۔

''ان (اسمٰعیل) کے شہید ہوتے ہی غازی پسپا ہوئے یوسف زئی خاطر خواہ فتح یاب ہوئے خلیفہ کے مال و جان کے ایسے دشمن ہو گئے کہ پھر وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا خلیفہ صاحب نے بیدل ہو کر فرمایا جو دولہا برات کا تھا وہ مارا گیا

اب امید کامیابی کی نہیں معلوم ہوتی۔''

(انوار آفتاب صداقت ص۴۹۴ بحوالہ فریاد المسلمین بلفظہ ص۱۰۲)

ان عبارات نے مبلغ وہابیہ عبدالرحمٰن گیلانی کی دیانت کا بھانڈا پھوڑ دیا جو لکھتے ہیں کہ اپنے مرشد سمیت شہید ہو گئے حالانکہ اسمٰعیل مارے گئے اور سید صاحب روپوش ہو گئے جیسا کہ آئندہ آتا ہے مولوی عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں۔

''امیر (سید احمد) شہید اس واقعہ سے کہ انکے مقرر کردہ قاضی مفتی حاکم سپاہی غرض انکی اس نواح کی ساری جماعت قتل کر دی گئی تھی بہت متاثر ہوئے اور موصوف نے اپنا فوجی مرکز کشمیر میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک ص۱۲۵)

سید احمد صاحب تکوی رائے بریلی ، پیر مولوی محمد اسمعیل دہلوی

سید احمد اور اسمعیل دہلوی مودودی صاحب کی نظر میں :-

سید احمد اور مولوی اسمعیل کے بارے میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں

> ''سید (احمد) صاحب اور شاہ اسمٰعیل صاحب دونوں روحاً اور معنیً ایک وجود رکھتے ہیں اور اس وجود متحد کو میں مستقل بالذات مجدد نہیں سمجھتا بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تجدید کا نتیجہ سمجھتا ہوں ان حضرات کے کارنامے کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے عامہ خلائق کے دین واخلاق اور معاملات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور جہاں جہاں ان کے اثرات پہنچ سکے وہاں زندگیوں میں ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا کہ صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہوگئی۔''

(تجدید واحیائے دین ص ۱۱۵)

کہ علانیہ لڑکیاں چھینی جانے لگیں زبردستی نکاح ہونے لگے پھر بھی صحابہ کرام علیہ

الرضوان سے مماثلت ۔خیر یہ مودودی صاحب کا اپنا معیار ہے جس شر کو چاہیں خیر فرمادیں جس بت کو چاہیں خدا بنا دیں ابھی تو ان حضرات کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے برابر ہی بتایا ہے اب مزید ترقی عطا فرماتے ہیں۔

''ان (سید احمد اور اسمٰعیل) کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا انہوں نے ٹھیک اسی طرز کی حکومت قائم کی جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا گیا وہی فقیرانہ امارت وہی مساوات وہی شوریٰ وہی عدل وہی انصاف وہی حدود شرعیہ وہی مال کو حق کے ساتھ لینا اور حق کے مطابق صرف کرنا وہی مظلوم کی حمایت اگر چہ ضعیف ہو اور ظالم کی مخالفت اگر چہ قوی ہو وہی خدا سے ڈر کر حکومت کرنا اور اخلاق صالحہ کی بنیاد پر سیاست چلانا غرض ہر پہلو میں انہوں نے اس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا جو صدیق وفاروق نے کی تھی۔''

(تجدید واحیائے دین ص۱۱۶-۱۱۷)

نوٹ: جس کا قدرے نمونہ اوپر گزرا ایسی مناسبت ہے؟

تقابل:

مودودی صاحب اپنے امامین کبریٰ مقتدایان فضلہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور انکے پیر

ومرشد سید احمد تکوی کو سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولیٰ المسلمین سیدنا علی المرتضی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر منصب پر ہرگز راضی نہیں وہ ابھی صحابہ کرام میں داخل کر کے اب انکا منصب و مقام کم از کم صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے برابر ٹھہراتے ہیں بلکہ ان سے بھی اونچا اور ارفع واعلےٰ لیجانا چاہتے ہیں کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت حضور اکرم سید عالم ﷺ سے منتقل ہو کر پہنچی اس خلافت کے قیام میں انکا اپنا کوئی ذاتی کردار نہ تھا نیز ان کے نکوکار متقی پرہیز گار صحابہ کرام ایک لشکر جوار وہ زمانہ خیر القرون میں جاری اور یہاں سید صاحب اور اسمٰعیل صاحب نے کفر وضلالت کے زمانہ میں ازسرنو تعمیر ملت کی اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بنیاد رکھی یہ حقیقی کمال ہے کہ وہ کہ جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسا سخی اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شجاع اس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو قائم بھی نہ رکھ سکے چہ جائیکہ بنا رکھنا۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

''ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کیوجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئیں تھیں اس لئے انکے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل

گیا حضرت عثمان نے اپنا سر دے اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا اس بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگر انکی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی آخر کار خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور ختم ہو گیا۔''

(تجدید واحیائے دین ص ۳۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کو حضور اکرم سید عالم محبوب کبریا نبی الانبیاء ﷺ کا فیض صحبت حاصل انکا تقویٰ وطہارت ضرب المثل ان کی محبت وایثار کی مثال آج دنیا میں مفقود ان نفوس قدسیہ کا ٹھاٹھیں مارتا لشکر عظیم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولیٰ المسلمین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور خلافت راشدہ اپنے پورے شباب اور کامل بساط کے ساتھ آپ کی طرف منتقل کی گئی مگر یہ حضرات بقول مودودی بسعی ہزار و کوشش بسیار اس خلافت راشدہ کو علیٰ حالہ باقی بھی نہ رکھ سکے اور اسلامی نظام اجتماعی میں جاہلیت (کفر) داخل ہو گئی ان کے سروں کا نذرانہ اور جانوں کی قربانیاں بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکیں حتیٰ کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور ختم ہو گیا۔ سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کارکردگی کا نقشہ جیسا کہ مودودی صاحب نے حکم لگایا کہ جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا وہ ان خصوصیات کے حامل نہ

تھے الخ یہ تھا مودودی صاحب کے کلام کا اصل منشا یہاں چند امور قابل غور ہیں۔

اولاً: لفظ جاہلیت مودودی صاحب کی زبان میں کفر خالص کا نام ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب مودودی عرفان فی تفہیم القرآن۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی نظام اجتماعی میں جب کفر داخل ہو گیا تو وہ نظام اجتماعی اسلامی کیونکر رہا۔

ثانیاً: جب نظام اجتماعی کفر ہو گیا تو خلافت اسلامی کا نام کیونکر دیا گیا چہ جائیکہ اس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا گیا۔

ثالثاً: نظام اجتماعی میں کفر کا داخلہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی ہو گیا تو اس کے بعد دور ذوالنورین میں ہی خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہو جانا تھا چہ جائیکہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زمانہ میں خلافت کہنا۔

رابعاً: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب خلافت منتقل ہوئی تو اس کے نظام اجتماعی میں کفر داخل ہو چکا تھا لہذا یہ خلافت اسلامی نہ تھی پھر شہادت مولیٰ المسلمین علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہو جانا کیا معنی۔

خامساً: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ تک خلیفۃ المسلمین رہے ان کے دور خلافت کو کیا نام دیں گے مورخین اسلام نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت راشدہ میں شمار فرمایا جیسا کہ تاریخ کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ یہ ہے وہابیوں کا مبلغ علم تفقہ فی الدین کہ اپنے گنوار جاہلوں کو نبی بنائے بلکہ انبیاء سے اوپر لے جاتے ہیں حوالہ جات کچھ گزرے کچھ آئندہ آتے ہیں اور اللہ کے پیاروں کو

(استغفر اللہ معاذاللہ) خاک میں ملاتے ہیں۔

سید احمد کی تاریخ ساز شخصیت:

سید احمد کے باپ کا نام سید محمد عرفان تھا یکم محرم الحرام ۱۲۰۱ھ قصبہ تکیہ ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے قصبہ تکیہ کی نسبت سی انکوتکوی اور رائے بریلی کی نسبت سے بریلوی کہا جاتا ہے۔ سید احمد کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے مولوی محمد جعفر تھانسیری یکم محرم ۱۲۰۱ھ اور مولوی محمد علی صاحب مخزن حکمت صفر ۱۲۰۱ھ تحریر فرماتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں

> ''اس کمترین پر خدا تعالی کی بے شمار نعمتیں ہیں اور سب سے بڑی نعمت ھادی زمانہ مرشد یگانہ حضرت سید احمد صاحب کی محفل ہدایت منزل میں حاضر ہونا ہے۔''
>
> (صراط مستقیم ص ۱۳)

مولوی اسمٰعیل صاحب اس عبارت میں فرماتے ہیں کہ اس کمترین پر اللہ تعالی کی بے شمار نعمتیں ہیں مثلا اسلام، ایمان، قرآن انبیاء و مرسلین اولیائے کاملین سب ہی نعمت الٰہیہ ہیں مگر سب سے بڑی نعمت میری وہ حاضری ہے جو سید احمد کی محفل میں ہے کیونکہ میری حاضری کو سید احمد صاحب کی محفل سے نسبت اور محفل کو سید صاحب سے

نسبت اس سے سید صاحب کے مراتب علیہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس درجہ اعلیٰ وارفع ہے دوسری تمام مخلوق حتیٰ کہ انبیاء مرسلین علیھم الصلاۃ والتسلیم اور اولیائے کاملین علیہ الرحمتہ الرضوان کے بارے میں فرماتے ہیں

''سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۷۹)

تو ضرور سید احمد اس سے خارج کیونکہ وہ سب سے ارفع واعلیٰ ہیں معاذ اللہ استغفر اللہ العظیم -مولوی اسمعیل صاحب فرماتے ہیں۔

''ایک دن حضرت حق جل وعلا نے آپ (سید احمد) کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا۔''

(صراط مستقیم ۲۸۰)

آپ ہی موازنہ فرمائیں کہاں انبیاء مرسلین علیھم الصلاۃ والتسلیم کو (معاذ اللہ) ایک ذرہ ناچیز سے کم تر بتایا جائے اور سید احمد کا خدا خود اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر گفتگو کرے بیان کیا جائے یہ انبیاء مرسلین علیھم الصلاۃ والتسلیم کی توہین اور سید احمدی ثنائے مبین اور ثبوت نبوت کی تلقین ہے۔ ماسوا اس عبارت کے کئی جگہ سید احمد کی نبوت کی تمہید ڈالی اور اوصاف انبیاء کو منطبق فرمایا مثلاً اسمعیل صاحب لکھتے ہیں

''سرور وابتہاج کی خلعتیں اور ہم کلامی اور سرگوشی کے سروپا

ہاتھ آتے ہیں۔''

(صراط مستقیم ص ۲۹)

اللہ تعالی سے ہم کلامی اور سرگوشی سوائے انبیاء و مرسلین کے اور کس کو میسر وہ بھی سب کو نہیں جن کو اپنے فضل سے نوازے دوسری جگہ کہتے ہیں

''کبھی کلام حقیقی بھی ہو جاتا ہے۔''

(صراط مستقیم ص ۲۴۴)

یہ سید احمد کو نبی بنانا نہیں تو اور کیا ہے۔
اس قسم کی اور بہت سی عبارات اسی کتاب نا مستقیم مسمی صراط مستقیم میں مذکور ہیں۔ اسمعیل صاحب کی اتباع میں تمام ملت اسمعیلیہ وہابیہ نے سید صاحب کی نبوت کو تسلیم کیا اور کسی نے ان اور ان جیسی عبارات پر نہ تو کوئی احتجاج کیا اور نہ انکار بلکہ اس کو سراہا گیا مولوی محمد جعفر تھانسیری لکھتے ہیں۔

''حضرت آدم سے لے کر سید صاحب تک جس قدر ہادی من اللہ مدرسہ وہبی سے تعلیم پا کر اس دنیا میں آتے رہے انکی شرافت قوی (غالبًا اسرائیلی یا قریشی) اور حالات طفولیت اور کیفیت تحصیل علوم ظاہری اور طرزِ معاشرت اور سادگی تحریر و تقریر و طریقہ تعلیم اور نشر ہدایت اور فیض باطنی اور قوت جاذبہ اور نفرت از حب دنیا و طلب جاہ اور غلبہ ایثار

اور صبر وتحمل اور قناعت وعفت اور شجاعت اور ظہور کرامات اور خرق عادات ٹھیک ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ سید صاحب کی ذات بابرکات میں ان خوبیوں کا جمع ہونا اس سوانح میں بیان ہوا (لا تجد لسنتنا تحویلا) پس اب یا آئندہ جو کوئی سچا ہادی تعلیم یافتہ اس وہبی مدرسہ کا دنیا میں آوے گا تو اس کی ذات مقدس میں یہی علامات جمع ہونگی جس سے انکی شناخت میں کچھ دھوکا نہیں ہوسکتا چونکہ واقفان علم سیر اور تواریخ اسلام پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے زمانہ سے لے کر اس وقت بیسیوں آدمی یا تو بوجہ خلل دماغ یا بغرض طلب دنیا دعویدار کاذب نبوت، مہدیت مسیحت ہوکر بمجوائے کریمہ جاء الحق وزھق الباطل ذلیل وخوار بھی ہوتے رہے ہیں۔''

(سوانح احمدی ص ۲۴۶)

تھانسیری صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے بھی انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اوس مدرسہ وہبی کے تعلیم یافتہ اس دنیا میں تشریف لائے ان کے اوصاف وکمالات بعینہ وہی تھے جو سید صاحب کے ہیں۔ حضور اکرم سید عالم ﷺ کے بعد کتنے ہی لوگوں نے دعوائے نبوت کیا مگر جن لوگوں میں وہ اوصاف جو سید

صاحب کی ذات میں مجتمع اور موجود تھے ان میں نہ بمجوائے پائے گئے آیۃ کریمہ جاء الحق الباطل کے ذلیل وخوار ہوئے اگر صداقت انبیاء کو پرکھنا ہے تو سید صاحب اوصاف کے اوصاف جلیلہ سے ان کو پرکھو اگر وہ سید صاحب کے اوصاف جمیلہ کے مطابق ہیں تو سچے ورنہ جھوٹے ہیں۔

تھانسیری صاحب کی اس عبارت کا ہر لفظ سید صاحب کی نبوت پر دلیل ساطع اور براہین قاطع ہے۔ کیا اب بھی سید صاحب کے نبی ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔ ہے کوئی دیوبندی مودودری، تبلیغی ندوی، مقلد وغیر مقلد جس نے ان عبارات خبیثہ کا نوٹس لیا ہو یا احتجاج کیا ہو یا کم از کم اس کا انکار ہی کیا ہو ھاتو ابرھانکم اور لیجئے یہی مولوی تھانیسری لکھتے ہیں

> ''جبکہ وہ (نصاریٰ) اپنے پیران پیر مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کی سوانح کا مقابلہ کریں گے تو مابین ہر دو سوانح کے سر مو تفاوت نہ پائیں گے بلکہ وقت موازنہ جان لیں گے کہ مسیح اور سید صاحب ایک ہی شاہراہ کے راہ رو اور ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔''

(سوانح احمدی ص ۲)

معاذاللہ انصاف کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اور سید صاحب میں کیا فرق رہا (معاذ اللہ) یہ سید صاحب کی نبوت کا پرچار نہیں تو اور کیا ہے۔

سید احمد کی ظاہری تعلیم و تربیت:

یہی مولوی جعفر تھانسیری رقمطراز ہیں

''صاحب مخزن احمد یہ جو سید صاحب کے بھانجے اور ہمسن
اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے لکھتے ہیں کہ جب آپ کا سن
شریف چار سال چار ماہ چار یوم کو پہنچا تو موافق معمول شرفاء
ہند کے آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو واسطے تعلیم کے
ایک مکتب میں بٹھلا دیا مگر آپ کو تحصیل علم کی کچھ رغبت نہ تھی
اس کی طرف بالکل توجہ نہ کرتے تھے ہر چند آپ کا استاد اور
باپ بھائی آپ کی تحصیل علم کے واسطے کوشش کرتے تھے مگر
اس کا کچھ اثر آپ پر نہ ہوتا تھا آثار امیّت مثل نبی امی جو
بطور میراث آپ کی جبلت میں امانت تھے روز بروز ظاہر
ہونے لگے تین برس آپ مکتب میں رہے مگر چند سورۃ قران
کے آپ کو کچھ بھی یاد نہ ہوا۔''

(سوانح احمدی ص ۴)

مکتب کی علت اور استاد کی وساطت سے چند سورتیں یاد تو ہو گئیں امیت کہاں رہی؟
مولوی اسمٰعیل صاحب تو پیدائشی امی مانتے ہیں لکھتے ہیں۔

''آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے

جناب رسالتماب علیہ افضل الصلواۃ والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لئے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر کے دانشمندوں کی راہ روش سے خالی تھی۔"

(صراط مستقیم ص ۱۴)

سید محمد علی صاحب بھی یہی الاپتے ہیں

"ہر چند استاد ایشاں در بارہ تعلیم جدو جہد بکارمی برد اثری برآن مرتب نمی شدو درآمدن طفلی اثر میراث امیت کہ او نبی الامی حضرت حق تعالیٰ کردر جبلت شریف ودعیت نہادہ روز بروز ظہورمی نمود تا آنکہ بمدت سہہ سال درمکتب نشتند بجز چند سورہ قرآن شریف بھزارسعی اوستادفریادنگشت۔"

(مخزن احمدی ص ۱۲)

سید محمد علی صاحب کو بھی بعد فراہم ثبوت امیت اس کا اعتراف ہے کہ تین سال تک مکتب میں پڑھتے رہے استاد کی کوشش بسیار کے باوجود بھی اثر تعلیم کا کچھ نہ ہوا سوائے اس کے کہ چند سورتیں قرآن کی یاد ہوسکیں معلوم ہوا کہ ان ہی عبارات سے دلیل امیت کے گلے پر چھری پھر گئی اور جہالت ثابت ہوگئی اگر بالفرض یہ جہالت

دلیل امیت تھی تو یہ چند سورۃ قران بھی نہ یاد ہونا چاہیئے تھا کہ امی تھے مگر اب امی نہ رہے کہ استاد کی کوشش بسیار سے چند سورتیں یاد ہو گئیں اور فیض استاد مکتب ہوا اگر چہ تھوڑا ہو وہ بقدر ہمت اوست نیز اگر جہالت مطلقہ کو دلیل امیت قرار دیا جائے تو دو پہر کے وقت ہاتھ میں چراغ لیکر جاہل گنوار اور اجڈ کو ڈھونڈا جائے پس جو بھی گنوار اجڈ مل جائے نبی الامی کی میراث امیت کا لیبل چسپاں کر دیا جائے۔

جہالت کو دلیل نبوت بتائیں
بتوں کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں

اب ایک مختصر بات اپنے حلقہ بگوش وہابی مرزا حیرت کی بھی سن لیجئے وہ سید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"(سید احمد) کی بچپن میں کیا پوری عنفوان جوانی میں بھی لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع نہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ انتہائی غبی اور کند ذہن ہونے کی وجہ سے علم کی دولت سے کورے ان پڑھ رہے۔"

(دنیائی اسلام کے اسباب زوال ص ۹۰، بحوالہ حیات طیبہ ص ۲۷۱)

مرزا صاحب کی اس عبارت نے سید صاحب کی ردائے نبوت پوشاک ادیت کو تار تار کر دیا اور جہالت کے چہرہ کا نقاب الٹ دیا مگر یار لوگ وہی گائے جاتے ہیں بلکہ

انکوصفات نبوت سے متصف کرتے ہیں چند حوالہ جات اوپر گزرے۔

سید صاحب کی تربیت روحانی:

"آپ (سید احمد) نے طریقہ نقشبندیہ میں مولانا (شاہ عبدالعزیز) صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہا تو اس وقت مولانا ممدوح نے فرمایا کہ اگرچہ اس صاحب باطن کو واسطے اختیار کرنے طریق رشد وہدایت کے وسیلہ کی احتیاج نہیں مگر اہل ظاہر کے نزدیک ہر چیز کے واسطے ایک سبب بھی ضروری ہے پس فقط واسطے رفع حجت اہل ظاہر کے بیعت لے لیتا ہوں۔"

(سوانح احمدی ص ۸)

معلوم ہوا سید صاحب کو رشد وہدایت کے لئے وسیلہ کی ضرورت نہیں ان کو سب کچھ بلا وسیلہ ہی حاصل ہو چکا ہے بیعت صرف اہل ظاہر کی رفع حجت کے لئے کی گئی سید صاحب اس رفعت مکان اور امتیازی شان میں منفرد ہیں اسمعیل صاحب سے پوچھو انبیاء علیہم السلام کو بھی یہ رتبہ حاصل نہیں مولوی اسمعیل فرماتے ہیں

"اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر کر دیتا ہے سو یہ اپنے ارادے کے موافق نہ ان کی

خواہش پر چنانچہ حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ
بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم
نہ ہوئی۔''

(تقویت الایمان ص ۳۵)

مگر سید صاحب کو پہلے ہی سے سب کچھ معلوم ہے ان کو کسی کی حاجت نہیں۔ انبیاء علیھم السلام حاجتمند اور منتظر مگر ان کی خواہش پوری نہیں ہوتی مولوی اسمعیل صاحب لکھتے ہیں۔

''پیغمبروں کی وحی میں غلطی نہیں پڑتی سو وہ انکے قابو میں
نہیں اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے سو بتادیتا ہے انکی
خواہش نہیں چلتی۔''

(تقویۃ الایمان ص ۳۶)

اولیاء و متوسلین میں ایک قدیمی طریقہ شغل برزخ جاری اور ساری ہے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ بھی اس کے قائل۔ جب شاہ صاحب نے سید صاحب کو اس شغل کی طرف متوجہ کیا تو سید صاحب نے اس کو شرک صریح فرما کر ہرگز نہ کیا سید محمد علی صاحب فرماتے ہیں

''شغل برزخ کہ عبارت از تصور تصویر شیخ در مراقبہ کہ در اکثر
طریق اولیاء اللہ معمول است ارشاد فرمودند بجرد ذکر

آنجناب سید المجاہدین (سید احمد) بالحاح تمام ولجاحت
مالاکلام استفتی تقصیر نمودہ درخدمت پیر دستگیر معروض داشتند
کہ فرق در اصنام پرستی کہ بدترین طرق کفر وشرک است
واین شغل چیست امام المحدثین (شاہ عبدالعزیز) این بیت
مشہور حافظ شیراز علیہ الرحمہ بزبان آوردند بیت بمی سجادہ
رنگین کن گرت پیر مغاں گوید۔ کہ سالک بیخبر نبود ز راہ ورسم
منزلھا۔ سید المجاہدین (سید احمد) عرض کردند کہ اگر حکم حق
مینوشی کہ گناہ کبیرہ است ارشاد پناہی باین کمینہ اشارہ از و
اینک موجودم ودر عمل تصور تصویر شیخ خصوصاً درغیبت شیخ
واستعانت وتوجہ از ان جستن بعینہ صنم پرستی کہ شرک صریح
است ہیچگونہ اقدام، جسارت ہرگز ہرگز کرون نمی توانم"

(مخزن احمدی ص ۱۹-۲۰)

معلوم ہوا کہ سید صاحب کی بیعت حصول ارشاد وہدایت کے لئے نہ تھی بلکہ شاہ صاحب کو ارشاد وہدایات کی تعلیم دینے کے لئے تھی کیونکہ پہلے ہی سے تمام اوصاف کمال کے جامع تھے اس عبارت میں چند امور غور طلب ہیں۔

اولاً، سید محمد علی صاحب کو یہ اعتراف ہے کہ شغل برزخ اولیاء اللہ کا معمول ہے چنانچہ اقرار کرتے ہیں طریق اولیاء اللہ معمول است

ثانیاً: سید محمد علی، شاہ عبدالعزیز صاحب کو پیر دستگیر بتاتے ہیں جو علت وہابیہ خصوصا

اسمعلیہ میں شرک ہے دستگیر کا معنی دست گیری کرنے والا مدد فرمانے والا مصیبت میں کام آنے والا اور یہ سب امور شرک ہیں حوالہ جات اوپر گزرے۔

ثالثا: سید صاحب اس شغل کو بت پرستی کی طرح فرماتے ہیں اور بت پرستی یقیناً شرک ہے۔

رابعا: سید صاحب شراب جیسی ام الخبائث کو پینے کے لئے تیار ہیں مگر اس شغل کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

خامسا: بت پرستی کے مرتکب اور اس کو پسند کرنے والے اور اس کو جائز جاننے والے اور حکم دینے والے سب کے سب مشرک ہوئے اور سید محمد علی بتا چکے ہیں کہ یہ شغل اولیاء اللہ کا معمول ہے تو سید صاحب کے اس قول سے سارے اولیاء اللہ مشرک ٹھہرے اور شاہ عبدالعزیز صاحب بھی مشرک ہوئے اور شرک عبادات کو تباہ، اعمال کو برباد کر دیتا ہے اسمعیل صاحب لکھتے ہیں۔

> ''مشرک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ اللہ اس سے بیزار ہے۔''

(تقویت الایمان ص ۲۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

> ''شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں۔''

(تقویت الایمان ص ۳۴)

سب سے بڑا سخت مسئلہ یہ ہے کہ

ا......شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ جب مشرک ہوئے تو سید صاحب کی بیعت کیسے قائم رہی

ب......اور پھر یہ شرک آج کا نہیں بلکہ پہلے سے شاہ صاحب میں موجود تو مشرک سے بیعت کیسے ہو گئی۔

ج......پھر شاہ صاحب نے نہ تو توبہ کی اور نہ تجدید ایمان تو شاہ صاحب مسلمان کیونکر ہوئے مشرک کے مشرک ہی رہے۔

د......اور مشرک کا ادب واحترام اور اس کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے تو سید صاحب خود بھی کافر ومشرک ہو گئے سید صاحب کے ادب واحترام پر سید محمد علی کے یہ کلمات دال ہیں فرماتے ہیں "سید المجاہدین بالحاح تمام ولجاجت بالا کلام استعفا تقصیر نمودہ در پیر دستگیر معروض داشتند دلیل قاطعہ ہیں کیا مشرک سے عرض ومعروض کا یہی سلیقہ ہے اور پھر ان کو پیر دستگیر کہنا بھی سید صاحب کے پکے مشرک اور کٹر کافر ہونے کے لئے کافی ہے یہ بیان صرف سید محمد علی کا ہی نہیں بلکہ جعفر تھانیسری وغیرہ بھی اس کو صحیح مانتے ہیں تھانسیری لکھتے ہیں۔

> "اس کے بعد شغل برزخ کہ جس میں تصور شیخ کا مراقبہ کرتے ہیں آپ (سید احمد) کو تعلیم کرنا چاہا اس وقت سید صاحب نے بہت ادب اور عاجزی سے مولانا (شاہ عبدالعزیز صاحب) سے عرض کیا کہ اس شغل اور بت پرستی

میں کیا فرق ہے اس میں صورت سنگی یا قرطاسی ہوتی ہے اور
اس میں صورت خیالی جو تہ دل میں جگہ پکڑتی ہے تعظیم کی
جاتی ہے یا پوجی جاتی ہے تب مولانا (شاہ صاحب) نے یہ
بیت حافظ شیرازی کی پڑھی۔ بمعہ سجادہ رنگین کن گرت پیر
مغان گوید: کہ سالک بیخبر بنود ز راہ ورسم منزلھا۔ تب سید
صاحب نے عرض کیا اگر حکم مے نوشی (شراب پینے) کا جو
گناہ کبیرہ ہے کیجئے تو اس کی تعمیل کو بھی حاضر ہوں مگر یہ عمل
تصور تصویر شیخ کا خصوصا غیبت شیخ میں اور توجہ اور استعانت
چاہنا اس تصویر سے جو بعینہ بت پرستی اور شرک صریح ہے
مجھ سے نہیں ہوسکتا۔''

(سوانح احمدی ص ۸)

قریب قریب وہی مضمون ہے جو سید محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا۔

سید صاحب کا طلب حاجت کے لئے قبر پر جانا

سید محمد علی صاحب لکھتے ہیں

''بعد ادائے نماز عصر برقد مقدسہ جد امجد خویش باچند
معتمدان تشریف بردہ مخاطب بسائلان شدہ ارشاد کردند کہ

ما بجناب رب الارباب برائے انجام مرام شما مناجات میکنم۔''

(مخزن احمدی ۴۳)

یعنی سید احمد بعد نماز عصر اپنے پر دادا کی قبر پر بمعہ معتمدان کے گئے اور بھکاریوں (سائلوں) کی طرح سوال کیا تو فرمایا میں رب الارباب کی جناب تمہاری مراد اور مقصد پورا ہونے کی دعا کروں گا۔

اب سید صاحب کا اپنی حصول مراد اور طلب حاجات کے لئے اپنے پر دادا کی قبر پر جانا اور گدایانہ بھکاریوں کی طرح سوال کرنا جیسا کہ مخاطب بسائلان سے ظاہر ہے اور اس پر انجاح مرام کے لئے مناجات کرنے کی بشارت پانا۔کون ذی علم نہیں جانتا کہ انجاح بمعنی مراد پوری کرنا اور مرام بمعنی مقصد مراد مطلب کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سید صاحب مرادیں طلب کرنے اور حاجتیں پورے ہونے کی غرض سے قبروں پر جاتے اور وہاں جا کر طلب استعانت (مدد چاہنے) کے لئے گدایانہ عرض کرتے تھے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔

''جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی کی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو...... بوسہ دیوے...... مراد مانگے...... اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العباد کہتے ہیں۔''

(ملخصا تقویۃ الایمان ص ۲۲)

اسمٰعیل صاحب کے اس حکم سے سید احمد اور انکے رفقاء کار معتمدان راز کہ کم از کم اس شرک پر راضی تو تھے سب ہی مشرک ہوئے سر دست سید صاحب کا ایک واقعہ اور سنئے سید محمد علی لکھتے ہیں۔

درین منزل قریب نصف شب بوادی سرف کے مزار فیض الانوار ستر معلیٰ جناب میمونہ علیھا وعلیٰ بعلھا الصلواۃ والسلام من اللہ العلام رسیدیم ازا تفاقات عجیبہ آنکہ آن روز ہیچ طعام نخوردہ بودم چون از خوابِ آنوقت بیدار شدم از غایت گرسنگی طاقتم طاق وبدررویم درمحاق بود بطلب نان پیش ہر کس دویدم و بمطلب فرسیدیم بناچاری براری زیارت در حجرہ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ امی جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم چیزے خوردنی عنایت فرماو مرا محروم از الطاف کریمانہ خود بنما آنگاہ سلام کردم وفاتحہ واخلاص خواندہ تو ابش بروح پرفتوحش فرستادم انگاہ نشستہ سر برقبرش نہادہ بودم از رزاقِ مطلق ودانائے برحق دوخوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ ترآنکہ آن ایام سرنا بود وہیچ جا انگور تازہ میسر نبود۔''

(مخزن احمدی ص۹۹)

اس حکایت پر غور کیجئے کہ جب سید صاحب تلاش طعام میں سب کے پاس گئے مگر

کہیں سے کھانا نہ ملا تو لاچار ہو کر سیدنا میمونہ رضی اللہ تعالی عنھا کے مزار پر حاضر ہو کہ منگتا فقیروں کی طرح سوال کیا (جیسا کہ گدایانہ ندا کردہ سے ظاہر) اور کچھ کھانے کے لئے مانگا اور سلام بھی کیا اور فاتح پڑھ کر ثواب بھی پہنچایا پھر یہی نہیں بلکہ ان کی قبر انور پر اپنا سر رکھ دیا تو دو خوشہ انگور کے پائے دین وہابیہ اور قانون اسمعیلیہ میں تو ادب سے کھڑے ہونا شرک ہے یہ سید صاحب تو اپنی مراد مانگنے کے لئے قبر جاتے ہیں اور فاتحہ وسلام کے بعد سر قبر پر رکھ دیتے ہیں مگر ان کے دین ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا اور اسمعیل مسلم کے پیر بنے رہے۔

مذہب و دین کا یہ اجتماع ضدین تو دیکھئے کہ مولوی اسمعیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھ دیں کہ مر کر مٹی میں مل گئے اور انکے پیر قبروں پر جا کر مرادیں مانگیں۔

سید احمد کیلئے علم غیب کا ثبوت:

وحید احمد صاحب مسعود نقل فرماتے ہیں

> ''بروایت وزیر الدولہ و سید محمد یعقوب وقت رخصت جہاد اپنی ہمشیرہ سے فرمایا تھا کہ جب تک ہند کا شرک ایران کا رفض چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق مرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو لے گی اللہ رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری

موت کی خبر دے اور تصدیق خبر پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا۔"

(سید احمد شہید کی صحیح تصویر ص ۱۱۱)

مولوی نور الحق صاحب عبید اللہ سندھی سے استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"سید صاحب کا ایک جملہ سوانح میں منقول ہے کہ انہوں نے اہل بیعت میں سے کسی آدمی سے کہا کہ اگر تمہیں کوئی کہے کہ سید احمد فوت ہو گیا ہے تو جب تک تم یہ نہ دیکھو کہ ہندوستان سے کفر نکل گیا اور افغانوں سے فلاں فلاں عیب جاتے رہے اور عربوں سے فلاں خرابی دور ہو گئی ترکوں کی فلاں کمزوری رفع ہو گئی ہے جب تک یہ ساری باتیں پوری نہ ہو لیں کبھی یقین نہ کرنا کہ سید احمد فوت ہو گئے۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۹۸-۹۹)

مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری تحریر فرماتے ہیں۔

"سید محمد یعقوب آپ کے بھانجے سے روایت ہے کہ بروقت روانگی ملک خراسان آپ اپنی ہمشیرہ یعنی والدہ سید

محمد یعقوب سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان سے
فرمایا کہ اے میری بہن میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ
بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور
چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق مرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر
مردہ سنت زندہ نہ ہو لے گی اللہ رب العزت مجھ کو نہیں
اٹھائے گا اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری
موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق خبر پر حلف بھی کرے کہ سید
احمد مرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز
اعتبار نہ کرنا کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا
ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مجھ مارے
گا۔"

(سوانح احمدی ص ۷۲، حصہ اوّل)

یہ غیب دانی کی خبر کسی عام و خاص اصحاب زماں سے نہیں بلکہ خود بنفس نفیس سید صاحب (جنکے مراتب عالیہ کا قدرے بیان گزرا باقی ائندہ آتا ہے) خود دعویٰ فرماتے ہیں اور شاہد عینی کو کاذب ٹھہراتے بلکہ اس کی حلف کو عبث اور لغو بتاتے ہیں اور اپنے قول پر اپنے رب کی گواہی لاتے ہیں کہ اس نے فقط وعدہ نہیں بلکہ وعدہ واثق کیا ہے۔
افسوس وہ کیسا عاجز و کمزور اور بزدل رب تھا جو اپنا وعدہ بھی وفا نہ کر سکا ہنوز ہند میں کفر

باقی اور کسی سنت نے زندگی نہ پائی اور سید صاحب لاپتہ وہ بیچارہ سید صاحب کی کوئی مدد بھی نہ کر سکا اور سید صاحب کو غائب ہو جانے کا حکم دیا نیز اگر یہ قول اور وعدہ خدا کا نہ تھا اور یقیناً نہ تھا تو سید احمد صاحب نے جھوٹ بولا اور خدا پر بہتان باندھا اور مسلمان کی زبان خدا پر بہتان کیلئے نہیں کھلتی۔

نیز یہ مسئلہ بھی زیر غور کہ سید صاحب کے خلیفہ نامدار ساری امت وہابیہ کا وفادار سپہ سید صاحب کا قافلہ سالار کہہ رہا ہے۔

> ''جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔''

(تقویۃ الایمان ص ۴۲)

ہاں صاحب تمہارے نزدیک کسی نبی کو بھی نہیں معلوم کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو پھر دوسرے کے معاملہ کی خبر اس کو کیسے ہوگی مگر سید صاحب کو اپنے ہی معاملہ کی خبر نہیں بلکہ پورے ہندوستان کی ایران کی چین اور افغانستان وغیرہ کا حال معلوم اور یہ بھی معلوم کہ اس وقت تک میں ہرگز نہیں مروں گا۔سید صاحب کے لئے اسمٰعیل صاحب کا کیا حکم ہے وہ مشرک ہوئے یا نہیں کیونکہ یہ علم خدا کے لئے خاص نبی کو بھی نہیں معلوم مگر انہوں نے سید صاحب کو نہ مشرک لکھا نہ کافر کہا شاید انہیں کے لئے خاص کہا ہو اسی پردہ میں وہ جلوہ ہو۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں

''سید صاحب نے فرمایا اچھا تم ہی واپس جا کر یار محمد خان
سے کہہ دو کہ ہم کو کیا زک دے گا تو خود پیشاب پی کر مرے گا
الختصر لڑائی ہوئی اور یار محمد خان کی فوج نے ہزیمت پائی یار محمد
خاں بھاگا اس اثناء میں اسے تشنگی لاحق ہوئی جب پانی مانگا
اور خادم نے جواب دیا کہ موجود نہین تو کہا ''شاشتہ بیا'' یعنی
پیشاب ہی لا اور پیکر قتل ہوا۔''

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰)

اسمعیل صاحب فرماتے ہی کہ نبی کو اپنے حال کی بھی خبر نہیں مگر سید صاحب کو تو یار محمد
خاں کے حال کی بھی خبر ہے کہ وہ پیشاب پی کر مرے گا۔

مودودی صاحب کا فیصلہ:

ملت وہابیہ کے امام جدید، مذہب نجدیہ کے مجدد فرید مسٹر مودودی صاحب
رقمطراز ہیں

''انبیاء علیھم السلام وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے انکی
نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ بھی مختلف نہ ہوتی تھی ان
کے پاس نزول وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ علم نہ ہوتا تھا جو

دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔''

(رسائل مسائل حصہ اول ص ۲۵)

تمام مخلوق میں انبیاء علیھم السلام عنداللہ وجاہت وکرامت والے ہیں اور مودودی کے مطابق قبل نزول وحی ان کے علوم بھی عام انسانی علوم سے کچھ مختلف نہیں ہوتے پھر کسی دوسرے کے علوم عام انسانی علوم سے مختلف کیونکر ہوسکتے ہیں لیکن سید صاحب نے جن علوم کا ادعا فرمایا یہ عام انسانی علوم کی طرح تو نہیں بلکہ مختلف ہیں اس نظریہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سید صاحب نے جن علوم کا اظہار فرمایا وہ حصول منصب نبوت کے بعد فرمایا کیونکہ وحی سے قبل تو ان علوم مخصوص کا امکان انبیاء علیھم السلام کے لئے بھی نہیں چہ جائیکہ سید صاحب کے لئے!

علوم انبیاء علیھم السلام کی بات آگئی تو میں مودودی صاحب کا چہرہ ان ہی کے آئینہ میں ان کے سامنے پیش کردیتا ہوں مسٹر مودودی لکھتے ہیں

''حضرت آدم علیہ السلام سے جو نافرمانی سرزرد ہوئی تھی وہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے کی ہے۔''

(رسائل رسائل حصہ اول ص ۲۷)

مودودی صاحب کی اس عبارت سے پتہ چل گیا کہ جنت میں شجر ممنوعہ کے وقت حضرت آدم علیہ السلام منصب نبوت پر فائز نہ ہوئے مگر ان کیلئے وہ علوم جنکو علم الاسماء کہا گیا وہ حضرت آدم علیہ السلام کو حاصل اسکا علم عام انسان تو کیا معنی بلکہ فرشتوں کو

بھی نہ تھا یہ مودودی فراست اور تفقه فی الدین کی دلیل ہے مگر وہابیہ کے تو مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے وہ اللہ سبوح وقدوس کو ہر موقع پر جھوٹا ثابت کرنیکی سعی ناپاک کرتا رہتا ہے (معاذالله)۔سوال اب بھی اپنی جگہ پر قائم کہ سید صاحب نے ان علوم کا انکشاف فرمایا جو عام انسانی علوم سے مختلف تھے تو اسکا معنی یہ ہوگا کہ مودودی اور ساری جماعت وہابیہ کے نزدیک سید صاحب کو مرتبہ نبوت (معاذالله) حاصل تھا اور وہ اس سے بھی بلند و بالا ہیں جیسا کہ آئندہ آتا ہے۔ان کی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے وہابیہ کی چند عبارات گزریں مزید چند عبارات خدمت گزاری کیلئے حاضر۔

مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

> ''اگر صدیق ذکی القلب ہوگا تو وہ مخصوص افعال میں خدائے تعالٰی کی خوشنودی اور نارضا مندی کو اور مخصوص عقائد کے صحیح اور غلط ہونے اور خاص لوگوں کی عادت اور استعداد کے بھلا برا ہونے اور جزمئی معاملات اور واقعات کے بگڑنے اور سدھرنے اور انکے ضروری انتظام کو اپنی طبیعت کے نور سے معلوم کر لیتا ہے۔''
>
> (صراطِ مستقیم، صفحہ ۶۸۔۶۹)

عبارت بار بار پڑھئے اور غور کیجئے یہ عام انسانی علوم نہیں پھر یہاں انبیاء علیھم السلام کا واسطہ بھی نہیں خود ہی معلوم کر لیتا ہے اسمٰعیل صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں:

> ''شرعی علوم اس کو دو طریق سے حاصل ہوتے ہیں ایک جبلی

نور کے ذریعہ سے دوسرا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
واسطے سے۔''

(صراط مستقیم، صفحہ ۶۹)

معلوم ہوا پہلی قسم کے علوم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ محتاج نہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

''کلیات شریعت اور احکامِ دین میں اسکو انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور ان کا ہم استاد بھی کہہ
سکتے ہیں۔''

(صراط مستقیم، صفحہ ۷۰)

معلوم ہوا کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے استاد بھائی ہیں جیسے کہ بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے سابق نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دین شریعت پر تھے۔

اور فرماتے ہی:

''اور نیز اس کے اخذ کا طریق بھی وحی کی شاخوں میں سے
ایک شاخ ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں نفسفی الروح
کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور بعض اہلِ کمال اس کو باطنی وحی
کہتے ہیں۔''

(صراط مستقیم، صفحہ ۷۰)

بہرکیف کچھ بھی کہئے کوئی بھی نام دیجئے، ثبوتِ نبوت موجود۔ سید صاحب کیلئے علوم احکامِ شرعیہ بلا واسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مذکور، موجود۔ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''معرفت احکام شرعیہ بدونِ توسیط نبی ممکن نیست۔''

(تفسیرِ عزیزی، صفحہ ۴۴۳)

سید احمد کے مراتب وشان

یوں تو ضمناً پچھلے اوراق میں سید احمد صاحب کے مرتبہ اوران کی شان کے متعلق اکثر بیان گزرے مگر ہم یہاں پر بقلم خود سید صاحب کی عبارت اور ان کا دعویٰ بطور سند پیش کرتے ہیں جو کہ سید صاحب نے اپنے پیر دستگیر شاہ عبدالعزیز صاحب کو لکھا تھا ملاحظہ ہو سید محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''نقل خط حضرت سید احمد صاحب امی مولانا بفضلِ اولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کہ از مکہ معظمہ نوشتہ بودند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از فقیر سید احمد بجنابِ خلائق مآب حضرت صاحب محی السنتہ قامع البدعتہ حجتہ اللہ علی العٰلمین وارث الانبیاء والمرسلین شاہ عبدالعزیز صاحب دامت برکاتہم ۔ امابعد عرض سلام مسنون و تقدیم تعظیمات و تکریمات وآداب واخلاص عقیدت سمات معروض آنکہ الحمدللہ کہ فقیر

وتمام قافلہ بخیریت و عافیت تمام در مکّہ معظّمہ آخر ماہ شعبان
تاوقتِ تحریر دران بلدہ امین ہستیم وبعد حج عزیمت زیارت
مدینہ منورہ داریم اللہ تعالیٰ بعنایت خود حج مبرور و زیارت
مقبول نصیب فرماید امیدوار ادعیہ وافیہ متبرکہ آنجناب بستم
بفضل اللہ تعالیٰ درین سفر سعادت اثر بشارات وعنایات عمدہ
رفیعہ از درگاہِ حضرت رحمان جل شانہ این فقیر یافتہ است
پارہ ازاں کہ اینوقت ضبط آن بقید تحریر میسر است بنا بر تفریح
خاطر مقدس آنجناب وسائر برادران مومنین کہ بسا معہ
ایشان رسد عرضہ مید ہد دریں عرصہ ہم اظہار نعمت او تعالیٰ
است کہ صورتی از صور شکر است ومرافعہ این عرصہ بنا
برانست کہ از برکت جناب سامی این جنس عنایت برحال
فقیر ابتداً آغاز شدہ ودر تربیت وسلوک عنایتہا مبذول
گردیدہ دعا فرمودہ اند بفضل او تعالیٰ نوبت بہ آنچنین
معاملات رسیدہ وامیدواری ادعیہ وافیہ علی الدوام است
تا کہ حق تعالیٰ بہ مقصد اعلیٰ ومطلب رسنی رساند وہدایت
رحمت عامہ فالیشہ کہ شامل جماہیر پیر خلائق گردد جہر
ابدروے کار آید پس منجملہ آنہا ایں است کہ درتہیہ اسباب
روانگی از وطن خود بودم ومشاغل کثیرہ بدادوشدو غیرہ بسیار

وبکار میماندتا که اوصبح نوبت به نیم شب میرسد درہما ایام شمی
بچنین کاری درخانہ خود مشغول بودم ومکان نوطیار مختصر از سعی و
تردد برادران مومنین بامداد اعانت دستہاری نیک مکان
بناشدہ بود درہماں مکان بودم کہ روحانیت آن مکان
نمودارشد روبروئے من بکمال اندوہ گرفتار و ملال بسیار
گریاں استاد چیزی دیگر ازمخلوقات الہیہ غیبیہ ہم ہمانجا ظاہر
بود روحانیت مسطورہ بسبب اندوہ واضطراب خود مخاطب
آن چیز دیگر شدہ گفت کہ فردای آقای نامدار مارا گذاشتہ
خواہند رفت وگریہ بسیار بروے غلبہ کردہ بود کہ قلقش دہن
نیز اثر کردہ ومراہم بگریہ آوردو یامالک حقیقی خود ہم این بندہ
کمینہ را درآن زمان حالتی ودقتی خوش بود بجناب اوتعالیٰ
عرض کردم کہ این ہمہ انسیت والفت این روحانیت ازفضل
تست والامثل من ہزارہا بندہ عاجز اند کہ کسی آنہارا نمی پر
سدومکانہارا گزاشتہ میرندوآن مکانہا بدردنمی آیندو پروای
نمیکنند ایں انسیت والفت اور بنابر فضل تست وفی الحقیقت
ایں محبت انسیت ومکافات وتسکینش تو خودفرمامراحکم شد کہ
باوی بگو کہ ترا بہ جنت خواہم بروایں خطاب وے ہم می شنید
لیکن من ہم حکم بجا آوردم وبادے ایں بشارت گفتم خوش

وقت وآسودہ گردید وتسکین گرفت وروز یکہ از دلمو روانہ
شدیم و درکشتی سوار نیشدیم چناں مفہوم گشت کہ کشتی فلانی
ازیں کشتیہا غرق خواہد شدوردرآں کشتی از اسباب مردم
بارشدہ بود برای ایں فقیر کشتی دیگر غیرآن معین شدہ دانستم
کہ اگر تقصیر کسی خواہد بود پس من ہم بوجہی ہر چند غفلتی شدہ
باشد دران تقصیر شاملم آمادگی سواری خود دران کشتی نمودم از
جانب غیب ارشاد شد کہ الحال آنرا غرق نخواہم کرد وشکر الٰہی
ادا کردہ بطور معین گشتہ بود گزاشتم الحمدللہ کہ بسلامت و
حفاظت ہمہا رسیدند و ہرگاہ از کلکتہ روانہ شدہ بدریای شور
رسیدیم وآثار دریای شیریں منقطع گردید روح دریای شور
بکمال ابہت وشوکت ودبدبہ وطمطراق کہ حق تعالیٰ اور
اعطافرمودہ پدیدار گشتہ بافقیر ملاقات کردو بمقابلہ ومواجہ
استاد الفاظ یادنیست اما ایں قدر محفوظ کہ رعب وہیبت خود
میخودودرخواست میکرد کہ التجای وتضرعی وانکساری پیش او
کردہ شود چونکہ گاہی اوراندیدہ بودم وبکمال شوکت وبزرگی
پیش آمداز شوکت وابہت آن متعجب شدم فاماں درانجا
بخیال مشاہدہ حضرت ذوالجلال ہم جلشانہ حاصل بود ہرگز
غیبتی وغفلتی ازان سونبود چوں ہیئتش دیدم ودرخواست او

معلوم کردم رعب و ترس آن اصلا در نفس من اثر نکردو و
پروای آن نمودم در جواب آں گفتم کہ من و تو ہر دو بندہ
خدائیتعالیٰ ہستیم مرا از التجا بتو چکار ہرگز بسوی تو التجا نخواہم
برد بلکہ تو و من و آسمان و زمین و مور چہاو ہمہ ہا بدست قدرت
مالک خود یکساں ہستیم و مدح و ثنائی و عظمت و کبریائی حضرت
حق جلت عظمتہ بیان نمودم آن روح این بیان شنیدہ از
مواجہ ام رفت فاما شادان معلوم میشد و آنوقت کہ جہاز
بمقامی رسید کہ بہ قاب وقمری معروف است و آن مقام
مشہور است کہ در جہاز ہا تزلزل و خطرات بسیار میشود و جای
مخوف است در جہاز ماہم جنبشی پدیدار گردید مردم را لسب
دوران وغیرہ اضطرابی ورنجی شد باجودیکہ جہاز ما بس فراخ
پہنا دگران بود حتی در جہائے دیگر سرش مردمان نشستہ را ہرگز
محسوس نمیشد آنوقت تجلی نمودار شد کہ از جانبی میرفت
وارشاد شد کہ اگر ترا غرق کنم چہ خواہی کرد و کدام کس خواہد
بر برآورد عرض کردم کہ خداوندا اگر غرق شدن من پسندیدہ
تست و مرا غرق کنی و تمام عالم مرا خواہد کہ بگیر دو برآورد
دستگیری من کند ہرگز راضی برآمدن نیستم دوست خود بدست
کسی نخواہم داد کیفیتی کہ بہ تبسم توان گفت نمودار شدہ فرمود کہ

ترا غرق نخواہم نمود چونکہ جہاز محازی بندر عدن رسید لنگر گردد

آن روز پنجشنبہ بود نا خدائے جہاز از جہاز فرود آمدہ بہ بندر

مذکور گرفتہ واز یں فقیر درخواست نزول از جہاز کردہ کہ فردا

روز روز جمعہ است وایں زمین عرب است نماز جمعہ دریں

جا گزارند وفقیر راتر ددی بود کہ احیاناً اہل قافلہ راخصوصاً

زنان رابسبب غیوبیت فقیر رنجی و تعبی میرسد درفرود آمدن

خود متردد بودم شب جمعہ مرکبی دیگر بنظر آمد و آندوز دور بین

میدیدم واندیشہ آن بود کہ مبادا۔ قزاقان و قطاع الطریق

باشند وسموع شدہ بود کہ گاہی قزاقان و قطاع الطریق بر

مسافران یورش میکنند و غارت مینمائند ایمعنی موجب

خلجان خاطر گشتہ بود حفاظت وصیانت بہرحال مرجود مدعواز

جناب ایزد ودرفرود آمدن از جہاز تر درزائد بہم رسیدہ

بود کہ از بارگاہ بے نیاز مطلق ارحم الراحمین جلشانہ بشارتی یا

فتم بایں مضمون کہ تو بعدن برو داینہا بر ما بگزار یا سپر د ما کن

ودریں بشارت ہر چند اہلِ قافلہ کہ دران جہاز بودند ہمہ

شامل لیکن خصوصیتِ اقربا ولواحق این عاجز زاید از دیگران

دران بشارت فہمیدہ میشد صباح جمعہ کہ بزورخ سوار شدہ

متصل کوہ عدن بکنارہ رسیدہ بعد ادائے چند رکعت نفل دعا یا

کردم بحمد اللہ اجابت ازاں سو متوجہ بود و مژدہ ہا رسید یکے از
جانب غیب بحال کسانیکہ ہمراہ فقیر بودند عنایت خاصہ
بطوری متوجہ شد کہ آنرا پوشانیدن خلعتہائے فاخرہ کہ از
خوشنودی و رضای وافرہ است تعبیر توان کرد و ایں حقیقت
مشاہدہ فقیر بتفصیل میشد و رحمتی تدریجاً از انہا بعازمان حج
کہ دران جہاز سوار بودند من بعد بسایر سواران جہاز کہ اہلِ
قافلہ در آنہا بودند من بعد بتمام مبایعان بر دست فقیر متوجہ
شدہ کہ مضمونش بخشش و غفران بود ہمہ اینہا مفہوم میگشت
وسابق ازین دعای بر زبان فقیر اجرا فرمودہ بودند کہ حاملش
این بود کہ این دیار و ملک و جوار تو پیغمبر ﷺ مارا در اینجا بفضل
خود رسانیدہ پس عنایتی فرما الفاظ بعینہا محفوظ نیست فایا مدعا
ہمچنین بود بعد ازاں کہ این معنی معروض گردید و اجابتش ظاہر
شد و نیز بہ نشر ہدایت در ملک عرب از دست فقیر و رسیدن
آثارش تا اقلیم روم بمردماں مژدہا میرسید و بشارت خاصہ
درحق این فقیر چنان بود کہ بکمال محبت و مودت خاص ارشاد
شد کہ تو ہر جا کہ خواہی بود بر در ما ہستی و مطلبش چنان کہ
فہمیدم کہ چنان غور و پرداخت بپاس خاطر و تفقد و تکفل ہر کار
وعدہ کردہ بود مقتضای عموم و فرط کرم از کریمان می باشد ہمچنین

آن اکرم الاکرمین جل مجدہ حسب عظمت وعلوشان برحق
این فقیر وعدہ احسان واکرام فرمودہ درمخا قریب بکماہ توقف
شد مرد ماں بسیار در اینجا بیعت میکردند و روزی پیر مردی کم
بین وساقط القوی آمدہ بجناب ایزدی التجای عجیب میکر
دوشرمندگی خود وترس از معاصی ذنوب میگفت باعتقادی کہ
مالک القلوب والابدان درویش را راسخ بودوتوسط وتوسل
باین فقیر مینمود ودر خواست دعا میکردو جوش رحمت الٰہیہ
دران وقت اولا بحال آن مرد پیر کہ صراحتہً معائنہ میشد کہ او
را بجانب سعادات الٰہیہ فوراً بردند ثانیاً عموم وشمول آن
معلوم میشد تا کہ در جوش رحمت دریافت شد کہ ہر کہ امسال
حج خواہد کرد بسبب تو بنا بران کہ تو در آنہا خواہی بود ہمہ را
بخشیدم و چونکہ جہاز محاذی یلملم رسید واستعداد احرام کردیم
فقیر غسل مینمود ودو چندی از رفقا غسل میدادند واعانت دران
کار میکردند مغفرتی وبخششے درحق ہمہا کہ این عمل می نمودند
معلوم شد کہ ہمہ آنہا آمرزیدہ شدند من بعد کہ وقت تلبیہ
رسید شخصے دران مجمع سبقت کردہ بہ تلبیہ اواز خود را بلند ساخت
عنایتی بایں معنی در رسید کہ ہر کس کہ پیش از تو تلبیہ میگوید تلبیہ
اش را ما نمی شنوم و روز حصول شرف سعادت وخول در مکہ

معظمہ بہر گاہ کہ از بیرذی طوی گزشتہ متوجہ گدا شدیم تا ازان
راہ درائیم حالتی عجیب برین کہ شرحش متعذ رست طاری و
نمودار بود حتی کہ بر ہمہ حضاران واقعہ وآنحال اثرش جلوہ گر
نمایان میشد لبیک کہ میگفتم بمشاہدہ میگفتم واین گفتن مخاطبہ
مشافہ صریح بود واجابت وقبول آن میدیم ودر دعای آنوقت
فتحی شدہ بود کہ بخوبی تمام مطلب عرض میکردم درآنحال این
مضمون بہ تعبیر عجیب از زبانم آسان شد کہ مردم جماعتی گنہگار
وشرمندہ از بلاد دور دست مجرم و مامن تو رسیدہ اند وانہارا من
آوردہ ام وچنین وچنان خواہانند درآن حال عجیب بشارت
حیرت افزا پیش آمد بایں کیفیت کہ اینہا چہ گفتہ آید یعنی آنہا
خود متحقق کمال عنایت و رحمت اند خصوصیتی میدارند اشارتی
رحمانی بود کہ شرح وتفصیلش ہمیں است واین لفظ یاد است
کہ ما خود از ہند گرفتہ تا اقصائے بخارا بخشیدیم وآمرزش
فرمودیم من بعد در خاطر وسوسہ رسید کہ اما این عنایت مختص
باحیا است یا اموات ہم داخل اند گویا رحمتی متوجہ بفقر شدہ
ممانعت ازان میکند تخصیص را گمان مبرور رحمت عامہ
راخاص کن من بعد دیدم مددگانرا آمرزشی رسیدہ بود وآنانکہ
برنجی گرفتار بودند رہائی ومخلصی یافتہ خوش وقت میشدند واین

مغفرت عامہ بتمام مومنین را رسیدہ ہر کرا در دل ایمانی گو ضعیف شدہ باشد ازین مغفرت محروم نماندہ در لیلۃ القدر در رمضان شریف دعا ہا بسیار عموماً و خصوصاً کردہ شدہ و اجابت را متوجہ آں دعا یا دیدم کہ ہمہ را قبول در رسید حق تعالیٰ آثار آنرا بوقوع آوردہ جلد تر جلوہ گر فرماید ہمہ مسلمین بدیدن آن مسرور و شادان شوند و مسرت خاطر اقدس آنجناب ہم کہ این عرضی بمسامعہ شریفہ خواہد رسید متوقع و مرجو است چہ ایں ہمہ بشارات اند و ثمرات و توجہات جزیلہ وادعیہ نبیلہ آنجناب است و آیندہ را ترقیات ببرکت ادعیات زاکیات امیدوارم در جای واثق است کہ دعا ہا فرمودہ باشند فقیر و تمام معتقدین مخلصین در اماکن و اوقات متبرکہ دعا ہا میکنند اللہ تعالیٰ اجابت فرماید انہ علی کل شی قدیر بالا جابت جدید زیادہ بجز ادب چہ عرض نماید والسلام والاکرام۔"

(مخزنِ احمدی، صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱٦)

سید صاحب کا یہ طویل خط مخزنِ احمدی میں، صفحہ ۱۱۱ سے ۱۱٦ تک پھیلا ہوا ہے نیز یہ طویل خط مولوی محمد جعفر تھانسیری نے اپنی کتاب سوانح احمدی حصہ پنجم میں، صفحہ ۱٦۹ تا ۱۷۱ پر نقل کیا ہے۔ مولوی وحید احمد صاحب مسعود بدایونی نے اس کا خلاصہ اپنی کتاب ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' میں تحریر فرمایا لیکن پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینا

چاہئے کہ جناب وحید احمد صاحب مسعود، سید احمد صاحب کے مخالفین سے نہیں ہیں، وہ خود فرماتے ہیں:

> ''اب یہی ہوسکتا ہے کہ ان تذکروں سے خرافات دور کر کے سید صاحب کی خصوصیات کا لحاظ رکھ کر ان کے حالات جمع کیئے جائیں تا کہ سید صاحب کی عظمت نمایاں ہو سکے خس و خاشاک چھانٹ کر ان کے اوصاف حمیدہ کی نشاندہی کرنا اس رسالہ کے ذریعے میرا کام ہے۔''
>
> (سید احمد شہید کی صحیح تصویر، صفحہ ۲۱، مکتبہ مسعود، تیزاب احاطہ روڈ، لاہور)

اس سے ثابت ہو گیا کہ وحید احمد صاحب مسعود، سید صاحب کے بدخواہ نہیں بلکہ خیر خواہ ہیں مخالفین پر بدخواہی اور غلط بیانی کا الزام لگایا جاسکتا ہے مگر خیر خواہوں، خیر اندیشوں سے اس کی توقع نہیں اب سید احمد صاحب کے خط کا خلاصہ جناب وحید احمد صاحب مسعود کی زبانی سنئیے، فرماتے ہیں:

> ''اثناءِ سفر کے عجائب و غرائب بے شمار ہیں جن میں سے بعض سید صاحب نے خود اس خط میں لکھے ہیں جو مکہ معظمہ سے شاہ عبدالعزیز کو لکھا تھا اور جس کو شاہ اسمٰعیل نے چھپوا کر شائع کیا تھا سوانح احمدی کے مکتوب نمبر ا، صفحہ ۱۶۹، کا خلاصہ یہ ہے! ''آخر ماہ شعبان ۱۲۳۷ھ میں ہم بخیریت مکہ معظمہ

پہنچ گئے بعد از حج زیارت مدینہ کا عزم ہے......(مختلف مشغولیتوں کا ذکر کرنے کے بعد)......نئے مکان کی روحانیت نے رائے بریلی سے چلتے وقت مجسم ہو کہ گریہ و زاری کی میں نے بحکم خدا اسے جنت میں ساتھ کی جانے کا وعدہ کر کے اسے تسلی دی۔ ڈلمئو سے جب ہم کشتیوں میں روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ فلاں کشتی میں نہ بیٹھنا اسے غرق کر دینے کا حکم ہے مگر میں اپنی خطا محسوس کر کے اسی میں سوار ہو گیا غیب سے ارشاد ہوا کہ تیری وجہ سے ہم نے اپنا حکم واپس لے لیا، جب کلکتہ سے چل کر دریائے شور میں پہنچے تو سمندر کی روحانیت نے مجسم ہو کر مجھے مرعوب کرنا چاہا میں نے کہا کہ میں اور تو دونوں اللہ کے بندے ہیں تو اللہ سے ڈر میں تجھ سے ڈرنے والا نہیں تو وہ محجوب ہو کر قائل ہو گئی۔ جب جہاز قاب وقمری میں پہنچا جو بے حد خطرناک مقام ہے تو تجلی نمودار ہوئی اور فرمایا تجھے غرق کر دیا جائیگا میں نے سر نیاز جھکا دیا ارشاد ہوا اب ہم غرق نہیں کریں گے۔ عدن میں نماز جمعہ، وہاں کی جامع مسجد میں پڑھنا چاہتا تھا۔ مگر اہلِ قافلہ کی وجہ سے متردد تھا کہ ان کو ساتھ لیجانا مشکل ہے بشارت ہوئی کہ تم نماز

پڑھنے جاؤ جہاز پر قافلہ کی ذمہ داری ہمارے ذمہ ہے......
میری دعا کی اجابت کی بشارت دے دی گئی کہ تیرے ہاتھ سے نشر واشاعت ملک عرب میں ہوگی اور اس کے آثار اقالیم روم تک پہنچیں گے...... مخا میں اسی طرح ایک ماہ کے قیام میں ہزاروں نے بیعت کی۔ بتایا گیا اس سال جتنے حج کرینگے تیری وجہ سے سب کو بخش دونگا محاذ یلملم پر احرام کیلئے میں نے غسل کیا جن لوگوں نے مجھے غسل کرایا ان سب کو بخشش کی اطلاع دی گئی پھر خبر دی کہ جو تلبیہ میں تجھ سے سبقت کریگا اس کا تلبیہ میں نہیں سنوں گا ہبر ذی طوٰی سے گزر کر عجیب حالت طاری ہوئی اور حاضرین نے دیکھا کہ میری لبیک کو شرفِ اجابت ہوا اور ارشاد ہوا کہ جتنے گنہگار شرمندہ دور سے ہمارے حرم میں آئے ہیں ان کو میں لایا ہوں اور ان کا مدعا یہ ہے تو وہ خود مستحق رحمت وعنایت ہیں اور کچھ ایسا محسوس ہوا کہ ہند سے اقصائے بخارا تک سب کو بخش دیا مجھے خطرہ وخیال ہوا کہ یہ عنایات محض احیاء کے لئے ہیں یا اموات بھی اس میں داخل ہیں جواب ملا کہ سب کیلئے ہیں چناچہ سب کو رنج وتکلیف سے نجات مل گئی اور وہ سب خوش ہو گئے۔"

• (سید احمد شہید کی صحیح تصویر بلفظہ، صفحہ ۷۹-۸۱، مکتبہ مسعود، تیزاب احاطہ روڈ، لاہور)

آیئے سرسری نظر سے ان کمالات عالیہ کا جائزہ لیں اور محبوب الٰہی ﷺ کی عظمت و شان کے مقابل سید احمد صاحب کی عظمت کا رنگ ملاحظہ فرمائیں:

اولاً...... نئے مکان کی روحانیت نے رائے بریلی سے چلتے وقت مجسم ہو کر گریہ وزاری کی بحکم خدا سے جنت میں ساتھ لیجانیکا وعدہ کر کے تسلی دی۔ اولیاء کرام تو کجا بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں بھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر چھوڑ کر جاتے ہیں مگر مکان کی روحانیت نظر نہیں آتی بلکہ سید الکائنات فخرِ موجودات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرماتے ہیں مگر مکان کی روحانیت سامنے نہیں آتی حالانکہ سید احمد کا رائے بریلی سے حج کو جانا اور بعد کو واپس آنا متوقع مگر حضور ﷺ کی حجرت کریمہ میں واپس کی توقع مفقود پھر بھی مکان کی روحانیت کو قلق نہیں آتا اضطراب نہیں ستاتا آخر کیوں! اس لئے کہ وہ مولوی اسمٰعیل کے احکام شرعیہ عالم ارواح میں ہی سن چکے تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمادیا تھا:

> ''جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۲)

جب ان کو اپنے ہی حال کی خبر نہیں تو دوسرے کے حال کی کفالت کیسے کر سکتے ہیں

جب انھیں خود ہی اپنے جنتی ہونے کا یقین نہیں تو دوسرے کو کس طرح جنت میں لے جا سکتے ہیں رہا یہ سوال کہ ان سے دعا کی بھی درخواست نہ کی تو ان مکانات کی روحانیت کو معلوم تھا، اسمٰعیل صاحب نے کہہ دیا۔

"رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۲)

مگر سید احمد صاحب کو یہ اختیارِ تام تھا وہ جانتے تھے کہ میں جنتی ہوں اور دوسروں کو جس کو چاہوں جنت میں لے جاؤں اس لئے مکان کی روحانیت سید صاحب ہی کے احوال سے یہ امید رکھتی تھی۔

ثانیاً...... جب ہم کشتیوں میں روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ فلاں کشتی میں نہ بیٹھنا اسے غرق کر دینے کا حکم ہے مگر میں اپنی خطا محسوس کر کے اسی میں سوار ہو گیا غیب سے ارشاد ہوا کہ تیری وجہ سے ہم نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

خدا ہی جانے وہ کون سا بزدل اور ڈرپوک خدا ہے جو سید احمد سے اس قدر ڈرتا ہے کہ سید احمد اس کے حکم کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کے مقابل ہو کر اس کے حکم کے خلاف اسی کشتی میں بیٹھتا ہے جس سے وہ منع کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسمٰعیل اور سید احمد کا خود ساختہ خدا ہے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کا پکا دشمن اور سخت مخالف، جب ہی تو اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

"اس کے دربار میں ان (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا تو

یہ حال ہے کہ جب وہ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آ کر
بے حواس ہو جاتے ہیں۔ ادب اور دہشت کے مارے
دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۶)

مگر سید احمد صاحب ہیں کہ خدا حکم دیتا ہے مگر وہ اسکی پرواہ نہیں کرتے اور جس سے منع کرتا ہے وہی کرتے ہیں خوف زدہ اور مجبور ہو کر اس خدا کو اپنا حکم واپس لینا پڑتا ہے وہ جانتا ہے اگر سید احمد بگڑ گئے تو میری خدائی کا ستیاناس ہو جائیگا لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ اپنا حکم واپس لے لو۔

ثالثًا...... جب کلکتہ سے چل کر دریائے شور میں پہنچے تو سمندر کی روحانیت نے مجسم ہو کر مجھے مرعوب کرنا چاہا الخ

بہت واضح اور صاف ہے جو اپنے خدا ہی سے نہ ڈرے اور آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرے اس کا خدا خود اس کا ہاتھ پکڑ کر خوشامد کرے وہ سمندر کی روحانیت سے کیوں ڈرنے لگا۔

رابعًا...... جب جہاز قاب قمری میں پہنچا جو بے حد خطرناک مقام ہے تو تجلی نمودار ہوئی اور فرمایا تجھے غرق کر دیا جائے گا میں نے سر نیاز جھکا دیا ارشاد ہوا کہ اب ہم غرق نہیں کریں گے۔

استغفر الله ربی وہ کیسا مذاقی خدا تھا جو ٹھٹھا کرتے نہ شرماتا، سید احمد سے ہنسی اور

مذاق ہو رہا ہے وہ کہتا ہے کہ میں تجھے غرق کر دونگا یہ کہتے ہیں کہ غرق کر دے مگر وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کو غرق کر دیا تو ہماری خدائی ہی ختم ہو جائیگی چنانچہ کہتا ہے کہ اب ہم غرق نہیں کرینگے۔

آیئے اب اس واقعہ کے مقابلے میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اللہ جل شانہ کی جناب میں حال دیکھیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں شرف کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا۔ موسیٰ علیہ السلام، انبیاء اولوالعزم میں ہیں اور کلیم اللہ بھی ہیں جب دیدار الٰہی کی درخواست کی جس کا پورا واقعہ قرآن کریم میں اس طرح مسطور:

ولما جاء موسی لمیقا تنا و کلمه ربه قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی فلما تجلی ربه للجبل جعله دکاo و خر موسیٰ صعقا ہ۔

(آیت ۱۴۳، سورہ اعراف، پارہ ۹)

یعنی:

''جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر قائم رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اسکے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا

اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بیہوش۔"

مگر حیرت ہے کہ خدا تجلی فرماتا ہوا نمودار ہوتا ہے جیسا کہ صاحب مخزنِ احمدی کے کلام "آن وقت تجلی نمودار شد کہ از جانبی میرفت" سے ظاہر مگر سید صاحب کا بیہوش ہونا تو کجا حواس میں فرق بھی نہیں آتا اور نہ ان کی کشتی کو ضرر پہنچتا ہے۔ حالانکہ موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نور ہی چمکا اسے دیکھ بھی نہ پائے کہ بے ہوش ہو گئے اور پہاڑ پاش پاش ہو گیا۔ اب دونوں کے مراتب کا موازنہ فرمایئے اور سید صاحب کی عظمت وشان کو اس موازنہ سے متعین فرمایئے کہ ان کا مرتبہ معاذاللہ انبیاء علیہم السلام سے بھی بلند وبالا ہے۔

خامساً......عدن میں جب نماز جمعہ کیلئے ارادہ کرتے ہیں تو خدا انکی چوکیداری کا وعدہ کرتا ہے اور پورے قافلہ کے پہرہ دینے کی ذمہ داری لیتا ہے۔

سادساً......مری دُعا کی اجابت کی بشارت دیدی گئی کہ تیرے ہاتھ سے نشر واشاعت ملک عرب میں ہوگی اور اسکے آثار اقالیم روم تک پہنچیں گے۔

برتن وہی بھرا جاتا ہے جو خالی ہو اور جو برتن پہلے ہی بھرا ہو اس کو بھرنے کی کیا ضرورت۔ ملک عرب میں نشر واشاعت ہونیکا مطلب یہی ہے کہ وہ ملک اسلام اور قرآن سے بے بہرہ بلکہ دور ومجبور تھا ابھی تک وہاں اسلام کی نشر واشاعت نہ ہوئی اگر بالفرض کسی زمانہ میں ہوئی بھی ہو تو وہ معدوم اور مفقود ہو گئی چنانچہ اب سید صاحب کے ہاتھ سے نشر واشاعت ہوگی جس کے آثار اقالیم روم تک پہنچیں گے۔

سابعاً...... ا۔ بتایا گیا اس سال جتنے حج کرینگے تیری وجہ سے سب کو بخش دونگا۔

ب۔ جن لوگوں نے مجھے غسل کرایا ان سب کی بخشش کی اطلاع دی گئی۔

ج۔ پھر خبر دی جو تلبیہ میں تجھ سے سبقت کریگا اسکا تلبیہ نہیں سنوں گا۔

د۔ ارشاد ہوا کہ جتنے گنہگار شرمندہ دور سے ہمارے حرم میں آئے ہیں ان کو میں لایا ہوں۔ وہ خود مستحق رحمت وعنایت ہیں۔

ہ۔ کچھ ایسا محسوس ہوا کہ ہند سے اقصائے بخارا تک سب کو بخش دیا۔

و۔ مجھے خطرہ وخیال ہوا کہ یہ عنایت محض احیاء کیلئے ہیں یا اموات بھی اس میں داخل ہیں جواب ملا کہ سب کیلئے ہیں۔

ز۔ چنانچہ سب کو رنج وتکلیف سے نجات مل گئی اور وہ خوش ہو گئے۔

(یعنی جو عذاب میں مدت سے گرفتار تھے نجات پا کر خوش ہو گئے یہ سید احمد قبر اور حالات قبر سے بھی واقف مگر انبیاء علیھم السلام نہیں۔ (معاذ اللہ)

ان واقعات عجیبہ وحکایات غریبہ سے سید احمد صاحب کے فضل وکمال کا نشان ملتا ہے ورنہ انکے کمالات کما حقہ کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ سید احمد صاحب نے بھی حکایۃً کچھ بطور نمونہ بیان فرمائے اور باقی پوشیدہ رکھے، کائنات میں نظر دوڑا کر دیکھئے! ہے کوئی ایسی باکمال شخصیت یا ذات جو ان کی مماثل ہو؟ ان کمالات کی روشنی میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب ساری کائنات میں منفرد و بے مثال ہیں دلیل درکار ہو تو حاضر ہے۔ سنئے:

نبی کا مرتبہ غوث سے بلند اور رسول کا مرتبہ نبی سے رفیع، اولوالعزم رسول کا درجہ رسول

سے افضل اور حضور اکرم سیدِ عالم ختم المرسلین سید العٰلمین محمد مصطفےٰ حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم کا مرتبہ سب سے بلند وبالا، ارفع واعلیٰ ہے۔ اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

> "اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے سو انھوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کوئی بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۵۴۔۵۵)

موازنہ فرمایئے اللہ کے پیارے حبیب تاجدارِ لولاک لما خلقت الا فلاک اپنی لختِ جگر نورِ بصر سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی حمایت نہیں کر سکتے۔ معاذاللہ خاکش بدہن دشمن، انہیں دوزخ سے نہیں بچا سکتے۔ اسمٰعیل کہتے ہیں "یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کوئی بخل نہیں" اور مال وہ رکھتے نہیں کوئی شب ایسی نہ گزری جس میں سرکار کے کاشانہ اقدس میں سونا، چاندی یا دینار و درہم جمع ہوں۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلِ سنت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خاں

قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

۔ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

برخلاف اسکے ملاحظہ ہو کہ سید احمد تمام جہاں کی حمایت کرتے ہوئے سب کو بخشوا لیتے ہیں اور بخشش کا مژدہ سناتے ہیں بلکہ جو لوگ مر چکے ہیں اور عذاب میں گرفتار ہیں ان کی وکالت کرتے، حمایت فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عنایت محض احیاء کیلئے ہے یا اموات بھی اس میں داخل ہیں فوراً جواب ملتا ہے کہ سب کیلئے ہیں چنانچہ سب کو رنج و تکلیف سے نجات مل جاتی ہے دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں، سید صاحب ان سب کا حال ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ وہ سب خوش ہو گئے۔ سید احمد اپنے خدا سے بے تکلف بات چیت کرتے ہیں اور ان کو فوراً جواب ملتا ہے بلکہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے، قلم تقدیر سامنے سے ہٹ جاتا ہے بلکہ مقدراتِ خدا تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے کشتی کا غرق جو مقدر تھا سید احمد کی قوت سے اس کو غرق نہ کیا غرق کریں تو کیسے کریں سید احمد بیٹھا ہے کہیں ساری خدائی نہ پلٹ دے اور سیدِ عالم ﷺ کے بارے میں اسمٰعیل کا قلم کہتا ہے کہ جب وہ (خدا) حکم فرماتا ہے وہ سب (انبیاء) رعب میں آ کر بے حواس ہوتے ہیں مگر سید احمد کے سامنے ان کا خدا بے حواس ہو جاتا ہے اور بے حواسی کے عالم میں سوائے اپنے حکم کو واپس لینے کے کوئی چارہ نہیں پتہ نہیں مذاق میں کہا یا حقیقۃً خدا نے کہا تھا تجھے غرق کر دیا جائے گا مگر جب سید صاحب نے سر جھکا دیا

کہ غرق کردے تو بے حواسی میں یہی کہتے بن پڑا کہ اب غرق نہیں کریں گے۔

سید احمد کی شہادت

مولوی عبدالرحمٰن گیلانی فرماتے ہیں:

"یہ مجاہد اعظم (اسمٰعیل) جنگ کرتے ہوئے اپنے مرشد (سید احمد) سمیت ۲۶، ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو ۵۳ سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔"

(مقدمہ تقویت الایمان، صفحہ ۷)

حضرت مولانا قاضی فضل احمد صاحب لودھیانوی فریاد المسلمین کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"لڑائی شروع ہوتے ہی مولوی (اسمٰعیل) صاحب کی پیشانی پر گولی لگی اور شہید ہو گئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی غازی پسپا ہوا یوسف زئی خاطر خواہ فتحیاب ہوئے خلیفہ کے مال و جان کے ایسے دشمن ہو گئے کہ پھر وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا خلیفہ صاحب نے بیدل ہو کر فرمایا جو دولہا بارات کا تھا۔ وہ مارا گیا اب امید کامیابی کی نہیں معلوم ہوتی۔"

(انوار آفتاب صداقت، حصہ اوّل، صفحہ ۴۹۴، فریاد المسلمین، صفحہ ۱۰۲)

اس بیان سے عبدالرحمٰن گیلانی کے بیان کی تکذیب ہو جاتی ہے کہ خلیفہ اسمٰعیل کے ساتھ شہید ہوئے بلکہ اسمٰعیل صاحب کے قتل ہونے کے بعد بھی زندہ رہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی اور ظہور الحسن کسولوی اور قاری طیب وغیرھم باتفاق فرماتے ہیں:

> ''حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ومولوی محمد حسن صاحب بھی وہیں شہید ہوئے البتہ میدان مجاہدوں کے ہاتھ رہا جب لاشیں سنبھالی گئیں تو سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا لوگ تلاش میں تھے اور ادھر ادھر جستجو کرنے لگے چند آدمی مختلف دیہات اور پہاڑوں میں جا کر ڈھونڈا کرتے تھے اور کسی کو نہ ملتے تھے گاؤں میں برابر پتہ ملتا چلا جاتا کہ یہاں تھے وہاں تھے ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے سخت بخار تھا اسی حالت میں میں نے تین شخصوں کو جاتے دیکھا جن میں ایک سید صاحب تھے میں نے غل مچایا کہ حضرت آپ ہم کو چھوڑ گئے اور کیوں ہم سے علیحدہ ہو گئے۔''

(ارواحِ ثلثہ، صفحہ ۱۴۰)

نیز یہ حکایت ''تذکرۃ الرشید'' جلد دوم، صفحہ ۲۷۰۔۲۷۱ میں بھی موجود ہے، یہی

حضرت موصوف فرماتے ہیں:

''دوسرے شخص نے بیان کیا کہ ہم انہیں دنوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے مجھے دفعۃً کچھ فاصلہ پر گڑگڑاہٹ سنائی دی میں وہاں گیا تو دیکھا کہ سید صاحب اور ان کے دو ہمراہی بیٹھے ہیں میں نے سلام اور مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہو گئے سب لوگ بغیر آپکے پریشان ہیں مجبور ہو کر ہم نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنالیا اور ان سے بیعت کی ہے آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا ہمکو اب غائب رہنے کا حکم ہوا ہے۔''

(ارواح ثلثہ، صفحہ ۱۴۰) و (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۲۷۱)

یہی حضرات تحریر فرماتے ہیں:

''منشی محمد ابرہیم نے کہا سید صاحب تیرھویں صدی کے آغاز (محرم یا صفر ۱۲۰۱ھ) میں پیدا ہوئے تھے اور اب ۱۳۱۸ھ میں ممکن ہے کہ حیات ہوں انھوں نے جب لفظ ممکن کہا تو حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) نے ارشاد فرمایا بلکہ اغلب اور فرمایا کہ سید صاحب انبیٹھ میں بھی تشریف لائے۔''

(ارواح ثلثہ، صفحہ ۱۴۱) و (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۲۷۱)

سید احمد مارے گئے ۱۲۴۶ھ میں اور رشید احمد گنگوہی صاحب ۱۳۱۸ھ میں ان کے زندہ ہونے کی گواہی دے رہے ہیں بلکہ یہ لوگ تو اب بھی سید صاحب کا انتظار کر رہے ہیں۔ مولوی عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں:

''مولانا ولایت علی کی پارٹی کا مرکز فکر یہ بتایا جاتا ہے کہ امیر شہید غیر معین عرصہ کیلئے غائب ہو گئے ہیں، ان کے انتظار میں جہاد کی تیاری کرتے رہنا چاہیئے وہ ضرور آئیں گے۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۴۱)

معلوم ہوا کہ وہابیہ کی ایک جماعت جن میں دیوبندی بھی شامل ہیں یہ ایمان رکھتی ہے کہ سید احمد صاحب ابھی تک زندہ ہیں، چنانچہ عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں:

''اکثر عوام اور چند ایک خواص کا غازی شہید امام امجد سید احمد بریلوی ﷫ کے متعلق یہ خیال ہے کو وہ مہدی تھے نیز انھوں نے میدانِ غزا میں شہادت نہیں پائی بلکہ وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے وہ اب تک زندہ ہیں اور اس عالم میں موجود ہیں۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۴۴)

معلوم ہوا کہ وہابی لوگ سید احمد کے زندہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، انہیں یقین ہے کہ وہ ضرور آئیں گے ان کے انتظار میں بے قرار ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی

مولوی رشید احمد گنگوہی کی عظمت وشان و بلندیٔ مقام دنیائے دیوبند میں مسلم، انکی ذات بے مثال، انکی پر تو صفات کا قدرے حال اکابر علماءِ دیوبند کی زبانی سنیئے۔
مولوی حسین احمد ٹانڈوی المعروف مدنی، صدر مدرسین دارالعلوم دیوبند، رشید احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا شمس العلماء العٰلمین بدر الفضلاء الکاملین ابو حنیفۃ الزمان جنید دوران امامِ ربانی ومحبوبِ سبحانی جناب حافظ حاجی۔''

(الشہاب الثاقب، کتبخانہ رحیمیہ دیوبند، صفحہ ۸۰)

مولوی حسین احمد صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ گنگوہی صاحب امام ربانی بھی ہیں محبوبِ سبحانی بھی، اپنے زمانہ کے ابوحنیفہ اور وقت کے جنید ہیں فضلائے کاملین میں چودھویں رات کے چاند ہیں اور تمام عالمین ماسوا اللہ میں علماء کے سورج ہیں۔ پس یہ ایسا وصفِ کامل ہے کہ ان کے سوا کسی غیر میں نہیں پایا جاتا۔ تمام کائنات میں علماء کو ایک گونہ امتیاز حاصل مولیٰ عزوجل فرمائے **انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤ ہ** اور دنیائے دیوبند میں علماء عالمین کے سورج گنگوہی صاحب ہیں جو فضل عالم کو حاصل وہ غیر عالِم (جاہل) کو نہیں۔
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

''انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو صرف علوم ہی
میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر
امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(تحذیر الناس، صفحہ ۴، کتبخانہ اعزازیہ دیوبند)

معلوم ہوا کہ دیوبندی دھرم میں وجہ امتیاز علم ہے نہ کہ نبوت اور وہ علماءِ دیوبند کو حاصل اور تمام علماءِ عالمین میں ماسوا اللہ کے گنگوہی صاحب سورج ہیں ثابت ہوا جو فضل رشید احمد صاحب گنگوہی کو حاصل وہ کسی اور کو نہیں اس دائرہ عالمین میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی داخل ہیں اور انبیاء کرام علیہ السلام کے بارے میں مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو
اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۱۲)

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت نادانوں، جاہلوں اور بے علموں کیلئے ہے، علماءِ دیوبند کو ان کی حاجت نہیں وہ علماء مثل انجم وقمر اپنے آفتاب رشید احمد گنگوہی سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں بایں سبب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں جس کو عاشق الٰہی میرٹھی اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''آپ (رشید احمد) نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ اپنی زبانِ فیضِ ترجمان سے فرمائے سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۱۷، مکتبہ بحر العلوم، جونا مارکیٹ، کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی دھرم میں حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کی اتباع ضروری تو کیا معنی اسکی حاجت بھی نہیں، وہ قرآن جس کا فرمان فاتبعونی تھا اس کو رشید احمد کے فرمان نے منسوخ کر دیا اس زمانہ میں ہدایت ونجات کا واحد عمل رشید احمد کی اتباع میں ہے۔ آج گنگوہی کو جو مرتبہ حاصل وہ ان کے غیر کو نہیں جس مقام پر یہ ہیں وہاں کسی کی رسائی نہیں، عاشق الٰہی میرٹھی فرماتے ہیں:

> ''حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کا توکل میں صبر وقناعت میں ریاضت وعبادت میں تقویٰ وطہارت میں مجاہدہ میں استقامت میں استغنا میں حب فی اللہ بغض فی اللہ میں جسطرح کوئی مثل نہیں اسی طرح تبحر علمی میں وسعت نظر میں تفقہ میں تحدیث میں عدالت وثقاہت میں حفظ واتقان میں فہم وفراست میں اور روایت ودرایت میں

بھی کوئی نظیر نہ تھا پس بے نظیر شیخ وقت اور بے عدیل قطب زمان کی سوانح کوئی لکھے تو کیا لکھے بھلا جس مجسم نور اور سرتا پا کمال کا عضو عضو اور رواں رواں (رُنگٹا رُنگٹا) ایسا حسین ہو کہ عمر بھر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۳)

یہ وہ کمالات وفضائل ہیں کہ دیو بندی علماء حضور ﷺ میں بھی نہیں مانتے یہ سب رشید احمد کی ذات میں موجود مانتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں حضور ﷺ کو بے مثل لکھدیا اور حدیث اَیُّکُم مِثلِی سے استدلال فرمایا اس پر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور ان کے رفیق کار رشید خلیل احمد دونوں بیک وقت حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب پر برس پڑے اور اس کے رد میں براہینِ قاطعہ میں لکھا:

"ایکم مثلی میں مماثلۃ تقرب الی اللہ کی مراد ہے چنانچہ ما بعد کا یطعمنی ویسقنی خود ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی لستن کاحدٍ من النساءِ میں نفی مماثلہ شرفِ زوجیت ولوازم زوجیت کی مقصود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرفِ کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس

بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم اور بعد اس کے یوحی الی کی قید سے پھر وہی شرفِ تقرب کو بعد اثباتِ مماثلہ بشریت کے ثابت فرمادیا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپکو بھائی کہا تو کیا خلافِ نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔''

(براہینِ قاطعہ، صفحہ ۳، کتبخانہ امدادیہ دیوبند)

دونوں عبارتیں آپ کے سامنے پیش، دونوں میں کتنا فرقِ عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کو نفسِ بشریت میں اپنا مماثل جانیں اپنے جیسا بشر سمجھیں بلکہ بھائی کا مرتبہ دیں اور بھائی کہنے کو نص سے ثابت بتائیں اور رشید احمد گنگوہی کو مجسم نور بتائیں اور سر تا پا کمال ثابت کریں اور ان کے فضائل حمیدہ کو بے مثل ثابت فرمائیں، انکی تعریف کرتے زبان نہ تھکے اور حضور اکرم ﷺ کی تعریف صرف بشر جیسی کرنیکی تاکید فرمائیں بلکہ اس میں بھی اختصار کا حکم لگائیں۔ مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں:

''کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۹)

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں:

''جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر

ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔“

(تقویت الایمان، صفحہ۹۰)

دیکھو دیوبندیوں کی کتاب ایمان خصوصاً رشید احمد گنگوہی کی عین اسلام کہتی ہے کہ رسول کا مرتبہ ایسا ہے جیسے قوم میں چودھری کا اور گاؤں میں زمیندار کا مگر رشید احمد گنگوہی ہر فضل میں بے ہمتا ہر کمال میں یکتا ہیں۔ نیز عاشق الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں:

”حضرت (رشید احمد) نے ارشاد فرمایا بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ ان کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونیکی نوبت پہنچتی تھی میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے مری نشست دبرخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا اس کے بعد اتنا فرما کر خاموش ہو گئے کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگوں رہے مطلب ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی اجازت کے بغیر نہ حرکت ہوتی نہ سکون۔“

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ رشید احمد صاحب کو وہ درجہ حاصل ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ سے بھی تعلق ختم ہو کر بلا واسطہ اللہ عزوجل سے تعلق قائم ہو گیا کہ اللہ عزوجل کی اجازت کے بغیر کوئی حرکت ہی نہ ہوتی۔ دیوبندیوں کے نزدیک حضور ﷺ کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ مولوی اسمٰعیل فرماتے ہیں:

> ”حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم نہ ہوئی۔“
>
> (تقویت الایمان، صفحہ ۳۵)

اندازہ کیجئے اور دونوں عبارتوں کا فرق دیکھئے کہ رشید احمد کی ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ بندھی اور حضور اکرم ﷺ افعال تو کجا صرف بات معلوم کرنا چاہتے ہیں اور وہ بات بھی معلوم نہیں ہوتی یعنی دربارِ الٰہی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اتنی لاپرواہی اور رشید احمد گنگوہی کی طرف ہر آن توجہ الٰہی۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

گنگوہی صاحب نے اسی لئے فرمایا کہ ہدایت اور نجات موقوف ہے مرے اتباع پر پھر اس پر حلف اٹھاتے اور قسم کھاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ عزوجل (معاذاللہ) محمد مصطفےٰ ﷺ کی پرواہ نہیں کرتا وہ چاہتے ہیں کہ اللہ مجھے ایک بات ہی بتا دے اور اللہ وہ بھی نہیں بتاتا اور رشید احمد گنگوہی کی طرف ایسا متوجہ ہے کہ انکی ہر حرکت و سکون اسکی مرضی سے بندھی ہوئی ہے پس انکے اتباع میں ہدایت بھی

ہے نجات بھی۔

قرآن کریم اللہ کا کلام قدیم ہے مگر وہابیہ کے نو مفکرِ اسلام مسٹر مودودی قرآن کو ہدایت کیلئے تو تسلیم کرتے ہیں مگر نجات کیلئے نہیں مانتے۔ فرماتے ہیں:

"قرآن حکیم نجات کے لئے نہیں ہدایت کیلئے کافی ہے۔"

(تفہیمات، حصہ اوّل، صفحہ ۳۸۱، اشاعتِ ہشتم ۱۹۶۸ء، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور)

ان عبارات سے رشید احمد گنگوہی کی عظمت وشان کا نشان ملتا ہے نجات جو قرآن کریم سے بھی نہیں حاصل ہوتی وہ گنگوہی کے یہاں ارزاں ھے اوران کے دربار سے ہدایت بھی ملتی ہے اور نجات بھی کیونکہ ان کا قلم عرش سے بھی اوپر چلتا ہے۔ گنگوہی کے شاگردِ جلیل اور خلیفہ عظیم، مولوی عاشق الٰہی فرماتے ہیں:

مولوی رشید احمد گنگوہی کی دینی خدمات

"جس زمانے میں مسئلہ امکانِ کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ہے سائیں توکّل شاہ صاحب انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے حضرت امام ربانی (رشید احمد) قدس سرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امکانِ کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکّل شاہ صاحب نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی

پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے۔ لوگو تم کیا کہتے ہو میں
مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا
ہوں۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۳۲۲)

سبحان اللہ العظیم ۔ اس روایت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ان میں بعض یہ ہیں۔ مثلاً:

نمبر ا۔ دیو بند سے تعلق رکھنے والے حضرات غیب کا حال جان لیتے ہیں ان سے کوئی شے پوشیدہ نہیں فرش تا عرش بلکہ اس سے پرے کا حال جب چاہیں دریافت کر لیں جیسا کہ سائیں توکل شاہ صاحب نے عرش کو بھی دیکھا اور اس سے پرے بھی دیکھ لیا۔ یہ بات کسی غیر دیو بندی کیلئے ثابت نہیں بلکہ محال ہے اگر چہ انبیاء و مرسلین ہی ہوں۔ دیو بندی مذہب کے امام مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر
لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی نبی اور ولی کو جن و
فرشتے کو پیر و شہید کو امام اور امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ
صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب چاہیں غیب کی بات
معلوم کر لیں۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۴-۳۵)

دیکھئے امامِ دیوبند نے ایک ایک کر کے سب کو گنا دیا حتیٰ بھوت کو بھی نہ چھوڑا مگر دیوبندیوں کو اس حکم میں شامل نہ کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے جیسا کہ سائیں توکل شاہ صاحب نے چاہا دریافت کر لیا، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی نبی اور ولی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو وغیرھم اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی سوائے دیوبندیوں کے، کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں یہ ہے تقویت الایمان کی عبارت کا مفہوم۔ لہٰذا سائیں توکل شاہ صاحب نے رشید احمد کی تکفیر بر بنائے امکانِ کذب باری سن کر فوراً ہی آسمانوں کے اوپر دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کو بھی چھوڑا عرش پر نظر کی اور عرش کے بھی پرے مولوی رشید احمد صاحب کا قلم چلتے ہوئے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ وہ قلم عرش پر نہ چل رہا تھا بلکہ عرش سے بھی پرے لوحِ محفوظ پر چل رہا تھا جس کی اس واقعہ میں نشاندہی کی گئی۔ عرش پردہ غیب میں ہے جس کو ہر شخص نہیں دیکھ سکتا سوائے دیوبندیوں کے کہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں کسی نبی کو یہ طاقت نہیں، انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

''سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۴۰)

مگر دیوبندی اس میں داخل نہیں اگر بالفرض داخل مانتے ہیں تو عاشق الٰہی میرٹھی اور

سائیں توکل شاہ صاحب وغیرھم کو جھوٹا ماننا پڑے گا اور کتاب کو آپ غلط بتا نہیں سکتے کیونکہ رشید احمد صاحب اس کتاب تقویت الایمان کو عین اسلام فرماتے ہیں (حوالہ پیچھے گزرا)۔ مولوی اسمٰعیل صاحب، سید المرسلین محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم نہ ہوئی۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۳۵)

مگر دیوبندی حضرات جب چاہیں از خود معلوم کر لیں پھر اس عالم کی نہیں بلکہ اس عالم کی جہاں عرش ہے۔

نمبر۲۔ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رشید احمد گنگوہی امکانِ کذب باری کے قائل ہیں یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ کا جھوٹ ممکن مانتے ہیں۔

نمبر۳۔ یہ بھی معلوم ہو کہ مسئلہ امکانِ کذب باری کی بناء پر علمائے اسلام نے اس پر احتجاج کیا جسکو روایت میں ''شور مچایا'' کے الفاظ میں ذکر کیا گیا۔

نمبر۴۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علمائے اسلام کے احتجاج کرنے پر رشید احمد گنگوہی نے مسئلہ سے رجوع نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو ممکن ہی کہتے رہے تو علماء اسلام نے گنگوہی کی تکفیر کی اور ان کو کافر کہا۔

نمبر۵۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رشید احمد گنگوہی کے کافر ہونے کا جب ذکر سائیں توکل

شاہ نے سنا تو ان کی حمایت کا اعلان کیا اور بزرگی بیان کی یہ توکل شاہ صاحب کے دیوبندی ہونے کا نشان ہے۔

نمبر۶۔ رشید احمد صاحب نے اپنے زورِ قلم سے امکانِ کذب باری کا راگ الاپا جس پر سائیں توکل شاہ صاحب نے تصدیق کی اور منہ اٹھا کر کہا کہ اے لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش سے پرے (لوحِ محفوظ پر) چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں، گویا مکتوباتِ لوحِ محفوظ کی (معاذاللہ) اصلاح ہو رہی جو تحریرِ کذب سے ناشی اور ان کا وقوع ممکن، اسکی رشید احمد صاحب اصلاح فرما رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ دیوبندی امکانِ کذب خدا کے تو قائل ہیں مگر رشید احمد کے کذب کا کوئی قائل نہیں بلکہ مولوی عاشق الٰہی صاحب سارے دیوبندیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''(رشید احمد) قطب عالم، غوث الاعظم، جامع الفضائل والفواضل مستجمع الصفات البہیہ ہیں۔''

(تذکرۃ الرشید، صفحہ۲)

اور لکھتے ہیں:

> ''رشید احمد۔ تقویٰ وطہارت میں، عدالت وثقاہت میں، حفظ واتقان میں روایت ودرائت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا۔''

(تذکرۃ الرشید ملخصا، صفحہ۳، جلد اوّل)

ہمیں مسئلہ امکانِ کذب پر بحث کرنا مقصود نہیں جسکو اس مسئلہ کی تحقیق انیق اور دلائل و براہین کے مطالعہ کا شوق ہو وہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجددِ دین وملت مولانا مرشدنا احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ ''سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح'' کا مطالعہ فرمائے ہم کو صرف یہ کہنا ہے کہ اللہ سبحٰن قدوس کے امکانِ کذب کو ثابت فرما کر اللہ رب العزت کی کونسی بڑائی بیان کی۔ کیا امکانِ کذب ماننے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تعریف ہے اگر کذب (جھوٹ) علامتِ بزرگی اور سببِ تعریف ہے تو اس بزرگی اور بڑائی سے رشید احمد گنگوہی اور ان کے امام وغیرہ کو کیوں محروم رکھا گیا؟ دیوبندیوں کو چاہئے کہ رشید احمد کو جھوٹا لکھیں۔ اللہ سبحان تعالیٰ جسکا کلام، کلامِ نفسی بلا صوت قدیم اس میں کذب کا امکان ثابت کریں تو رشید احمد گنگوہی اور دیگر ائمہ دیوبند کو جھوٹا کیوں نہیں کہتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یقیناً جھوٹ عیب ہے جو خدا کو لگاتے ہیں اور اپنے بزرگوں کو بچاتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے رفیق خلیل احمد، دونوں بالاتفاق فرماتے ہیں:

> ''امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں چنانچہ رد المحتار میں ہے هل يجوز الخلف في الوعيد و ظاهر مافي المواقف والمقاصد ان الا شاعرة قائلون بجوازه لا نه لا يعد نقصابل جود او كما الخ ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے بس اس پر طعن کرنا مؤلف

کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔"

(براہینِ قاطعہ، صفحہ ۲، کتبخانہ امدادیہ، دیوبند)

یعنی گنگوہی اور انکے رفیقِ کار خلیل احمد دونوں حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب (جنھوں نے رشید احمد کے مسئلہ امکانِ کذب سے تعرض کیا) سے کہا جا رہا ہے کہ امکانِ کذب کا مسئلہ ہمارا ایجاد کردہ نہیں بلکہ متقدمین میں اختلاف ہوا کہ خلف وعید جائز ہے یا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ غضب بلکہ غیض وعناد اس درجہ غالب ہے کہ عقل جاتی رہی دعویٰ تو امکانِ کذب کا ہے اور دلیل خلف وعید کی جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے کہ کسی نے دعویٰ کیا کہ رات ہے اور اسکی دلیل میں فرمایا کہ دیکھو سب گواہ ہیں کہ سورج موجود ہے۔ رد المحتار جسکو سند بنایا وہ مواقف اور مقاصد کا حوالہ دیکر خلف وعید کو ذکر کرتی ہے اسی مواقف میں ہے۔ **لا یعد الخلف فی الوعید نقصا**. خلف وعید نقص میں نہیں گنا جاتا اور اسی مواقف میں یہ بھی ہے **انه تعالی یمتنع علیه الکذب اتفاقا** کذبِ باری تعالیٰ محال ہے۔
کجا خلف وعید اور کہاں امکانِ کذب، ایسی تبحر علمی کہ دونوں کے مابین تمیز دشوار ہوگیا۔ عرب کا یہ مقولہ بھی یاد نہ رہا؟؟ **الکریم اذا وعد الوفا واذا او عد عفا** یعنی کریم جب کسی بات کا وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے اور جب کوئی وعید (سزا) مقرر کرتا ہے اسے معاف کر دیتا ہے کہ وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے۔
علمائے اہلسنت کو تو میرٹھی صاحب نے مخالفین میں گن لیا مگر رشید احمد صاحب کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کو کیا کہیں گے؟ ان کا خط رشید احمد کے نام فتاویٰ

رشیدیہ میں محفوظ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''براہینِ قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں براہینِ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوگئے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب، صفحہ ۹۱۔۹۲، قرآن محل، کراچی)

رشید احمد گنگوہی اپنے پیرومرشد حاجی امداد اللہ کو جواباً لکھتے ہیں:

''الحاصل امکانِ کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب، صفحہ ۹۲، قرآن محل، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ امکان کو وقوع (واقع ہونا) لازم نہیں مگر محال بھی نہیں اور خصم کب مانے گا کہ عدم وقوع کیلئے دلیل درکار اور امکان کے آپ خود قائل پس اس کی صداقت میں بھی کلام تو ایمان کہاں رہا اور اس بنا پر ہی حاجی صاحب نے لکھا کہ اس

تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے مگر گنگوہی نے اپنے پیر ہی کو نا سمجھ نادان بنا ڈالا، علماءِ اہلسنت جنکو مخالفین سے یاد کرتے ہیں ان کی کب ماننے والے ہیں۔ یہ رشید احمد گنگوہی تو اللہ عزوجل کی بھی بات نہیں مانتے۔ اللہ فرماتا ہے فلن یخلف اللہ عہدہ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا یہ کہتے ہیں کہ وعدہ کا خلاف ممکن ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے و تحت کلمت ربک صدقا وعد لا ط لا مبدل لکلمتہ یعنی پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور فرماتا ہے عزوجل ومن اصدق حدیثا اس کے تحت تفسیر مدارک میں ہے تمییز وھو استفھام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لا ستحاتہ الکذب علیہ تعالی بقبحہ لکونہ اخباراً عن الشی بخلاف ماھو علیہ یعنی آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کی رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔

دین سے شغف رکھنے والا ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ازلی وقدیم واجب الوجود ہے اسی طرح اپنی تمام صفات میں بھی، اسکی صفات واجب الذات ازلی اور قدیم ہیں۔

پس اگر امکانِ کذب تحت قدرت ہی مانئے مگر ہے تو صفت ہی اور صفات اسکی واجب تو کذب واجب ٹھہرا، لہٰذا صدق محال ہوا اور گنگوہی صاحب کا یہ فرمانا کہ امکان کو

وقوع لازم نہیں تو وقوع کے لازم نہ ہونے سے موصوف کی صفت میں تو خلل واقع نہیں ہوتا۔ واقع نہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ اس صفتِ کذب سے متصف بھی نہیں جبکہ اسکی صفات قدیم ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ رحیم اسکی صفتِ قدیمہ جب تک مخلوق نہ تھی اس صفت رحم کا ظہور (وقوع) نہ ہوا مگر ہے تو وہ ازل سے رحیم اگرچہ قبل وجود کائنات اس کا وقوع نہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ غفار (یعنی گناہوں کا مٹانے والا) ہے تو اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ ازل میں غفار نہ تھا جب مخلوق پیدا ہوئی اور اس نے گناہ کئے تو اس صفت کا وقوع (ظہور) ہوا تو غفار ہو گیا ایسا ہرگز نہیں وہ ازل سے غفار ہے اسکی ہر صفت ازلی وقدیم ہے حادث نہیں پس امکانِ کذب تحت قدرت کا مطلب یہی ہوا کہ اس کو معاذاللہ ازل سے جھوٹا مانا گیا اس کو سچا کبھی نہیں کہا جا سکتا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ ہے گنگوہی صاحب کی دینی خدمات کا ایک نمونہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے متعلق۔

اور لیجئے رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

> ”شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو

رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ، صفحہ ۵۱، کتبخانہ امدادیہ دیوبند)

گنگوہی صاحب کی بصیرت قلبی اور تفقہ دینی کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ درِمختار کی منقولہ روایت کہ "شیطان اولادِ آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے" کو نص مان کر اقرار کر لیا اور لکھ دیا کہ شیطان محیط زمین کا عالم (علم رکھنے والا) ہے مگر فخر عالم سرکار دو عالم ﷺ کیلئے ان کو ثبوت علم میں کوئی نص نظر نہیں آتی اور طرفہ یہ کہ اگر کوئی بتا دے تو نص پر بھی راضی نہیں ہوتے نص قطعی کو طلب فرماتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ گنگوہی صاحب کو قرآن حکیم کی آیات جو حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کے علوم واسعہ پر شاہد ہیں دکھائی نہیں دیتیں اگر وہ آیات جو حضور ﷺ کے علوم پر دال ہیں نظر آئیں تو انکار کیوں کرتے، ہاں یہ اور بات ہے کہ آیاتِ قرآن حکیم کو وہ نص کا درجہ نہ دیتے ہوں اور ان آیاتِ کریمہ کو قیاس فاسدہ تصور کرتے ہوں اور اگر کسی کے مطالبہ پر نص مان بھی لیں تو نص قطعی سے انکار ہے۔ یہ گنگوہی قطبِ عالم دیوبند ہیں کہ آیات قرآن حکیم کو نص کا بھی درجہ نہیں دیتے مگر تقویت الایمان کو نص قطعی مانتے بلکہ عین اسلام بتاتے ہیں۔ قرآن کریم میں آیات متکاثر موجود جس میں حضور اکرم ﷺ کے وسعتِ علم کا بیان ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکذالک نری ابرھیم ملکوت السمٰوٰت والارض

یعنی: "اور ایسا ہی ہم ابراھیم کو آسمان و زمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں۔"

اس آیتِ پاک میں دو باتیں نہایت اہم اور غور طلب ہیں:

اوّل۔ نری استمرار و تجدد پر دال ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ دکھانا ایک بار کیلئے نہ تھا بلکہ مستمر و دوام کیلئے ہے۔

دوم۔ کذالک تشبیہ کیلئے ہے جسے ہر عربی دان جانتا ہے اور تشبیہ کیلئے مشبہ اور مشبہ بہ ضروری ہے مشبہ تو خود قرآن حکیم میں مذکور یعنی حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، باقی رہا مشبہ بہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری سطلنت دکھا رہے ہیں اسی طرح آپکے طفیل میں آپکے والد ماجد ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں۔ اس طرح متعدد آیات قرآن کریم میں موجود ہیں مگر گنگوہی صاحب کسی کو بھی نص قطعی کا درجہ نہیں دیتے کیونکہ انکے عین اسلام تقویت الایمان نے کہہ دیا کہ (معاذاللہ) رسول نادان و بے خبر ہیں اس لئے گنگوہی صاحب ان آیات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ گنگوہی صاحب سارے دیوبندیوں کے قطب عالم اور غوث الاعظم ہیں۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی فرماتے ہیں:

''قطب العالم قدوة العلماء غوث الاعظم مولانا الحافظ الحاج
المولوی رشید احمد گنگوہی۔''

(ملخصاً تذکرۃ الرشید، جلد اول، صفحہ ۲)

مگر تعجب تو اس بات کا ہے کہ سارے دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا غوث الاعظم جس وسعتِ علم کو شیطان و ملک الموت کیلئے نص سے ثابت مانتا ہے اسی وسعتِ علم کو نبی اکرم سیدِ عالم ﷺ کیلئے شرک بتاتا ہے۔ خدا کی خدائی میں کسی کو شریک جاننے کا نام شرک ہے اور شریک جاننا دوسرا خدا ماننا ہے۔ اگر اس وسعتِ علم پر خدائی موقوف کہ جس کیلئے بھی ثابت کیا جائے اس کیلئے خدائی ثابت ہو جائے۔ پس جو مخلوق میں کسی ایک کیلئے بھی ثابت کرے وہ مشرک ہو جائے اگرچہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو مگر دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا غوث الاعظم حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کیلئے ثابت کرنا ایسا شرک بتاتا ہے جس میں ایمان کو کوئی حصہ نہیں اس سے اس صفت (وسعتِ علم) کو خدا ہونیکی دلیل ٹھہراتا ہے اور وہی صفت اپنے شیطان اور ملک الموت کیلئے نص سے ثابت ہونا مانتا ہے۔ یہ اپنے منہ اپنے شرک کا اقرار کرنا ہے اور گنگوہی کی حمایت میں سارے دیوبندی مشرک ٹھہرے کہ انکو بھی یہ تسلیم ہے۔

نیز مولوی عاشق الٰہی نے رشید احمد گنگوہی کو غوث الاعظم لکھا۔ کسی وہابی مقلد اور غیر مقلد خواہ دیوبندی ہو یا تبلیغی، مودودی ہو یا ندوی کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور نہ کوئی اس کے خلاف بیان دیا نہ احتجاج کیا، لہٰذا گنگوہی صاحب کا غوث الاعظم

ہونا سب کو تسلیم۔ہم کہتے ہیں کہ اس عقیدہ کی بناء پر اپنے قانون مذہب کی رُو سے مشرک ہو گئے کیونکہ غوث کا معنی ہے "فریاد رس" فریاد کو پہنچنے والا۔گنگوہی کی عین اسلام مسماۃ تقویت الایمان کہتی ہے:

"مشکل کے وقت پکارنا......اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سوان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ۔"

(تقویت الایمان ملخصا،صفحہ۱۹)

مولوی اسمٰعیل دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے۔ جو کوئی کسی اور کو ایسا تصرف ثابت کرے...... وہ مشرک ہو جاتا ہے...... پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

(تقویت الایمان ملخصا،صفحہ۲۱)

گنگوہی صاحب کی عین اسلام تقویت الایمان نے جو باتیں خاص خدا کیلئے بتائیں

وہ سب باتیں دیوبندی رشید احمد کیلئے مانتے ہیں اور فریادرس (غوث الاعظم) کے مفہوم میں یہ سب باتیں موجود ہیں فریادرسی کیلئے فریادی ہونا ضرور اور مشکل اور مصیبت کے وقت پکارنا ہی فریاد کرنا ہے پس مشکل میں دستگیری کرنا یہی فریادرسی ہے اور دیوبندی رشید احمد کو غوث الاعظم ثابت کرتے ہیں کہ مشکل میں دستگیری کرنا برے وقت میں پہنچنا، بلاؤں کو ٹالنا، حاجت پوری کرنا تو غوث کا کام ہے اور رشید احمد تو غوث الاعظم ہیں یعنی ان سے بھی اعظم ہیں لہٰذا سارے دیوبندی اور تبلیغی وغیرہ سب مشرک ہوئے۔ اب دیوبندی یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ رشید احمد کو خدا نے یہ طاقت بخشی ہے کیونکہ تقویت الایمان نے پہلے ہی کہہ دیا خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

مشہور دیوبندی مولوی سبحان محمود صاحب دارالعلوم کراچی فرماتے ہیں:

''حضرت گنگوہی کو ویسے تو تمام علومِ اسلامیہ میں منصب امامت حاصل تھا مگر جو خصوصی مناسبت آپ کو فقہ وحدیث سے تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علوم آپکی سرشت میں داخل ہو چکے ہیں فقہ وحدیث کے وہ مشکل مسائل جن کے حل کرنے میں علمائے عصر حیران و پریشان رہتے حضرت کے یہاں چٹکیوں میں حل ہو جاتے اور ایسے جچے تلے الفاظ میں کہ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوتی۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری علامہ شامی کے تبحر علمی کو تو ضرور سراہتے تھے لیکن

آپکی زبان حقیقت ترجمان نے فقیہہ کا موزوں خطاب
صرف صاحب بحرالرائق اور حضرت گنگوہی کو دیا۔"

(دیباچہ فتاوی رشیدیہ، صفحہ ۳)

آیئے دیوبندیوں کے امام ربانی اور غوث الاعظم جنکو علامہ شامی علیہ الرحمہ پر فوقیت حاصل اس کی حدیث دانی اور فقہی مسائل ملاحظہ فرمایئے اور دیوبندی دیانت کی داد دیجئے۔

مسئلہ نمبر ا۔ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں

"علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ
سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا عندہ مفاتیح
الغیب لا یعلمها الا هو خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا
ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کا ہے کہ کوئی
نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے، پس اثباتِ علمِ غیب غیر
حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔"

(فتاوی رشیدیہ، صفحہ ٦٥)

عبارت مذکورہ میں جچے تلے الفاظ اور تبحر علمی ملاحظہ فرمایئے اور دیانت کی داد دیجئے۔

عنده مفاتیح الغیب کا ترجمہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے علم غیب کا حالانکہ مفاتیح، کلید اور کنجیوں کو کہتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں، غیب کی کنجیاں نیز اثباتِ غیب غیر اللہ کو شرک صریح بتاتے ہیں۔ یہاں ذاتی اور عطائی کی کوئی تخصیص نہیں کی خواہ اللہ کے بتانے سے اثبات علمِ غیب ہو یا خود بخود جان لینے سے ہو مگر سوال میں سائل علمِ غیب عطائی کے بارے میں پوچھ رہا ہے اور کہتا ہے:

> ''سوال: بعض لوگ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماسوائے اللہ اس آیت سے جو سورہ قل روحی میں ہے عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد الامن ارتضی من رسول الایۃ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں۔''
>
> (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۶۵)

گنگوہی صاحب اس پر شرک صریح کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں مگر دوسری جگہ دیوبند کے امام ربانی، غوث الاعظم گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

> ''جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے۔''
>
> (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۸۸)

گنگوہی صاحب کا منصب امامت اور سرشتی علوم فقہ و حدیث کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ علمِ غیب ذاتی جو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے اور غیر کیلئے محال اس کا ثبوت غیر اللہ کیلئے کفر صریح اور شرک جلی ہے اس میں تو اندیشہ کفر کا گمان کرتے ہیں اور علمِ عطائی جو انبیاء علیہم السلام کیلئے متعدد آیاتِ قرآن سے ثابت اس کو بلا تخصیص شرک صریح بتاتے ہیں ۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**

مسئلہ نمبر۲۔ نوٹ کے بارے میں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

''نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۴۰۸)

اس سے معلوم ہوا کہ نوٹ کا لین دین خرید و فروخت جائز و درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۳۔

''بہ ذریعہ منی آڈر روپیہ بھیجنا نا درست ہے اور داخل ربوٰ (سود) ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۴۳۱)

مسئلہ نمبر۴۔

''منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم

ہے منی آ ڈر کرنا سود میں داخل ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۴۳۱)

معلوم ہوا کہ منی آرڈر کرنا سود ہے جس میں آجکل کے عوام الناس مبتلا ہیں یہ گنگوہی صاحب کے فقہ دانی اور امامت کی اچھوتی دلیل ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔

''سوال: جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جاوے اور تقسیم شیرنی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔
جواب: کسی عرس و مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی عرس و مولود درست نہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۴۷)

گنگوہی صاحب محفل مولود اور عرس کو ہر طرح ناجائز فرماتے ہیں حالانکہ اسی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب الدرالثمین کا حوالہ مولوی عزیزالدین صاحب نے اپنے سوال میں تحریر کیا وہ یہ ہے:

''سوال: شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الدرالثمین فی مبشرات النبی الامی میں جو اپنے والد حضرت شاہ

عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں اخبرنی
سیدی والدی قال کنت اصنع فی ایام المولد
طعاما صلة بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم
یفتح لی سنته من السنین شئی اصنع به طعامافلم
اجد الا حمصا مقلیا فقسمته بین الناس فرایته
صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیه هذه الحمص
متبھجا بشاشا فقط عبارت مذکورہ سے بظاہر معلوم
ہوتا ہے کہ تعین یوم ولادت ایصال ثواب باسرور ولادت
میں طعام وغیرہ جو شاہ صاحب قدس سرہ کے معمولات میں
سے تھا جائز و مستحب ہے اور باعثِ خوشنودی آنحضرت
صلعم (ﷺ)"

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۰۶)

اب ذرا عربی عبارت کے مفہوم پر غور فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے والد نے خبر دی کہ میں نبی کریم ﷺ کے ایامِ ولادت میں کچھ کھانا حضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیتہً تیار کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک سال کچھ دستیاب نہ ہوا کہ میں کھانا تیار کر سکوں اس لئے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ چنے حضور پرنور ﷺ کے سامنے رکھے ہیں اور حضور اس سے

بڑے مسرور و بشاش ہیں۔

مسئلہ نمبر ٦۔ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

''محرم میں ذکر شہادت حسین علیہما السلام کرنا اگر چہ براویت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۴۷۔۱۴۸)

مسئلہ نمبر ۷۔

''سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاذ و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔

الجواب: درست ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۴۸۸)

ہندوؤں کے تہوار ہولی کا تحفہ پوری وغیرہ اگر چہ چڑھوا ہو وہ تو جائز درست ہے کیونکہ یہاں تشبیہ نہیں اصل ہے اور نیاز کا شربت وغیرہ میں تشبیہ تھی لہٰذا وہ حرام ہو گیا۔

مسئلہ نمبر ۸۔

''سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۴۹۸)

ہندوؤں کی لگائی ہوئی سود کے پیسے سے پانی کی پیاؤ کے پانی پینے میں کوئی حرج نہیں مگر مسلمانوں کے حلال وطیب کمائی سے نیاز کا شربت اور سبیل کا پانی اور دودھ سب حرام ہے۔

کوّا کھانا ثواب

مسئلہ نمبر ۹۔

''سوال۔: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کـــــوّا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب۔

جواب: ثواب ہوگا فقط۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۴۹۳)

بطور نمونہ مشتے از خروارے یہ نو مسائل فتاویٰ رشیدیہ سے نقل کردیئے ان کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں کہ دیوبند کے امامِ ربانی اور غوث الاعظم کا اختیار کتنا وسیع ہے جس حرام کو چاہیں حلال فرمادیں اور جس حلال کو چاہیں حرام کردیں ان کا قلم تو عرش کے پرے لوحِ محفوظ پر چلتا ہے بریں سبب ارشاد فرماتے ہیں:

''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔''

اسی وجہ سے معاذ اللہ حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کو انکے حضور زانوئے تلمذ طے کرنا پڑا۔ رشید احمد گنگوہی اور انکے رفیق خلیل احمد فرماتے ہیں:

''کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا جب سے علماءِ مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔''

(براہینِ قاطعہ، صفحہ ۲۶)

کیونکر شاگردی نہ کرتے کہ ہدایت اور نجات دونوں کا دارومدار رشید احمد گنگوہی کے

اتباع پر موقوف ہے لہٰذا شاگردی بھی کرنا پڑی بلکہ خدمت بھی کرنا پڑی اور کھانا پکا کر کھلانا پڑا۔ عاشق الٰہی میرٹھی فرماتے ہیں:

"ایک دن اعلیٰحضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپکی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپکی بھاوج سے فرمایا کہ "اُٹھ" تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں ان مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلیٰحضرت کی اس خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی (رشید احمد) محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی اس لئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیٰحضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔"

(تذکرۃ الرشید، صفحہ ۴۶)

اس خواب اور بیان تعبیر سے معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت کیلئے حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کو (معاذاللہ) مقرر فرمایا گیا اور ان سے کھانا پکوایا گیا۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

گنگوہی صاحب ایک غازی اور مجاہد کے روپ میں

انگریزی استبداد اور سامراج کے خلاف جب مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار ہوا اور علماء اہلسنت مثل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ اور ان کے رفقاء نے انگریزوں سے جہاد کا فتویٰ جاری فرمایا نیستان اسلام سے مجاہد شیر جنرل بخت خاں علیہ الرحمہ اور انکے رفقاء نے انگریزوں پر حملہ کیا اور ان کی بساطِ حکومت کو متزلزل کر کے رکھ دیا ایسے وقت میں انگریزوں کے نمک خوار اور فرمانبردار مسلمانوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمان مجاہدین پر بغاوت کا الزام لگایا اور انکو بدنام اور مطعون کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور انگریز کی حمایت میں جان کے نذرانے پیش کیۓ۔ مثلاً عاشق الٰہی میرٹھی بیان فرماتے ہیں:

"سلطنتِ مغلیہ کا آخری دور اور لبریز ہو جانے والے پیمانہ شاہی کا پچھلا منظر یعنی بدنصیب خانماں برباد بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کا وہ بلا خیز سماں تھا جس میں کارتوسوں پر چربی لپٹے جانیکی جھوٹی افواہ اڑی اور غدر برپا کرنیکے چھپے کھلے مجمعوں میں چرچے شروع ہوئے تھے تباہ ہونے والی رعایا کی نحوست تقدیر نے انکو جو کچھ بھی سمجھایا اسکا انھوں نے نتیجہ دیکھا اور انکی نسل دیکھ رہی ہے جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی (انگریز) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ (انگریز)

کے سامنے بغاوت کا علَم قائم کیا۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۷۳)

غور کیجئے اور عبارت کو بار بار پڑھئے کہ کس طرح اپنی رحمدل گورنمنٹ انگریز کی موافقت میں مسلم مجاہدین کو بدنام کیا جا رہا ہے انگریزی حکومت کے ظلم و استبداد کو عافیت کا زمانہ اور انگریزوں کو رحمدل فرمایا جا رہا ہے اور مجاہدین اسلام پر بغاوت کا الزام لگا کر باغی اور فسادی بتایا جا رہا ہے۔ نہیں! نہیں! بلکہ ان مجاہدین اسلام کو باغی ٹھہرا کر ان سے انگریزوں کی حمایت میں جہاد کیا جا رہا ہے۔ مولوی عاشق الٰہی لکھتے ہیں:

"ان ایام میں آپ (رشید احمد گنگوہی) کو ان مفسدوں (مجاہدین اسلام) سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے حفاظتِ جان کیلئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیحضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں (مجاہدین اسلام) سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما

دلیر جتھا اپنی سرکار (انگریز) کے مخالف باغیوں (مجاہدینِ اسلام) کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار (انگریز) پر جاں نثاری کیلئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لئے جمِ غفیر بندوقچیوں (مجاہدینِ اسلام) کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔ حضرت مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم نانوتوی) ایک مرتبہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی پر گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی اعلیٰحضرت نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ''کیا ہوا میاں'' عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۷۴-۷۵)

کرامات پیہم کا ظہور کیوں نہ ہو آخر کار اپنی رحمدل گورنمنٹ انگریزی سرکار کی حمایت

میں کمر بستہ جان دینے کو تیار ہیں، حاجی صاحب نے زخم پر ہاتھ رکھ دیا گولی کا زخم جو دماغ توڑ کر پار نکل گیا یکا یک غائب ہو گیا کپڑے تو خون سے تر ہیں مگر زخم کا نشان بھی نہیں، سبحان اللہ کیا کہنا، حافظ ضامن صاحب نے تو اپنی رحمدل سرکار انگریزی کی حمایت میں اپنی جان نثار کر دی اور شہید ہو گئے اور اصلی شہید کہ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے شہیدوں کو بھی ایسی شہادت حاصل نہیں، مولوی ظہور الحسن صاحب و مولوی محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وغیرھم بالاتفاق فرماتے ہیں:

> ''ایک صاحب کشف حضرت حافظ (ضامن) صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھیو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو۔''
>
> (ارواح ثلثہ، صفحہ ۲۰۲۔۲۰۳، کتبخانہ امداد الغربا، سہارنپور)

بیچارے صاحب کشف تھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس پر فاتحہ پڑھ رہا ہوں انہیں کیا خبر کہ یہ اپنی رحمدل سرکار انگریز کی حمایت میں مارا جانیوالا شہید ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانیوالوں کو بھی معاذ اللہ ایسا مرتبہ حاصل نہیں نہ کسی شہید فی سبیل اللہ کے مزار سے ایسی ندا آئی نہ روایت نظر سے گزری۔ رشید احمد گنگوہی تو ساری عمر اپنی سرکار انگریز

کے وفادار اور جانثار ہی رہے اگر چہ انگریزوں کو انکی خیر خواہی اور وفاداری پر دشمنوں کی یاوہ گوئی سے شک ہوگیا تھا اور ان کا نام بھی باغیوں کی فہرست میں شامل کر کے اسکی تحقیقات کرائی گئیں مگر تحقیقات کے بعد دشمنوں کا جھوٹ اور ان کی سچائی ثابت ہو گئی۔ مولوی عاشق الٰہی فرماتے ہیں:

''اور جیسا کہ آپ حضرات (رشید احمد گنگوہی وغیرہ) اپنی مہربان (انگریز) سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہی ثابت رہے۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۷۹)

ملتِ وہابیہ اور دینِ نجدیہ میں خدا کے سوا کسی اور کو مالک سمجھنا شرک ہے چنانچہ رشید احمد گنگوہی کی عین اسلام کتاب تقویت الایمان مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے ترجمہ میں کہتی ہے:

''تمام اولادِ آدم نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا کہ بیشک تو مالک ہمارا ہے اور حاکم ہمارا ہے نہیں کوئی مالک ہمارا تیرے سوائے۔''

(ملخصا تقویت الایمان، صفحہ ۲۹)

معلوم ہوا کہ مذہب وہابیہ میں خدا کے سوا کسی کو مالک اور حاکم کہنا شرک ہے۔ گنگوہی

صاحب کا یہی عین اسلام کہہ رہا ہے:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل توحید کا حکم اور شرک کا منع اللہ صاحب نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کہہ دیا سارے پیغمبر اسی کی تاکید کو آئے اور ساری کتابیں اسی کے بیان میں اتریں کہ توحید خوب درست کیجئے اور شرک سے بہت دور بھاگئے نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھئے نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرایئے۔''

(ملخصا تقویت الایمان، صفحہ ۳۰)

گنگوہی صاحب کا عین اسلام کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مالک نہ ٹھہرایئے مگر گنگوہی صاحب کہتے ہیں سرکار مالک ہے۔ عاشق الٰہی سے پوچھئے، فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا (رشید احمد) کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپکا نام بھی مشتبہ اور قابل اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے مگر آپ کوہِ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ جب میں حقیقت میں سرکار (انگریز) کا فرمان بردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۸۰)

معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب سرکار انگریز کو اپنا مالک جانتے اور مختار سمجھتے تھے حالانکہ اسمٰعیل صاحب فرما چکے ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔'' (تقویت الایمان، صفحہ ۶۱)۔ گنگوہی اسکی تصویب فرماتے ہیں کہ بیشک جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں مگر سرکار انگریز کا اختیار ہے۔

اخلاق و کردار

مولوی عاشق الٰہی صاحب نقل فرماتے ہیں:

> ''نکاح کے دن جس وقت حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) شادی کے مشروع کپڑے پہنا کر گھر میں لائے گئے تو اتفاق سے ایک میراسن آنکھوں سے نابینا مجمع میں موجود تھی جسکا نام چندیا تھا اس بیچاری نے دنیا کی رسم کے موافق اپنی بھونڈی آواز میں گیت گانے کا ارادہ کیا اور بے تکا مصرعہ ''گوندلاری مالن سہرا'' زبان سے نکالا اس واہیات فقرہ کو سننے کی حضرت میں کہاں تاب تھی بے اختیار آپ نے اس کے ایک دھول رسید فرمائی۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۳۹)

عورت اجنبیہ وہ بھی اندھی بغیر نھی عن المنکر ایک دھول رسید کردی وہ تو اندھی تھی ہی مگر مولوی صاحب تو اندھے نہ تھے انھوں نے آنے ہی کیوں دیا اگر وہ ازخود آ گئی

تو بھگا کیوں نہ دیا اس کو پہلے ہی منع کر دیتے مگر یہ خُلق عظیم تھا کہ دھول رسید کر دی۔
مولوی عاشق الٰہی بیان فرماتے ہیں:

''ایک بار حدیث کے درس میں اہلِ جنت کا ذکر آیا کہ مرد سبزہ آغاز بے ریش ہونگے ایک طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت مرد کے چہرے کی زیبائش تو ریش سے ہوتی ہے جنتیوں کیلئے یہ سن کیوں تجویز ہوا بیساختہ آپ (گنگوہی) نے مسکرا کر جواب دیا ''اسکا مزہ ان سے پوچھو جو ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، صفحہ ۷۴)

اسکا واضح مطلب یہی ہوا کہ جو ڈاڑھی منڈاتے ہیں وہ جنتیوں کا سا لطف اٹھاتے ہیں۔ مولوی عاشق الٰہی لکھتے ہیں:

''(ایک) طالبعلم نے پوچھا اچھا حضرت گاجر کی کیا تاثیر ہے آپ (گنگوہی) نے فرمایا سیدانی کہو، شیخانی کہو، مغلانی کہو سب ہنسنے لگے پھر اس نے پوچھا کہ شلغم کی کیا تاثیر ہے آپ بولے یہ تو بیچارہ جولاہہ ہے مصفی خون ہے پھر طالبعلم نے پوچھا مولی کی کیا خصوصیت ہے؟ فرمایا یہ تو چماری ہے۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۸۱)

وہ سبزیاں جن کو تمام مسلمان کھاتے ہیں کسی کو چماری اور کسی کو جولاہہ بتانا اور کسی کو سیدانی اور شیخانی، مغلانی کا خطاب دینا اخلاق ذہنہ کا نمونہ ہے۔

مولوی عاشق الٰہی بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی عرف حافظ شیخ پوری کیسے شخص تھے حضرت (گنگوہی) نے فرمایا پکّا کافر تھا۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۲۴۲)

ایک مسلمان کو جو حافظ بھی ہے۔ بلا سند پکّا کافر کہہ دینا یہ گنگوہی اخلاق کا نمونہ ہے۔

مولوی ظہور الحسن کسولوی اور مولوی قاری طیب صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بالاتفاق فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت (قاسم) نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت (رشید احمد) گنگوہی نے حضرت (قاسم) نانوتوی سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت

ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت (گنگوہی) بھی اسی
چارپائی پر لیٹ گئے اور حضرت مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر
اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھدیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے
قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا (قاسم نانوتوی) ہر چند
فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے
حضرت (گنگوہی) نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔"

(ارواحِ ثلثہ، صفحہ ۲۸۹)

حکایت کے الفاظ اس اخلاق فاضلانہ کی عکاسی کر رہے ہیں اوّلاً نانوتوی سے جب
کہا کہ ذرا یہاں لیٹ جاؤ تو وہ شرما گئے آخر کوئی بات تو شرم کی ہوگی بلا وجہ تو نانوتوی
صاحب شرمانے والے بھی نہیں پھر لیٹ گئے تو گنگوہی کے لیٹنے پر شور مچانے لگے کہ
میاں کیا کر رہے ہو آخر وہ کیا تھا جو کہ نانوتوی سے کہلا رہا تھا کیا کر رہے ہو یہ لوگ
دیکھ رہے ہیں یا جو موجود ہیں کیا کہیں گے ظاہر ہے بھلی بات کو کوئی برا نہیں کہتا ہے کچھ
تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔ مگر حضرت ایسے بے غیرت کہ فرار کہاں، فرمایا "کہنے دو"
گویا بیقراری شرم پر غالب نہیں بلکہ شرم ہی رخصت ہوگئی یہی وجہ ہے کہ خوابوں میں
بھی وہی نقشہ نظر آرہا ہے اور وہی لطف اٹھایا جاتا ہے۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب
فرماتے ہیں:

"ایک بار (رشید احمد گنگوہی نے) ارشاد فرمایا میں نے

ایک بار خواب دیکھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب (نانوتوی)
عروس (دلہن) کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح
ہوا ہے سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے
فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے
فائدہ پہنچا ہے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۲۸۹)

دیکھئے رشید احمد گنگوہی سونے کے بعد خوابوں میں بھی نانوتوی صاحب کو دلہن بنا کر
فائدہ اٹھاتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند

پروفیسر مولوی محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور فرماتے ہیں:

''مولوی محمد قاسم صاحب اس دنیا میں بے مثل تھے ان کا پایہ اس زمانے میں شاید معلوماتِ علمی میں شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے کچھ کم ہو الا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا...... درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے۔''

(ماہ نامہ الرشید، لاہور، دارالعلوم دیو بند نمبر، فروری مارچ ۱۹۷۶ء، صفحہ ۲۷، کالم نمبر ۱)

قاری محمد طیب، مہتمم دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں:

''بلاشبہ اس امامِ کبیر (قاسم نانوتوی) کی نظیر قرون اولی ہی میں مل سکتی ہے، علم میں، عمل میں، جہاد میں اور ریاضت میں تدبیر میں اور سیاست میں، تصوف میں اور سلوک میں حضرت حجتہ الاسلام یکتائے روزگار تھے ایک نقاد عالم نے بالکل صحیح کہا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات انیسویں صدی کے نصف آخر میں بے شبہ آیت من آیات اللہ تھی آپ کے علمی اخلاقی اور روحانی کارنامے دیکھ

کر حیرت ہوتی ہے کہ قدرت نے رازی کا فلسفہ، شعرانی کا
علم الکلام، غزالی کا سوز وگداز، ابن تیمیہ کا صولت بیان، ولی
اللہ کی حکمت ودانش، احمد سرہندی کی غیرت وحمیت اسلامی
اور ٹیپو کی شجاعت یہ سب چیزیں کس فیاضی سے ایک شخص
میں جمع کردی تھیں۔"

(ماہنامہ الرشید لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، صفحہ ۲۱۹، کالم ۲)

غور کیجئے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی تعریف میں کیسے طویل قصیدے پڑھے جاتے ہیں
انہیں دنیا میں بے مثل بتایا جاتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر دیوبندی
اگر چہ وہ جاہل وگنوار ہو اپنی طرح بشر کہتا ہے۔ دیوبندیوں کا امام اوّل ہند مولوی
اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے:

"انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا
بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے......اولیاء،
انبیاء، امام وامام زادے، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب
بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور
ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی
ہوئے۔"

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۵)

پھر لکھتے ہیں:

''کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔''

(تقویت الایمان، صفحہ ۸۹)

یہ تمام قیود و پابندیاں انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمتہ والرضوان کیلئے ہیں، دیوبندیوں کیلئے نہیں ان کو یکتائے روزگار اور بے مثل فرشتہ سیرت، ملکوتی خصلت وغیرہ سب جائز ہے۔ مولوی ظہور الحسن کسولوی اور مولوی محمد طیب دیوبندی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ بالاتفاق نقل کرتے ہیں:

''مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں پچیس برس حضرت مولانا (قاسم) نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں مگر کبھی بلا وضو نہیں گیا میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔''

(ارواح ثلاثہ، صفحہ ۲۴۰، کتبخانہ امداد الغربا، سہارنپور، یوپی)

ملاحظہ ہو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے انسان ہیں جیسے بڑے بھائی ان کی تعریف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی کمی ہی کرو مگر نانوتوی جی کا مقام انسانیت سے

بالا فرشتوں سے اعلیٰ ملک مقرب، انکی خدمت میں بلا وضو کے کبھی حاضر نہ ہوئے اور لیجئے یہی حضرات بالاتفاق نقل کرتے ہیں:

> ''مولانا احمد حسن صاحب بڑے معقولی تھے اور کسی کو اس میدان میں اپنا ہمعصر نہیں سمجھتے تھے ایک دن حضرت (محمد قاسم) نانوتوی کا وعظ تھا اور اتفاق سے سامنے وہی تھے اور مخاطب بن گئے اور معقولات ہی کے مسائل کا رد شروع ہوا وعظ کے بعد انھوں نے کہا اللہ اکبر یہ باتیں کسی انسانی دماغ کی نہیں ہوسکتیں یہ تو خدا ہی کی باتیں ہیں۔''

(ارواحِ ثلٰثہ، صفحہ ۲۴۱)

رفیع الدین صاحب نے تو انسانوں سے بڑھا کر فرشتوں سے اٹھا کر ملک مقرب بنایا تھا، احمد حسن صاحب نے ان کی باتوں کو خدا کی باتیں قرار دیا۔ **لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم**

نانوتوی کی دینی خدمات

صوفی محمد اقبال صاحب قریشی قاری محمد طیب صاحب کے مقالہ سے نقل کرتے ہیں:

> ''کلامی مسائل کے ساتھ علماء دیوبند میں قاسمیت غالب ہے جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی

حکیمانہ تعلیمات سے ماخوذ ہے۔''

(ماہنامہ دیو بند نمبر، فروری۔ مارچ ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۶۳، کالم ۱)

معلوم ہوا کہ علماءِ دیوبند نے نانوتوی کی تعلیم کو اساس بنا کر ان کے عقائد و افکار کو پھیلایا ہے۔ مولوی انیس احمد صاحب صدیقی فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی نے قرآن حکیم کی بعض سورتوں اور آیتوں کی تفسیر لکھی ہے مثلاً معوذتین کی تفسیر ماہنامہ القاسم دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکی ہے اور حضرت کے بعض رسائل میں بھی موجود ہے اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اسکا اختصار اپنی تفسیر کے حاشیہ میں نقل فرمایا ہے اسی طرح بعض دوسری آیات کی تفسیر آپ کے مطبوعہ رسائل میں موجود ہے آیت خاتم النبین کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر رسالہ تحذیر الناس میں موجود ہے۔''

(ماہنامہ الرشید، لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، فروری۔ مارچ ۱۹۷۶ء، صفحہ ۵۷۰، کالم نمبر ۲)

پھر چند سطر بعد موصوف فرماتے ہیں:

''حضرت (نانوتوی) اپنے شاگردوں کو قرآن حکیم کی تفسیر اسی انداز سے پڑھاتے تھے ناچیز راقم الحروف (انیس احمد صدیقی) نے آپ کے ایک شاگرد حضرت مولانا حافظ

عبدالرحمٰن امروہوی سے ۱۳۶۳ھ میں چند اسباق تبرکاً
پڑھے ہیں اور وہ لذت و ذائقہ حاصل کیا جسکو میں کبھی
فراموش نہیں کرسکتا۔ لیکن افسوس ہے کہ تفسیر ضبط تحریر میں
نہیں آسکی ہمارے سامنے جن آیات اور سورتوں کی تفسیر
موجود ہے ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پورے
قرآن حکیم کی تفسیر لکھتے تو تفسیر کبیر اور تفسیر کشاف سے زیادہ
مفید اور بہتر اور برتر ہوتی۔''

(ماہنامہ الرشید، لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، فروری۔ مارچ ۱۹۷۶ء، صفحہ ۵۷۰۔۵۷۱، کالم نمبر ۲)

اب ذرا مولوی محمد قاسم نانوتوی کی حکیمانہ تفسیر کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں جو تفسیر کبیر حضرت امام محمد فخرالدین رازی قدس سرہ العزیز ۶۰۶ھ اور تفسیر کشاف حضرت علامہ امام زمخشری قدس سرہ العزیز سے برتر و بالا ہے اور خصوصاً ''تحذیر الناس''۔ اب آپ تحذیر الناس کا مطالعہ فرمائیں:

نانوتوی صاحب تحذیر الناس کو اس طرح شروع فرماتے ہیں:

''بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اوّل
معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ
دقّت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا
خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ

کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا
کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام
مدح میں ولکن رسول الله و خاتم النبیین فرمانا
اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو
اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح
قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے
مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا
نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا
وہم ہے آخر اس وصف میں قد و قامت و شکل و رنگ و حسب
ونسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت اور فضائل میں
کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ
کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلعم (ﷺ) کی جانب نقصان قدر
کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کئے جاتے ہیں
اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے
ہیں، اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ
دین آخری دین تھا اس لئے سد باب مدعیان نبوت کیا ہے
جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی
حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من

رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں مقصود نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔"

(تحذیر الناس، صفحہ ۲۔۳، کتبخانہ اعزازیہ دیوبند اور ماہنامہ خالد دیوبند بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ، صفحہ ۱۸۔۱۹)

ایسی حکیمانہ تفسیر محققین قدماء میں کسی کے ذہن میں نہ آئی، ایک تفسیر کشاف اور کبیر پر کیا موقوف ساری تفسیریں دیکھ جایئے ایسے علوم بالغہ اور حکمت کاملہ سوائے تحذیر الناس کے اور کہیں نہ ملیں گی۔ اس کی دیوبندی حضرات جتنی بھی تعریف کریں کم ہے اس تفسیر نانوتوی کے نکاتِ حکیمانہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ فرماتے ہیں پہلے خاتم النبیین کے معنی سمجھ لو کہ آج تک کسی نے سمجھے ہی نہیں۔

۲۔ اگر خاتم النبین کے معنی سمجھ لو گے تو ہمارے جواب کے سمجھنے میں تمہیں دقت نہیں ہوگی۔

۳۔ وقت نزولِ آیت مذکورہ خاتم النبیین سے آج تک جنھوں نے اس سے

رسول اکرم سیدِ عالم ﷺ کا خاتم ہونا اس طرح سمجھا کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ ﷺ سب میں آخر نبی ہیں یہ عوام (جہلا) کا خیال ہے کیونکہ وہ معنی جو آج ایک اہل فہم نے وضع کئے اب تک کسی نے نہ سمجھے لہٰذا وہ سب جاہل اور بے وقوف ہیں نعوذ باللہ ،غور کیجئے عوام مقابل ہے اہلِ فہم کے،''اہلِ فہم'' کے جو معنی لیجئے اسکی ضد عوام سمجھئے چنانچہ نانوتوی نے بیک جنبشِ قلم حضور ﷺ سے لیکر تمام خلفاء وصحابہ، تابعین و تبع تابعین ، ائمہ مجتہدین و ائمہ محدثین واولیاء کاملین وعلماء راسخین سب کو عوام میں داخل کر کے جاہل اور بیوقوف کہہ دیا۔

۴۔ اہلِ فہم عقلمند اور اہلِ علم پر روشن ہے کہ اوّل اور آخر زمانے میں بالذات کوئی فضیلت (بڑائی) نہیں۔

۵۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا صحیح نہیں ہوسکتا۔

۶۔ البتہ اس وصف کو تعریف نہ کہئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو خاتمیت باعتبار آخری زمانہ صحیح ہوسکتی ہے۔

۷۔ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو کوئی مسلمان اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔

۸۔ اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ اگر اس کو خاتمیت باعتبار زمانہ مان لیا جائے تو خدا کی طرف نعوذ باللہ زیادہ گوئی (بکواس) کا وہم ہے کیونکہ صاحب کمال کے کمالات بیان کئے جاتے ہیں نہ کہ فضولیات۔

☆۹۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کی طرف نقصانِ قدر کا احتمال کہ آخری نبی ہونے میں کوئی کمال اور بزرگی نہیں جسکو ذکر کیا گیا اگر کوئی فضیلت و کمال ہوتا تو اس کو بیان کیا جاتا نہ کہ آخری نبی ہونا بیان کیا گیا۔

۱۰۔ اگر جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سد باب کرنا مقصود ہو اور قابل لحاظ تھا تو اس طرح بے ربط مضمون بیان نہ کیا جاتا۔

۱۱۔ جملہ **ما کان محمد ابا احد من رجالکم** اور جملہ **ولکن رسول الله و خاتم النبیین** میں کیا نسبت ہے یعنی اس میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

۱۲۔ اگر سد باب جھوٹے مدعیان نبوت کا ہی منظور تھا تو اس کیلئے اور بیسیوں موقعے تھے اسکا محل ہی نہیں۔

۱۳۔ اگر اس کو محل تصور کیجئے تو یہ کلام بے ربط ہو جاتا ہے اور بے ارتباطی خدا کے کلام میں مقصود نہیں لہٰذا اس آیت سے نہ تو آخری نبی ہونا ثابت نہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سد باب کرنا حاصل۔

لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں اور یہی معنی صحابہ کرام اور تمام امت اسلام نے سمجھے خود حضور ﷺ نے متواتر حدیثوں میں بتلائے تو قطعاً آیت میں آخری نبی مراد ہے تو نانوتوی کے نزدیک تمام امت و صحابہ اور خود حضور ﷺ **معاذ الله** جاہل و نافہم ہوئے اور اللہ فضول گو اور قرآن بے ربط۔

یہ وہ نکات جلیلہ اور حکمتِ بالغہ ہیں کہ چودہ سو سال کے طویل عرصہ میں بڑے سے بڑا

مفسر اور اونچے سے اونچا مجتہد بھی اس کا تصور نہ کر سکا، جن حکمتوں کا انکشاف نانوتوی صاحب نے کیا اسکی غایت کون بیان کرسکتا ہے۔ ہم نے صرف بطورِ نمونہ مشتے از خروارے تیرہ حکمتیں پیش کیں۔ ساری کتاب ان ہی حکمتوں سے لبریز ہے موصوف نے اس طویل بحث سے یہ ثابت کر دیا کہ حضور اکرم سید عالم ﷺ آخری نبی نہیں، نہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ کے بعد کا زمانہ ہے بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ میں یا حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے پھر بھی خاتمیتِ محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ نانوتوی صاحب بحث کر کے آگے فرماتے ہیں:

''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

(تحذیر الناس، صفحہ ۱۳، مکتبہ اعزازیہ دیوبند اور ماہنامہ خالد دیوبند، بابت ربیع الثانی ۵۸ھ، صفحہ ۲۹)

یہاں یہ بیان فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہو تو بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی کیونکہ خاتم ہونے سے مراد آخری نبی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔''

(تحذیر الناس، صفحہ ۲۴، مکتبہ اعزازیہ دیوبند اور ماہنامہ خالد دیوبند، بابت جمادی الثانی ۵۸ھ، صفحہ ۴۰)

نانوتوی صاحب نے یہ حکیمانہ تفسیر ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں بیان فرما کر شائع کروائی اور جس مقصد کیلئے یہ میدان ہموار کیا جسکی خاطر بڑے پاپڑ بیلنا پڑے، پوری

دنیائے اسلام سے مخالفت مول لی، مسلمانوں میں ذلیل وخوار ہوئے اور علمائے اسلام نے ان پر سوالات کی بوچھاڑ کی، توبہ کا مطالبہ کیا مگر انھوں نے کبھی کسی کی نہ سنی حتیٰ کہ ان کی تکفیر کی گئی مگر نانوتوی جی اپنی جگہ پر جمے رہے کہ ناگاہِ غضب جبار اور قہرِ قہار کا تازیانہ پڑا اور مرضِ ضیق النفس میں مبتلا ہوکر ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء مطابق ۱۲۹۷ھ موت کی راہ اپنے ٹھکانے پر پہونچ گئے اور داغ حسرت اپنے قلب مضطر میں لے گئے، ساری دنیائے دیوبند کو داغ مفارقت دے گئے۔ آج بھی سارے دیوبندی نانوتوی صاحب کی اس حسرت سینہ کو یاد کر کے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں کہ انکا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا اور انکی جگہ غلام احمد قادیانی نے سنبھال لی، جو باغ مولوی نانوتوی نے لگایا تھا اسکا پھل غلام احمد قادیانی نے کھایا اور نانوتوی کے ۱۲۹۷ھ میں مرجانے کے بعد ان کا ہی سامان استعمال کیا اور مسلح ہوکر ۱۳۰۱ھ میں اس میدان کارزار میں قدم رکھا جسکو نانوتوی صاحب نے اپنے لئے ہموار کیا تھا۔

مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی فرماتے ہیں:

> ''۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا۔''

(ماہنامہ الرشید، لاہور کا دارالعلوم دیوبند نمبر، فروری۔ مارچ ۱۹۷۶ء، صفحہ ۶۷، کالم نمبر ۱)

اگر نانوتوی صاحب ختم نبوت کا انکار نہ کرتے اور حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کو آخری نبی

مان لیتے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو کبھی ہرگز اپنی جھوٹی نبوت کا راگ الاپنے کی راہ نہ ملتی، یہ سارے اسلحہ نانوتوی دارالحکمت سے مستوار کر کے اپنی جھوٹی نبوت کا ساز بجایا، تماشبین تو پہلے ہی کے تیار تھے کیونکہ وہ یہی کرتب ۱۲۹۰ھ میں نانوتوی اکھاڑے میں دیکھ رہے تھے اب گیارہ سال کے بعد قادیانی کے اکھاڑے میں وہی جوہر نظر آئے

ع لوگ آتے رہے قافلہ بنتا گیا

غور طلب یہ امر ہے نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر (یعنی اوّل و آخر) میں کوئی فضیلت نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا ھو الاول و الاخر الخ تو نانوتوی کی یہی تقریر اللہ جل مجدہ کی شان میں بھی جاری ہوگی اور نانوتوی اعتراض کہ اوّل و آخر میں بالذات کوئی فضیلت نہیں، لہٰذا اس آیت میں اللہ کی کوئی تعریف نہیں معاذ اللہ

افسوس:

جس طرح نانوتوی صاحب نے حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کے ختمِ زمانی اور آخری نبی ہونے کا انکار کیا اسی طرح کوئی آریہ اللہ جل مجدہ کی توحید کے پردے میں اللہ کے ایک ہونے کا انکار کردے اور کہے۔

''بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی توحید معلوم کرنے

چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو اللہ کا واحد ہونا بایں معنی ہے کہ اللہ اکیلا ہے تنہا خدا ہے مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تعدد یا توحد وجود میں بالذات کچھ فضیلت نہیں عرش بھی ایک، آدم بھی ایک، ابلیس بھی ایک ہی ہے پھر مقام حمد میں لاالـہ الا اللّٰـہ فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف حمد سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام حمد قرار نہ دیجئے تو البتہ توحید باعتبار تنہائی وجود صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم آخر اس وصف میں اور قد وقامت، شکل و رنگ، حسب و نسب، سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو الوہیت اور فضائل میں کوئی دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے اللہ تعالیٰ کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں کیونکہ توحد ایک ہونے میں کوئی کمال نہیں (پھر کہے) اگر بالفرض اوّل میں بھی کہیں اور کوئی خدا ہو جب بھی اللہ کا واحد ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ اوّل میں کوئی خدا پیدا ہو تو بھی توحید ربی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔''

آریہ کی اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار لازم آیا یا نہیں اسی طرح نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا۔ یہ ہے دینی خدمات کا ایک ادنیٰ نمونہ۔

مرضِ موت میں فکر

ظہور الحسن اور قاری طیب و مولوی اشرفعلی تھانوی وغیرہ بالاتفاق نقل کرتے ہیں کہ:

''(امیر شاہ خاں) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی جب مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔''

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۲۶)

موت کے وقت کسی کو شوق لقاء عزوجل کسی کو خوف ذوالجلال اور ذکر وفکر، درود وظائف کا شوق ہوتا ہے مگر نانوتوی جی کو ککڑیوں کی طلب دامن گیر ہے۔

اخلاق وکردار

مولوی ظہور الحسن اور قاری طیب و مولوی تھانوی بالاتفاق نقل فرماتے ہیں:

''کہ ایک دفعہ چھتے کی مسجد میں مولانا فیض الحسن صاحب استنجے کیلئے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے سب لوٹوں کی ٹونٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں فرمانے لگے یہ تو سارے لوٹے مختون ہی ہیں حضرت (نانوتوی) نے ہنس کر فرمایا کہ ''پھر آپ کو تو بڑا استنجا نہیں کرنا ہے۔''

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۴۰۔۲۴۱)

لوٹوں کی ٹوٹنیاں ہوتیں تو بڑے کے کام آتیں چھوٹا استنجا کرنا ہے لہٰذا ٹوٹنی کے بغیر ہی ہوجائے گا **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

یہی حضرات بیان فرماتے ہیں کہ:

> ''ایک مرتبہ بنو پہلوان نے جو دیو بند کا رہنے والا تھا باہر کے کسی پہلوان کو پچھاڑ دیا تو مولانا قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی خوشی ہوئی اور فرمایا ہم بھی بنو کو اور اس کے کرتب کو دیکھیں گے حافظ انوار الحق کی بیٹھک میں اسے بلایا اور سب کرتب بھی دیکھے مولانا بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے جو اسوقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔''

(ارواحِ ثلثہ، صفحہ ۲۶۸)

بچوں کے کمر بند کھول دینا مکارم اخلاق میں ہے جب ہی تو مختون سے بڑا استنجا نہیں کرتے بڑے استنجے کیلئے ٹونٹی والا لوٹا ہونا لازم ہے۔

حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

مولوی محمد یحیٰ صاحب کاندھلوی جو مولوی رشید احمد گنگوہی کے خواص میں ہیں وہ مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''میرا اب تک گمان تھا کہ اس صدی کے مجدد حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی تھے لیکن اب میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے مولانا کا فیض تو خاص تھا اور زیادہ تر آپ سے علماء فیضیاب ہوئے لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو اسوقت عام نفع مولانا (اشرف علی) تھانوی سے بہت پہنچ رہا ہے اس لئے مجددیت کی شان ان میں زیادہ پائی جاتی ہے ممکن بلکہ مظنون ہے کہ حضرت (تھانوی) کا درجہ مجددیت سے بھی عالی ہو۔''

(اشرف السوانح، حصہ اول، ص ۱۶۱)

فاضل دیوبند مولوی سعید احمد اکبر آبادی، مولوی عبدالباری ندوی مؤلف جامع المجددین کی عبارت نقل فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا تھانوی عہد حاضر کے نہ صرف مجدد تھے بلکہ جامع المجددین یعنی کامل مجدد تھے اور دین کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کی تجدید حضرت تھانوی صاحب نے نہ کی ہو۔''

(خون کے آنسو، حصہ اول، صفحہ ۱۰۳، بحوالہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۵۲ء)

تھانوی صاحب کا مرتبہ عالی اور شان نرالی کے متعلق علماء دیو بند حیران و پریشان ہیں کوئی جامع المجد دین کہہ رہا ہے کوئی درجہ مجددیت سے عالی بتا رہا ہے۔ فاضل دیو بند مولوی سعید احمد اکبر آبادی جامع المجد دین سے مولوی عبد الباری ندوی کی عبارت نقل فرماتے ہیں :

''حضرت تھانوی کا سب سے نمایاں اور بڑا کمال راقم احقر (مولوی عبد الباری ندوی) کی نظر میں یہ تھا کہ علم و عمل کی حدود رعایت اس درجہ تھی کہ حضرات انبیاء (علیہم الصلوۃ السلام) کا تو ذکر نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصور دشوار ہے اور اس میں یقیناً اس نعمت کو دخل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بسطۃ فی العلم کے ساتھ بسطۃ فی العمل کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا جسمانی خلقت ظاہری و باطنی حواس کی صحت اور نتیجہ اعتدال مزاج کی لطافت میں بھی مجدد امت کی ذات نبی امت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرتو تھی۔''

(برہان دہلی، فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

خلاصہ کلام۔ یہ فرمانا کہ حضرات انبیاء کا تو ذکر نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصور دشوار ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ دین شہداء و صدیقین تو کیا ہیں بلکہ تھانوی صاحب کا مرتبہ و مقام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی بلند ہے۔ چنانچہ فاضل دیو بند اکبر آبادی تاسف کے ساتھ تحریر

فرماتے ہیں:

''آج ہمارے مکرم مولانا عبدالباری ندوی کا دعویٰ ہے کہ ''عین دین وہی ہے جو حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا'' (اس پر فرماتے ہیں) کہا اس کے علاوہ جو کچھ ہے گمراہی اور بیدینی ہے۔''

(برہان دہلی اگست ۱۹۵۲ صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

اقــول ۔ واضح ہو کہ عین دین کی نفی اسکی ضد ہے عین دین کو چھوڑ دینا کفر ہے تو ندوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ''عین دین وہی ہے جو حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس مسلمان نے تھانوی صاحب کے فرمان کو چھوڑا اس نے عین دین کو چھوڑ دیا اور کافر ہو گیا مگر اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کو چھوڑنے والا یعنی اس پر عمل نہ کرنے والا مسلمان گنہگار تو ہے اگر چہ فاسق سہی مگر کافر نہیں پس دونوں جانب کے فرمان کی امتیازی شان واضح اور فرق فاصل ظاہر ہے۔ فاضل اکبر آبادی نے یہ تو ضرور فرمادیا کہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے گمراہی و بیدینی ہے مگر کسی دیوبندی نے مولوی عبدالباری ندوی پر کوئی حکم شرعی جاری نہ فرمایا۔

شقاوت فی الدین

غور طلب یہ امر ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ﷺ نے اپنے متعلقین کو یہ

وصیت فرمائی۔

"رضا حسین حسنین تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی
الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو
میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض
سے اہم فرض ہے۔"

(وصایا شریف، صفحہ ۱۴)

اس وصیت پر دنیائے دیوبندیت میں زلزلہ آ گیا کہرام مچ گیا دیوبند کے اصاغر و
اکابر چیخ پڑے تحریری اور تقریری مناظر میں شور برپا ہو گیا حتیٰ کہ وہ پچھلا سر چڑھا
دیوبندیوں کا امام و مقتدا ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے:

"بانس بریلی ہندوستان کے ایک صوبہ یوپی کا ایک شہر ہے
جہاں مولانا احمد رضا خاں پیدا ہوئے انہوں نے ایک
مذہب ترتیب دیا اور اپنے پیروؤں کو اس پر چلنے کی وصیت
کی میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر
مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اسی نسبت
سے اس مذہب کو بریلوی مذہب کہتے ہیں۔"

(مطالعہ بریلویت، حصہ اوّل، صفحہ ۱۹)

عبارت میں چوری

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی

الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔مگر دیو بندی چور نے عبارت کا پہلا حصہ ''حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو'' چوری کیا اور دوسرا حصہ بطورِ خیانت میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے نقل کیا اور اپنے چیلوں کو بتایا کہ اسی نسبت سے اس مذہب کو بریلوی مذہب کہتے ہیں۔

بہتانِ لئیم

دیو بندیوں کے مقتداء موعود اور امام نامسعود ڈاکٹر خالد محمود کی افترا پردازی اور دین اسلام سے بیزاری ملاحظہ ہو لکھتا ہے کہ ''بریلی ایک شہر ہے جہاں مولانا احمد رضا خاں پیدا ہوئے انہوں نے ایک مذہب ترتیب دیا......اسی نسبت سے اس مذہب کو بریلوی مذہب کہتے ہیں۔ الخ'' ۔مذکورہ عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ دیو بندیوں کے نزدیک اعلیٰحضرت نے کوئی نیا دین ایجاد فرمایا جو منافی دین اسلام ہے مگر یہ خائن بیدین اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب سے کوئی دلیل اور ثبوت مذہب جدید کی پیش نہ کر سکے دنیائے اسلام ایک صدی سے دیکھ رہی ہے کہ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ اسی دین و مذہب کی تبلیغ اور حمایت فرمائی ہے جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور چودہ سو برس سے صحابہ و تابعین،

ائمہ مجتہدین، فقہائے محققین محدثین ومفسرین وعلماء معتمدین اسلام کا مذہب ہے بلکہ اکابر علماء اسلام واجل فضلائے کرام اور اسی دین و مذہب کی تصدیق وتصویب فرمارہے ہیں جو اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب سے ظاہر ہے اور یہی قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔

قرآن کریم سے عداوت وبیزاری

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ و ھو مومن فا و لئک ید خلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب

(المؤمن ۴۰)

یعنی: ''جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔''

یہی تو اعلیٰ حضرت ﷺ نے وصیت فرمائی کہ حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو، اتباعِ شریعت اعمال صالحہ اچھے کاموں کو نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے جس پر علماء وفقہاء اور نیک مسلمان چودہ سو سال سے عمل پیرا ہیں اس پر

مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے یہی مومن ہیں جن کو اللہ عزوجل جنت میں داخل فرمائے گا۔ ہر مسلمان یہی کہے گا کہ یہ ہی تو میرا دین ہے اور جس کا دین نہیں وہ بے دین و بے ایمان ہے۔

دین پر استقامت

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

لا تجد قوما یومنون بالله والیوم الاخر یو ادون من حادالله ورسوله ولو كانوا اباء هم اوابناء هم اواخوانهم او عشيرتهم اولٰئک کتب فی قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه.

(المجادله : ٢٢)

یعنی:

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔''

یہی وہ ایمان والے (مومنین) ہیں جن کو دین پر استقامت حاصل ہے
اعلیٰحضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی ہدایت فرماتے اور وصیت کرتے ہیں کہ:

"تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو بھیڑیے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے رافضی ہوئے نیچری ہوئے قادیانی ہوئے چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنھوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔ حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے ان سے تابعین روشن ہوئے ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول سے سچی محبت۔ ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی

شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو
فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی
گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو
اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک
دو۔''

(وصایاشریف صفحہ۹۔۱۰)

ملاحظہ فرمائیے جو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفصیل سے وضاحت فرمائی ہے مگر دیوبندیوں کو اس سے عداوت ہے۔

کورچشمی وعداوت فی الدین

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتباعِ شریعت کرنیکی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، جس پر دنیائے دیوبندیت میں زلزلہ آ گیا مگر مولوی عبدالباری ندوی صاحب شریعت مطہرہ کا ذکر بھی نہیں کرتے اور اشرف علی کے فرمان کو عین دین قرار دیتے ہیں۔ ان کے کلمات بغور ملاحظہ ہوں ''عین دین وہی ہے جو حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا'' اس پر کسی دیوبندی تبلیغی وغیرہ کو ہوش نہ آیا نہ اس پر اعتراض کیا نہ احتجاج فرمایا۔ مگر اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کا دین ومذہب جس کو تمام عالم اسلام عرب وعجم وعراق وغیرہ حق

جانتے ہیں اور اسی پر قائم ہیں اور اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

ایک جھلک

بطور نمونہ از خروارے حضرت علام مفتی بیت الحرام حافظ کتب الحرم شیخ اجل اسمٰعیل بن خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شیخنا العلامہ المجدد شیخ الاساتذہ عالی الاطلاق المولوی الشیخ احمد رضا خاں''

(الدولۃ المکیہ، صفحہ ٦)

یعنی:

''ہمارے شیخ (یعنی بزرگ) علامہ مجدد جو علی العموم تمام استادوں کے شیخ مولوی حضرت احمد رضا خاں ہیں۔''

ملاحظہ ہو کہ علامہ زمان حافظ کتب الحرم اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کو علی العموم تمام استادوں کے شیخ اور صدی کا مجدد اپنا بزرگ اور علامہ فرما رہے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

''کیف یکون اجراء مثل ھٰذا المرو العلماء کلھم قاطبۃ قائمون و قائلون بقولہ وانا کلنا مر

جعنا اليهم و الاستفادة منهم فاعز الله مولنا الشيخ احمد مذكور على رغم الو فهم و اكتنفه العلماء و الطلبة فمن سائل مستفيد و من مقدم سوالا الا ستفسار على القول السديد و من طالب اجازة و من منتظر اشارة هذا حاله وهو بمكه''

(الدولۃ المکیہ، صفحہ ۱۴)

یعنی:

''ایسے امر کا اجرا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ تمام علماء اس کی مدد پر قائم ہیں اور وہی کہہ رہے ہیں جو وہ کہتا ہے اور ہم سب کی رجوع علماء ہی کی طرف ہے اور انہیں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مولنا احمد مذکور کو عزت دی اور وہابیہ کی ناکیں خاک میں رگڑ دیں اور علماء اور طالب علم نے چار طرف سے انہیں گھیر لیا تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی مسئلہ پیش کرتا اور کوئی اجازت مانگتا اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا یہ ان کا حال تھا جب تک وہ مکہ میں تھے۔''

عبارت مذکورہ بار بار پڑھیئے اور ان کی شان عظیم اور حقانیت دین ملاحظہ کیجئے۔

دارالعلوم دیوبند کی گواہی

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دین وایمان کی شہادت اکابر علماءِ دیوبند بھی دیتے ہیں مثلاً مولوی محمد مرتضیٰ حسن ناظم تعلیمات و ناظم شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

''جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔''

(اشد العذاب علیٰ مسیلمہ الپنجاب صفحہ۲ مطبع مجتبائی جدید دہلی میں طبع ہوکر دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا)

چنانچہ قادیانیوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''اور جو بعض مسلمان ان کے کفریات ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کو مسلمان ہی جانتے یا کہتے ہیں ان کی غرض چاہے احتیاط ہو یا تحفظ قومیت یا مسلمانوں کی مردم شماری کا زیادہ کرنا یہ لوگ بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کی طرح اسلام سے خارج اور ویسے ہی مرتد ہیں کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔''

(اشد العذاب علیٰ مسیلمہ الپنجاب صفحہ۱)

اس قاعدہ کلیہ کو بیان کرنے کے بعد اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر

فرماتے ہیں:

''اگر خانصاحب (احمد رضا خاں) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔''

(اشد العذاب علیٰ مسیلمہ الپنجاب، صفحہ ۱۳، شائع کردہ دیوبند)

حاصل کلام: اس عبارت مذکورہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

نمبر ۱۔ اعلیٰحضرت مولٰنا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچے مسلمان اور پکے مومن تھے اسی واسطے مرتضیٰ حسن فرماتے ہیں: ''خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے'' معلوم ہوا کہ وہ مومن صالح تھے اگر مومن نہ ہوتے تو کافر ہو جاتے کا کیا معنیٰ۔

نمبر ۲۔ جن علمائے دیوبند کی تکفیر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی وہ یقیناً کافر تھے ورنہ ان کی تکفیر فرض ہونا کیا معنیٰ۔ اگر علمائے دیوبند کافر نہ ہوتے تو مسلمان کی تکفیر کرنیوالا ہی کافر ہو جاتا۔

یہی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دوسری جگہ تمثیلاً فرماتے ہیں:

'' جیسے کسی مسلمان کو اقرارِ توحید و رسالت وغیرہ عقائد

اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنا دیا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید ورسالت کا اقرار نہ کرتے تھے پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہلِ قبلہ نہ تھے انہیں بھی مسلمان کہو گے؟''

(اشد العذاب علیٰ مسیلمہ الپنجاب، صفحہ۹، شائع کردہ دیوبند)

اس عبارت سے یہ بات روز نیمروز کی مانند واضح ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر خالد محمود نے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین جدید کا ترتیب دینے والا لکھ کر اپنے کفر پر رجسٹری کر دی اور ثابت کر دیا کہ ڈاکٹر خالد محمود اسلام کو کفر لکھ کر خود کافر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی دلیل و برہان

خواجہ عزیز الحسن صاحب مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق فرماتے ہیں:

''گو حضرت والا (تھانوی صاحب) کو سفر سے طبعی اعراض
تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو حجۃ اللہ فی الارض
بنا کر دنیا میں بھیجا تھا جس کا خود حضرت والا کو بھی علم ضروری
کے درجے میں احساس تھا۔''

(اشراف السوانح حصہ اول صفحہ ۸۴)

اللہ عزوجل اپنے پیارے محبوب ﷺ کے متعلق فرماتا ہے:

''یاایھاالناس قد جاء کم برھان من ربکم''

(سورۃ النساء ،آیت ۱۷۴ ،پارہ ۶)

یعنی:

''اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل
آئی۔''

گویا حضور اکرم سید عالم ﷺ کو اللہ عزوجل نے اپنی دلیل یا حجت بنا کر زمین پر بھیجا اور اہلِ زمین کو فرمایا اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے یہ محبوب ﷺ اللہ کی حجت بنا کر بھیجے گئے۔

مخفی نہ رہے کہ برھان بمعنی دلیل اور حجت کے ہیں **دلائل الخیرات شریف الحزب السابع فی یوم الاحد** میں ہے:

''النبی حجة الله النبی من اطاعه فقد اطاع الله
ومن عصاه فقد عصی الله۔''

یعنی:

''یہ نبی (محمد ﷺ) اللہ کی حجت یعنی دلیل و برہان ہیں ایسے
نبی ﷺ کہ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ عزوجل
کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ
عزوجل کے نافرمانی کی۔''

گویا حجۃ اللہ کا یہ منصب اور یہ شان ہے اور دیوبندیوں نے یہ منصب مولوی اشرف علی تھانوی کو عطا فرمایا جس کا علم یقینی (ضروری) کے درجہ میں تھانوی صاحب کو بھی احساس تھا اور اسی منصب کا یہ فیض تھا کہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی فرماتے ہیں :

''واللہ العظیم مولانا (اشرف علی) تھانوی کے پاؤں دھوکر
پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے۔''

(تذکرۃ الرشید، حصہ اول، صفحہ ۱۱۳)

سبحان الله و بحمده یہ دیوبندی دین کی عظمت اعلیٰ ہے کہ تھانوی صاحب کے پاؤں دھوکر پینے سے آخرت میں نجات حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ کسے باشد کوئی بھی ہو مگر محمد رسول اللہ ﷺ بہ نفسِ نفیس بذات خود اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہرا ؓ کی

شفاعت یا مدد بھی نہیں کر سکتے جیسا کہ دیو بندی عین اسلام مسمیٰ تقویت الایمان میں مذکور ہے کہ:

> "سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو۔ سو میرا مال موجود ہے اس سے مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔"

(تقویت الایمان ،صفحہ ۵۵)

الحاصل غور طلب یہ امر ہے کہ اللہ کے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ خود بنفسِ نفیس اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حمایت بھی نہیں فرما سکتے اور آخرت میں دوزخ سے نجات نہیں دلا سکتے مگر مولوی تھانوی بذاتِ خود نہیں بلکہ ہر عقیدتمند کسے باشد کیسا ہی گنہگار رہوا گر وہ مولوی اشرف علی کے پاؤں دھوکر پی لے وہ اس کیلئے آخرت میں نجات کا سبب بن جاتا ہے اور یہ بیان تاکیدی ہی نہیں بلکہ اس پر قسم واللہ العظیم یعنی اللہ عظمت والے کی قسم کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ خود بنفسِ نفیس کسی کی

شفاعت فرمانا چاہیں اگر چہ وہ ان کی صاحبزادی لختِ جگر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ہوں وہ بھی (معاذاللہ) دوزخ سے بچنے کی خود تدبیر کرے اگر ہو سکے تو (معاذاللہ) اشرف علی کے پاؤں دھو کر پیئے۔

اعلانِ رسالت کی حکمت عملی

مولوی اشرف علی تھانوی کی نبوت ورسالت کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک دیدہ زیب اور دلفریب افسانہ وضع کیا گیا جس کو مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ ''الامداد'' میں طبع کرایا اور ملک میں تشہیر کرائی جس میں ایک فرد نامعلوم جسکا نام ندارد اور حکیم الامت دیوبندیہ کا مذکور موجود ہے فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالبِ علم تھے ان کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے ان سے اور بھی محبت ہو گئی تو اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ۔ الامداد اور حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے ان کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھ کو دیکھنے کے

واسطے دیئے الحمد اللہ جو لطف ان سے اٹھایا بیان سے باہر
ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا
وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن
العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری
طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو
گئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب
رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ
شریف لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں
لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی)
کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ
سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا
چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو
یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے مگر زبان سے بیساختہ بجائے رسول
اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو
اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار
زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی
تو حضور (اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند
شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی

کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر
گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم
ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں
بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی
اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بیداری
میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالتِ بیداری میں کلمۂ شریف
کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس
خیال کو دل سے دور کیا جاوے اسواسطے کہ پھر کوئی غلطی نہ
ہو جاوے باینِ خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ
لیٹ کر کلمۂ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ
پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں الھم
صل علی سیدنا و نبینا و مولٰنا اشرف علی حالانکہ
اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں
زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو
دوسرے روز بیداری میں رقتِ رہی خوب رویا اور بھی بہت
سے وجوہات ہیں جو حضور (اشرف علی) کے ساتھ باعث
محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔
جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع

کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔"

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۴۔۳۵ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے شائع ہوتا ہے)

مسئلہ شریعہ

حکم یہ ہے کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے تو غیر نبی کی نبوت اور رسالت کا اقرار کرنا اور اس کا کلمہ پڑھنا اور درود میں نبینا کہنا کفر ہے تو اعلان کفر کرنا کفر ٹھہرا اور جو اس تشہیر و اعلان پر راضی ہیں تو رضا بالکفر کفر کے تحت کافر ہو گئے دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کلمہ پر جس میں اشرف علی کو خدا کا رسول اور اپنا نبی ہونے کی شہرت دی گئی تو کسی دیوبندی عامی یا خاص نے اس پر کوئی اعتراض یا احتجاج کیا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس امر کی حمایت میں صفحہ قرطاس کو کالا کیا اور کن کن خطبات اور مراتب سے نوازا کما مر۔ اور حکیم الامت دیوبند کا سہرا سجایا۔ غور طلب یہ امر ہے کہ ریاست رامپور کوئی چھوٹا دیہات تو نہیں جس میں صرف ایک ہی مسجد تھی پھر مولوی معروف کا نام بھی معدوم اور عنوان کا تب بمعنی سائل بھی مفقود۔ جو دلالت کرتے ہیں فسانہ خانہ ساز ہونے پر نیز تعجب اس امر پر ہے کہ سائل باوجود یکہ احکامِ شریعت سے جاہل و ترساں اور لرزاں ہے اس کو تو اعتراف ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے مگر مجیب و پیر جسکو دیوبندی جامع المجددین اور اس کا مرتبہ مجددیت سے اعلیٰ ہے، وہ جواباً تحریر کرتا ہے کہ "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت

ہے" اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں اشرف علی کے سوا کوئی بھی مسلمان متبع سنت نہ تھا؟ اگر تھا تو اس کے معتقدین اور مریدین نے ان کو خدا کا رسول اور اپنا نبی بنایا؟ ایسے حضرات کی فہرست بیان کی جائے تا کہ مسلمانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جو متبع سنت ہو اسکو خدا کا رسول اور اپنا نبی کہنا جائز وضروری ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین اگر کوئی نہ سہی تو اشرف علی تھانوی کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب بھی متبع سنت نہ تھے اگر تھے تو اشرف علی صاحب نے ان کو اپنی تصانیف میں خدا کا رسول اور اپنا نبی ہونیکا اقرار کیا وہ پیش کیجئے۔

تقاضائے محبت

رہا تقاضائے محبت تو کیا تیرہ سو سالہ مدت میں کسی مومن صالح کو اپنے پیر سے ایسی محبت نہ تھی؟ جن میں آئمہ دین، اولیائے کاملین وسلف صالحین مشہور ومعروف انکی محبت اپنے پیر سے کامل اور ضرب المثل ہے مگر کسی سے اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ سائل تو جاہل ہونیکے باوجود خوفزدہ ہے مگر مجیب (پیر) اپنے مرید سے بھی بڑھ کر جاہل بلکہ اجہل ہے سائل تو خود تسلی بخش ہونے کی بنا پر کافر ہوا مگر مجیب یعنی پیر نے ایک زمانہ کو کفر کی دعوت دی اور خدا جانے کتنے مسلمانوں کے ایمان کو غارت کیا اور کافر بنا دیا۔

عظمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

برادرانِ اسلام ملاحظہ فرمایئے کہ مولوی اشرف علی کے قلب میں حضور ﷺ کی عظمت اور محبت کا دائرہ کس قدر وسیع تھا ایک صاحب نے تھانوی صاحب سے سوال کیا اور حکم شریعت کا سائل ہوا کہ:

''زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا اور بواسطہ اس معنی کو رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے۔''

(حفظ الایمان، صفحہ ۲)

تھانوی صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے سب کو عالم الغیب کہا

جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو
عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار
کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی
خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر
التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا
ضرور ہے اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کی
ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے
ثابت ہے۔''

(حفظ الایمان، صفحہ ۷، مکتبہ تھانوی بندر روڈ کراچی)

توضیح کلام

نمبر ا۔ تھانوی صاحب کا یہ فرمانا کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا یہ دلالت کرتا ہے کہ بحث علمِ غیب مطلق میں ہے جس میں نہ ذاتی کی تخصیص نہ عطائی کا انکار۔

نمبر ۲۔ یہ فرمانا کہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب یہ بھی علم غیب مطلق پر دال اور اس کی تکرار صرف دریافت یہ کیا جا رہا ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگرچہ ذاتی ہو۔

نمبر۳۔ فرماتے ہیں اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے تھانوی صاحب نے حضور ﷺ کیلئے بعض علوم غیبیہ مان کر ہر زید و عمرو بلکہ (بچہ) مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو علمِ غیب میں حضور ﷺ کے برابر کردیا۔

نمبر۴۔ اس مماثلت علم کی بابت فرماتے ہیں ''کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو تھانوی صاحب کے نزدیک ہر وہ علم جو ایک شخص جانتا ہے اور دوسرا شخص اس کو نہیں جانتا وہ ہی علمِ غیب کہلاتا ہے۔

نمبر۵۔ تھانوی صاحب کی اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کیلئے علمِ غیب بعض ہے تو وہ علمِ غیب بعض تو ہر زید و عمرو بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے تو حضور ﷺ پر علمِ غیب کا حکم کیوں کیا جاسکتا ہے۔

نمبر۶۔ جب بعض علمِ غیب ہر کس، ناکس کو حاصل ہے جس میں مومن تو کجا انسان کی بھی خصوصیت نہیں تو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے۔

نمبر۷۔ اگر بعض علمِ غیب کی بنا پر حضور ﷺ پر علمِ غیب کا حکم کیا جاتا ہے تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔

نمبر۸۔ اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی

خارج نہ رہے تو اس کا بطلان (باطل ہونا) دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

نمبر۹۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا کلی علم باطل اور اگر بعض علومِ غیبیہ حاصل ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کوئی خصوصیت نہیں یہ تو تمام مخلوق کو حاصل ہے۔

نمبر۱۰۔ تھانوی صاحب کی اس عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ خدا کیلئے علمِ غیب کلی کا عقیدہ رکھتے اور بعض علمِ غیب تمام مخلوق کیلئے مانتے ہیں۔

تبصرہ

تھانوی صاحب سے زید کے متعلق سوال کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ علمِ غیب کی دو قسمیں ہیں۔ایک بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔دوم بواسطہ (یعنی بذریعہ وحی) اس معنی کو رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے۔

اول جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے تھا۔تھانوی صاحب نے زید پر تو کوئی حکم شرعی جاری نہ فرمایا حسد کی آگ جو سینہ پُر کینہ میں بھڑک رہی تھی زبان قلم سے صفحہ قرطاس پر برسنے لگی اور حضور اکرم ﷺ کی عداوت میں عقل و ہوش سے بیگانہ ہو کر حضور ﷺ کی توہین و گستاخی میں صفحات قرطاس سیاہ کر دیئے گویا قلب کی سیاہی صفحہ قرطاس پر آئی۔

ذ ن ن نمبر   علمِ غیب بعض اور کل کی بحث میں اتنا بھی تمیز نہ رہا کہ علمِ غیب ذاتی اور بواسطہ یعنی عطائی میں کیا فرق ہے اور شرعاً ان کا کیا حکم ہے۔

تشن نمبر   فرماتے ہیں کہ ’’آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ)، مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

الف : اگر اس علمِ غیب سے مراد علمِ غیب ذاتی ہے تو یہ شرک ہے کہ علمِ غیب ذاتی، سمندروں کے سامنے ایک قطرہ کا کروڑواں حصہ بھی مخلوق کیلئے ثابت کرنا شرک ہے۔

ب : اگر علمِ غیب عطائی مراد ہے جس کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے ’’تلک من انبیاء الغیب نوحی الیک‘‘ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی فرماتے ہیں۔

ج : وحی کا ثبوت غیر نبی کی جانب کرنا کفر ہے (تھانوی صاحب اس ثبوتِ وحی کو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) اور مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے مانتے ہیں۔)

چہار نمبر: تھانوی صاحب کی اس تقریر سے ظاہر ہے کہ دیو بندیوں کے خانہ ساز

حکیم الامت کو علمِ غیب کی صحیح تعریف کا بھی علم نہیں ہے۔

پنجم: تھانوی صاحب تو فقط اتنا جانتے ہیں کہ جو بات ایک آدمی جانتا ہے وہ دوسرے سے مخفی ہے بس یہی علمِ غیب ہے۔

ششم: عوام میں پوری معلومات کسی کو بھی حاصل نہیں اس لئے اس کو بعض علمِ غیب کہتے ہیں۔

ہفتم: علمِ غیب کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے: **وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء** (آل عمران آیت ۱۷۹) یعنی '' اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔'' معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل علمِ غیب اپنے چنے ہوئے رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔اس میں عوام کا حصہ ہی نہیں۔

ہشتم: اس سے معلوم ہوا کہ تھانوی یا قرآن کریم سے جاہل ہیں اگر جانتے ہیں تو جان بوجھ کر قرآن کریم کے انکار پر مصر ہیں۔

نہم: مخفی نہ رہے کہ ہر علم خواہ غیب ہو یا شہادت اس کا ذاتی علم اللہ کے سوا کسی کو

نہیں۔'' (قال اللہ تعالیٰ) ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب و الشھادۃ (الحشر آیت ۲۲) یعنی '' وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر غیب وشہادت کا جاننے والا۔'' پس اللہ عزوجل نے ہر عامی کو بقدر استعدا د وقابلیت کے علوم شہادت حاصل کرنے کی لیاقت وقوت عطا فرمائی جس کے ذریعہ وہ علوم شہادت حاصل کرتا ہے اور علومِ غیب کیلئے اپنے پسندیدہ بندوں کو منتخب فرمایا۔

دھوکہ: اللہ عزوجل نے علمِ غیب مخصوص فرمایا اپنے چنے ہوئے پسندیدہ رسولوں کیلئے، رسول تو رسول سید المرسلین محبوبِ رب العٰلمین ﷺ کے بارے میں کیسی صریح گستاخی اور انتہائی توہین آمیز کلمات تحریر فرماتے ہیں کہ '' اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے''۔

بیانِ دھوکہ: اس عبارت میں ایک تو قرآن کریم کا استخفاف وانکار ہے دوم سید المرسلین نبی الانبیاء ﷺ کی شان میں صریح گستاخی اور شدید توہین ہے۔

دن از دھوکہ: اگر اس بعض وکل غیب سے مراد علمِ عطائی ہے اور علمِ عطائی بعض مخلوق کیلئے مان کر کل غیب خدا کیلئے ثابت کرنا بھی کفر ہے کہ علمِ غیب اگرچہ کل ہو مگر عطائی کہ دوسرے کا عطا فرمایا ہوا ثابت کرنا خدا کو (معاذاللہ) محتاج بالغیر جان

ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے۔

تیسرا دھوکہ: اگر اس علمِ غیب سے مراد بواسطہ وحی اگرچہ متلو ہو یا غیر متلو یعنی علمِ غیب عطائی جو بھی اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا وہ علمِ غیب کل بحالہ کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہیں حضور ﷺ کو حاصل ہے۔

چوتھا دھوکہ: یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ قادر و مختار اپنے پیارے محبوب کو عطا فرمائے تو درمیان سے کوئی تھانوی شیطان اڑا لے جائے پس جو بھی اللہ عزوجل نے علمِ غیب عطا فرمایا وہ بعینہ کل حضور ﷺ نے پایا ہے۔

پانچواں دھوکہ: یہ امر تو محال ہے کہ اللہ عزوجل جس کو جو شئے یا علمِ غیب اپنی بارگاہ عالی سے عطا فرمائے وہ ان کو حاصل نہ ہو قطعاً خلاف دلیل نقلی اور عقلی کے ہے۔

تھانوی کی قرآن کریم پر تنقید

زید کہتا ہے کہ علمِ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا دوم بواسطہ وحی کے (عطائی) اس معنی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

''عـلـم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الامن ارتضی من رسول۔''

(الجن، آیت ۲۶)

یعنی:

''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔
سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔''

پس'' عـلـم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا '' ''کہ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔'' یہ علمِ غیب بالذات ہے خدا تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا وہی عالم الغیب ہے۔'' الامـن ارتـضـی من رسول '' استثنیٰ ہے یعنی مگر اپنے پسندیدہ (چنے ہوئے) رسول کو عطا فرماتا ہے یعنی مطلع کرتا ہے یہ بواسطہ وحی اگر چہ متلو ہو یا غیر متلو (عطائی) علمِ غیب رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت ہے۔
تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ رسول کی ذات مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں رسول اللہ ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو غیب کا

جاننے والا کہا جاوے۔اور اگر تمام علومِ غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان (باطل ہونا) دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔

اشکال

تبلیغی اور دیوبندی سرداروں تھانوی کے پرستاروں سے اگر کوئی ہندو یا عیسائی یا ان کا موسیرا بھائی تھانوی کی تقریر کو یوں پھیر دے کہ

خدا کی قدرت پر حکم کیا جانا اگر بقول تھانوی صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قدرت سے مراد بعض افعال پر قدرت ہے یا کل پر اگر بعض افعال پر قدرت ہے تو (معاذاللہ) اس میں خدا کی کیا تخصیص ایسی قدرت تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو بقدر استعداد اور بصورتِ امکان کسی نہ کسی شے پر قدرت حاصل ہے تو چاہیئے کہ سب کو قادر مان کر قدیر کہا جاوے۔ اگر قدرت سے مراد کل افعال پر قدرت ہو اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے کہ خدا کیلئے کھانا، پینا، سونا، بول و براز کرنا اور دوسرا خدا پیدا کرنا دلیل نقلی وعقلی

سے ثابت ہے پھر خدا کو منجملہ کمالات قدرت کیوں کہا جاتا

ہے۔

سارے دیوبندی، تبلیغی مل کر اپنے بھائی کو سمجھائیں اور خدا اور غیر خدا میں وجہ فرق

بیان کرنا ضروری ہے۔

تھانوی صاحب کے خدام کی درخواست

تھانوی صاحب کے خیر خواہان زمان ومخلصین دوران بصد کمال ادب بہزار عجز و نیاز

تھانوی صاحب کی خدمت میں التماس کرتے ہیں:

نمبر۱۔ ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم

مجانین و بہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی

عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے۔

نمبر۲۔ جس میں مخلصین حامین جناب والا کو حق بجانب جوابدہی میں سخت دشواری

ہوتی ہے۔

نمبر۳۔ وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور

ہیئت عبارت کا بحالہ یا بالفاظہ رکھنا ضروری ہو۔

(حفظ الایمان تغیر العنوان صفحہ ۱۳)

دنیائے دیوبندیت حیران و پریشان ہے تھانوی صاحب کی عبارت جوسخت سوٗ ادبی کو مشعر ہے اس کی جواب دہی سے عاجز ہے اور تھانوی صاحب سے التجا کرر ہے ہیں مگر تھانوی صاحب کو رجوع کرنا اور عبارت ملعونہ پر توبہ کرنا نصیب نہ ہوا اور آج وہ کتاب بنام ''حفظ الایمان'' برابر طبع ہوکر ساری دنیا میں اس کی اشاعت ہورہی ہے یہ حکیم الامت کا فرمان جس کے بارے میں کہا گیا ''عین دین وہی ہے جو حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا'' پھر کس کی مجال جو اس میں ترمیم یا تنسیخ کرے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

مولوی محمود حسن شیخ الہند دیوبند

تعارف:

مولوی عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:

''ہم مولانا محمود حسن شیخ الہند کو اپنے مشائخ اربعہ مولانا امداد اللہ، مولانا محمد قاسم، مولانا محمد یعقوب دیوبندی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا جانشین مانتے ہیں ہم اٹھارہ سال تک ان کی صحبت خاصہ میں رہ کر ان کے سیاسی مسلک کو سمجھتے اور اس پر عمل کرنیکی کوشش کرتے رہے ہیں۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۳۷۔۱۳۸)

خدماتِ دینی:

مولوی عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:

''الغرض مولانا شیخ الہند (محمود حسن) ہمیں تین چیزیں بتا گئے۔ اوّل، یہ کہ آپ نے درجہ تکمیل میں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور مولانا محمد قاسم کی حکمت داخل کرائی دوم سیاسی تحریک میں دیوبندی جماعت کے ساتھ علی گڑھ پارٹی کو

مساوی درجہ پر شامل کرنا منظور کر لیا سوم انڈین نیشنل
کانگریس کے اندر جا کر بیرونی ممالکِ اسلامیہ کی سیاسیات
سے علیحدگی اختیار کر کے کام کرنیکی راہ سمجھائی۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ دیو بندی جماعت اور محمود حسن ہندوؤں کے ساتھی اور معاون اور گاندھی کے قدردان تھے اور اسلامی سیاسیات کے مخالف یعنی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ گاندھی جی ان تمام چیزوں کو سمجھتے
ہیں مگر وہ گجرات سے باہر ہندوستان کے کسی ٹکڑے میں اپنی
طرزِ حکومت نہیں بنا سکتے گاندھی جی ادنیٰ طبقہ کی خدمت اور
تربیت کے واسطے متوسط طبقے کو جو ان کو لیڈر مانتا ہے متوجہ
کر سکتے ہیں ہم اس کی پوری قدر کرتے ہیں۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۶۲)

چنانچہ گاندھی جی کی قوت بڑھانے اور سرداری چمکانے کی خاطر دیو بندی جماعت نے اہم کردار ادا کیا کیونکہ دیو بندی جماعت نام ہے ہندوؤں کی حمایت کا چنانچہ اس جماعت کو محمود حسن نے ان کے قدموں میں ڈال دیا اور اسلام کے پردے میں وہ کام

کیا جو گاندھی جی چاہتے تھے چنانچہ عبیداللہ سندھی اس راز کو اس طرح فاش کرتے ہیں:

''ہم اپنے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق انسانیت کی اصلاح کیلئے قربانی کا جذبہ نہایت آسانی سے پیدا کر سکتے ہیں قرآن عظیم کا مقصد معین کرنے میں امام ولی اللہ ہماری نظر میں منفرد ہے اس لئے ہم ان کے سوا کسی کی تفسیر کو قبول نہیں کرتے۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۶۲)

یہ اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے عداوت کا بین ثبوت اور کھلا ہوا سیاسی وار ہے کہ بارہ سو سال کے تمام مفسرین اور محققین کو یکسر نظر انداز کر دینا اور انکے خلاف علم بغاوت بلند کرنیکا شاہ ولی اللہ تحریک کا نام دینا اسلام سے کھلا ہوا فرار ہے اور مسلمانوں کو اسلام سے بغاوت کیلئے تیار کرنا ہے۔ چنانچہ عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں:

''ہم جس طرح اپنے نوجوانوں کو قرآن عظیم کی تعلیم کی مدد سے اس مقصد عالی کی طرف لے آتے ہیں اسی طرح اگر ہندو تعلیم یافتہ نوجوان ہم پر اعتماد کرے تو ہم اس کو ولی اللہ فلاسفی پڑھا کر بھگوت گیتا کی تعلیم کے ذریعہ سے اسی مقصد پر لے آئیں گے یہی طرز ہمارا بائبل ماننے والی اقوام کے

ساتھ رہیگا۔"

(شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک)

حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو قرآن دکھا کر فریب دیں گے تو ہندوؤں کو گیتا اور
بھگوت اور عیسائیوں کو بائیبل دکھا کر اپنے سیاسی جال میں پھنسائیں گے گویا
مسلمانوں کے سامنے مسلمان اور ہندوؤں کے ساتھ ہندو اور عیسائیوں میں عیسائی
بن کر دنیا کو دھوکا دیں گے اور بے دین اور گمراہ بنا کر کانگریس میں شامل ہو کر گاندھی کا
غلام بنائیں گے چنانچہ محمود حسن صاحب نے انڈین نیشنل کانگریس میں شرکت اختیار
کی مولوی عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:

"مولانا (محمود حسن) شیخ الہند انڈین نیشنل کانگریس میں
شریک ہو گئے تھے۔"

(شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک، صفحہ ۱۵۶)

دیوبندی جماعت کا کانگریس میں شریک ہونیکا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے
عمائدین اسلام اور مجاہدین اسلام جنہوں نے کافروں سے ہمیشہ جہاد کیا اور اسلام کی
برتری کیلئے کام کیا یکسر ان سے بیزار ہو جائیں ہندو بن جائیں یا عیسائی ہو جائیں اور
اگر ہندو عیسائی علانیہ نہ کہلائیں تو حقیقتاً مسلمان بھی نہ رہیں گمراہ بے دین بن جائیں
پچھلے اوراق میں ہم یہ نقل کر چکے ہیں کہ محمود حسن نے دیوبندی جماعت کو تین چیزیں
عطا فرمائیں جس میں ایک مولوی محمد قاسم نانوتوی کی حکمت انکارِ ختمِ نبوت ہے ملاحظہ

ہو" تحذیرالناس"، جس میں ختمِ نبوت کا واضح الفاظ میں انکار فرمایا اور لکھ دیا کہ حضور ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں یہ عوام کا خیال ہے گویا اسلام دشمنی کے پورے اسباب واسلحہ سے دیوبندی جماعت کو مسلح فرمادیا گیا۔

کذبِ باری تعالیٰ کے متعلق دیوبندی عقیدہ:

امام الوہابیہ ودیابند مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

"ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔"

(یکروزی، صفحہ ۱۴۵)

مولوی اسمٰعیل دہلوی اس پر دلیل قائم کرتے ہیں:

"اکثر آدمی جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائیگی"

(یکروزی، صفحہ ۱۴۵)

محمود حسن کی جراتِ رندانہ:

امام الوہابیہ ودیوبند کی اس ناپاک دلیل پر کہ آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ

جائیگی مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمہ نے معارضہ فرمایا کہ آدمی تو ظلم جہل چوری شراب خوری کرتا ہے چاہئے کہ تمہارا معبود بھی یہ سب کچھ کر سکے ورنہ آدمی سے قدرت میں گھٹا رہے گا اس پر دیوبند کے بڑے معتمد گنگوہی صاحب کے خلیفہ اعظم مولوی محمود حسن نے فرمایا اور صاف صاف طبع کرا دیا:

> ''کہ چوری شراب خوری جہل ظلم سے معارضہ کم فہمی معلوم ہوتا ہے غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت بندے سے زائد ہونا ضرور نہیں حالانکہ کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے مقدور اللہ ہے۔''

(ضمیمہ اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء)

پس دیوبندی دھرم میں ان کے معبود کا جاہل، ظالم، چور اور شراب خور ہونا ثابت بلکہ انسان اپنے خدا کی تسبیح اور سجدے کرتا ہے تو چاہئے کہ دیوبندیوں کا خدا بھی اپنے خدا کی تسبیح کرے اور اس کے حضور سجدے میں گرے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

خدا کی خدائی میں شریک کرنا:

مسلمان کا ایمان ہے کہ موت و زیست سب اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے جسکو

چاہے زندگی عطا فرمائے اور جس کو چاہے موت دے مگر محمود حسن، رشید احمد گنگوہی کے مرنے پر فلک کو مورد الزام ٹھہراتے اور اس کو ظالم بتاتے ہیں، فرماتے ہیں:

ملایا خاک میں ہم کو فلک نے ایک شوخی میں
ارے ظالم نہ کر اتنی زیادہ نامسلمانی
ملا کر خاک و خون میں بے کسوں کی آرزؤں کو
پھر ہم سے پوچھتا ہے ہائے ظالم وجہ گریانی

(مرثیہ گنگوہی کتبخانہ رحیمیہ دیوبند، صفحہ ۳)

موت اللہ عزوجل کی جانب سے ہے مگر محمود حسن فلک سے شکایت کرتے ہیں کہ اے ظالم تو نے ایک شوخی میں ہم کو خاک میں ملا دیا ارے ظالم ہم کو خاک و خون میں ملا کر ہم سے رونے کی وجہ پوچھتا ہے معلوم ہوا کہ محمود حسن فلک کو خدا یا خدا کا شریک مان کر اس کو ظالم کہتا ہے۔

نیز محمود حسن صاحب، گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں:

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنــــی مری دیکھی بھی نادانی

(مرثیہ گنگوہی کتبخانہ رحیمیہ دیوبند، صفحہ ۱۴)

گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دے کر اس سے افضل اور اعلیٰ یعنی تربت انور بتایا اور قبر

میں گنگوہی کو خدا سمجھ کر ارنی جو دلالت کرتا ہے ربِ ارنی پر جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کما قال رب ارنی گویا گنگوہی کو خدا اور قبر کو طور سے افضل تربت انور فرمایا۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

خدا ان کا مربی تھا وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ گنگوہی، کتبخانہ رحیمیہ دیوبند، صفحہ ۹)

مربی خلائق رب العلمین کا ترجمہ ہے یعنی رشید احمد گنگوہی، محمود حسن کے نزدیک رب العلمین تھے اور ان کا مربی خدا تھا تو خدا کے بعد ایک دوسرا خدا جو رب العلمین ہے وہ گنگوہی تھے۔

قرآن کریم میں ہے الحمد للّٰہ رب العلمین. مولوی اشرف علی تھانوی اسکا ترجمہ کرتے ہیں ''سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے'' معلوم ہوا کہ مربی خلائق کہتے ہیں رب العلمین کو۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج

محمود حسن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نشانہ بنا کر کہتے ہیں:

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

(مرثیہ گنگوہی کتبخانہ رحیمیہ دیوبند، صفحہ ۲۲)

یعنی اے ابنِ مریم عیسیٰ علیہ السلام آپ نے تو مُردوں ہی کو زندہ کیا ہے ہمارے گنگوہی نے تو مُردوں کو زندہ کرنے کے باوجود زندوں کو بھی مرنے نہیں دیا۔

ہم پوچھتے ہیں اے دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن یہ تو فرمایئے جس نے مُردوں کو زندہ کر دیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا تو وہ خود کیسے مر گیا جس کا آج تم لوگ ماتم کر رہے ہو اور مرثیہ پڑھ رہے ہو۔ والحمد اللہ رب العلمین

مولوی حسین احمد صاحب المعروف حسین احمد مدنی

تعارف

مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈہ میں پیدا ہوئے اور دارالعلوم دیوبند کے صدر تھے اصحاب دیوبندان کو مدنی کہتے ہیں۔قاری فخرالدین گیاوی فرماتے ہیں:

دو مدینہ والے مرے دل کے مالک بن گئے
ایک نبی اللہ کا اور اک ولی اللہ کا

(نذرِعقیدت کی لوح (سرِ ورق) پر ملاحظہ ہو)

تعجب ہے کہ اجودھیاباشی ٹانڈوی دیوبند کے دارالعلوم میں رہنے والا دارالعلوم دیوبند کا صدر ''مدنی'' بن گیا اور حضرت سیدی بلال رضی اللہ عنہ جیسا عاشق محبوبِ خدا ''حبشی'' اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ''فارسی'' اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ''رومی'' کہا جائے اور اجودھیہ باشی ٹانڈوی دیوبندی کو ''مدنی'' قرار دیا جائے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

ٹانڈوی کا مرتبہ

جناب مولوی فخرالدین گیاوی صاحب فرماتے ہیں:

''یہ (حسین احمد ٹانڈوی) انسان ہے یا کوئی فرشتہ؟؟
نہیں نہیں!! میرا ضدی قلب اس کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ
نہ ہوا کہ وہ انوار قدسیہ کا سرچشمہ فرشتہ ہوسکتا ہے۔''

(نذر عقیدت، صفحہ ۵)

پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:

''تو پھر آخر وہ کیا ہے کیا وہ انسان ہی ہے؟؟ اگر ہے تو ہوگا
لیکن ہاں ہاں وہ ان انسانوں جیسا انسان تو نہیں جنہیں عام
طور پر آنکھیں دیکھتی کان ان کی بات سنتے اور دل ان کی
صحبتوں سے تاثرات کے حصے حاصل کرتے رہتے ہیں
(چند سطور بعد) زیادتی فکر نے تحیر کو فراوانی بخشی اور بالاخر
کسی فیصلہ کی حد تک پہنچتے ہوئے قلب مضطر عقیدت و محبت
کی زنجیروں میں جکڑ گیا۔''

(نذر عقیدت، صفحہ ۵)

نیز فرماتے ہیں:

''تیرے (حسین احمد ٹانڈوی) قدموں سے لپٹ کر اپنی
کامیابی کی سفارش کرانا چاہوں گا تیرے پیچھے شافع محشر
قاسم جام کوثر تک پہنچنے کی تمنا کرونگا (چند سطور بعد) تیری

ادنیٰ سی توجہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ میری نجات کیلئے کافی ہو کر رہے گی۔"

(نذرِ عقیدت، صفحہ ۱۱)

دیوبندی دھرم میں تو سید المرسلین محبوبِ ربّ العٰلمین ﷺ اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کام نہ آئیں بلکہ خود حضور اقدس ﷺ کو اپنا حال نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ قیامت میں کیا معاملہ ہو گا مگر ٹانڈوی کی ادنیٰ سی توجہ ٹانڈوی کے غلام فخر الدین گیاوی کی نجات کیلئے کافی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام

دیوبندیوں کے نزدیک نہ خدا کی عظمت کا لحاظ نہ رسول پاک ﷺ کی عزت کا پاس، حضرت علام حکیم مشرق مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمہ، فاضل دیوبند مولوی سعید احمد اکبر آبادی کے مضمون پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فاضل دیوبند مولوی سعید احمد اکبر آبادی کی رائے حسبِ ذیل ہے "برہان" دہلی مارچ ۱۹۶۲ء، صفحہ ۱۷۲، اور بتایئے کہ العیاذ باللہ اس جملے کا حاصل یہ نہیں ہے کہ اس معاملہ میں مولانا تھانوی کا مقام آنحضرت ﷺ سے بھی اونچا ہے جو کام آنحضرت ﷺ نہ کر سکے وہ مولانا تھانوی نے

کر دکھایا۔"

(خون کے آنسو، حصہ اوّل، صفحہ ۱۹۵)

دیوبندیوں کے اپنے حکیم الامت کو حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ سے افضل واعلیٰ اور برتر و بالا لکھ دیا تو اب خدا کی باری آئی تو ارشاد فرماتے ہیں یہ حکایت بھی جناب علامہ حکیم مشرق مشتاق احمد صاحب علیہ الرحمہ کی زبانی سنئے:

کھدر پوش خدا:

علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمہ، شیخ الاسلام نمبر (جو حسین احمد ٹانڈوی کی عظمت کا شاہکار ہے) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن آیئے میں آپ کو آپ کے ایک نئے خدا کا پتہ دیتا ہوں اگر آئندہ کبھی شرک نمبر کی اشاعت کا موقع ملے تو اپنے کھدر پوش خدا کو بھی اسی میں شمار کر لیجئے گا حوالہ دیکھئے اور سر دھنیئے شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۵۹

" تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العلمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے

تمہارے گھروں میں آ کر رہے گا۔''

(خون کے آنسو، حصہ اوّل، صفحہ ۱۹۷)

کانگریسی خدا:

یہی علامہ مشرق جناب مولینا مشتاق احمد صاحب نظامی، مسٹر ماہر القادری مدیر فاران توحید نمبر سے سوال کرتے ہیں:

''ماہر صاحب! ذرا ایک بات فرمائیے کیا آپ لوگوں کا خدا بھی کانگریسی ہے جس نے اپنی کبریائی پر کھدر کا پردہ ڈال لیا اور یہ تو فرمائیے کیا منکر نکیر بھی کانگریسی ہیں کہ آپ کے شیخ الاسلام (حسین احمد ٹانڈوی معروف مدنی) اس میت کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے جس کا کفن کھدر کا نہ ہوتا۔ تا کہ کھدر میں دیکھ کر منکر نکیر بھی اپنی جماعت کا ممبر سمجھیں العیاذ باللہ من ذالک حوالہ ملاحظہ کیجئے شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۲۵

''اگلے دن اپنے اسکول کے ساتھیوں میں یہ خبر سنی کہ مولانا ٹانڈوی (المعروف مدنی) نے ایک جنازے کی نماز کے وقت ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ کفن کھدر کا نہیں تھا۔''

(خون کے آنسو، اوّل، صفحہ ۱۹۸)

مولوی حسین احمد کے متعلق مودودی صاحب کی رائے حضرت علامہ مولینا مشتاق احمد

صاحب نظامی تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب کی رائے ہے کہ مولٰینا حسین احمد کے فتاوے قرآن وسنت کی روشنی میں نہیں ہوتے بلکہ گاندھی جی کے جنبش لب پر گردش کرتے ہیں۔''

(خون کے آنسو، اوّل، صفحہ ۱۹۶)

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس دہلوی

تعارف

مولوی محمد الیاس، ''دہلوی'' کہلاتے ہیں جب انھوں نے عامتہ المسلمین میں دیوبندیوں کو ذلیل وخوار ہوتے ہوئے دیکھا کہ دیوبندیوں کا نماز ادا کرنیکے لئے مسجد میں جانا بھی دشوار اور غیر ممکن ہو گیا ہے اگر کسی دیوبندی کا مسجد میں نماز پڑھ لینا مسلمانوں کو معلوم ہو جاتا تو وہ مسجد کو پاک کراتے تھے۔ دیوبندیوں کی بیباکی اور گستاخیوں سے جو انہوں نے حضور اکرم سید عالم ﷺ اور محبوبانِ خدا کی جناب میں توہین آمیز عبارات سے کیں، مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور مسلمانوں کو دیوبندیوں سے سخت نفرت ہو گئی تو لاچار مولوی الیاس نے منافقت کی راہ اختیار کی اور مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کی خاطر حضرت نظام الدین اولیاء ﷺ کے مزار مقدس کے قریب اپنا مرکز بنایا اور مسلمانوں کو جو عقیدت اور محبت سے مزار پاک کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے، ان کو روکنا اور بہکانا شروع کر دیا۔ ایک جماعت مسمیٰ ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے موسوم کر کے مسلمانوں کو اصل دین اسلام سے باغی بنانا شروع کر دیا۔

مولوی الیاس دہلوی کا دین

مولوی محمد منظور نعمانی، جو جامع ملفوظاتِ محمد الیاس دہلوی بانی تبلیغی جماعت ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت (رشید احمد) گنگوہی کے نواسے حضرت حافظ محمد یعقوب صاحب گنگوہی زیارت وعیادت کے لئے تشریف لائے ان کے ساتھ ان ہی کے گھرانے کی کوئی خاتون بھی تھیں غالبًا ان کی صاحبزادی ہی تھیں وہ بھی حضرت مولانا (محمد الیاس) کی عیادت کیلئے تشریف لائی تھیں حضرت نے ان کو پس پردہ حجرہ ہی میں بلوالیا ان کو خطاب کرتے ہوئے جو کچھ اس وقت حضرت نے فرمایا تھا اس کے چند فقرے قلمبند کر لئے گئے تھے جو درجِ ذیل ہیں فرمایا من لم یشکر الناس لم یشکر الله ۔ مجھے دین کی نعمت آپ کے گھرانے سے ملی ہے میں آپ کے گھر کا غلام ہوں غلام کے پاس اگر کوئی اچھی چیز آجائے تو اسے چاہئے کہ تحفہ میں اپنے آقا کے سامنے پیش کردے مجھ غلام کے پاس آپ ہی کے گھر سے حاصل کیا ہوا ''وراثتِ نبوت'' کا تحفہ ہے اس کے سوا اور اس سے بہتر میرے پاس کوئی سوغات نہیں ہے جسے میں پیش کرسکوں ۔''

(ملفوظاتِ الیاس دہلوی، صفحہ ۱۲۴۔۱۲۵، ملفوظ نمبر ۱۵)

معلوم ہوا کہ مولوی الیاس دہلوی بانی تبلیغی جماعت کو دین رشید احمد گنگوہی سے ملا۔ دینِ اسلام جو تیرہ سو سال سے زائد سے مسلمانوں میں موجود ہے وہ دین نہیں یہ

دینِ الیاسی ، رشید احمد گنگوہی کا خود ساختہ دین ہے جس کے بارے میں رشید احمد گنگوہی بنفسِ نفیس ارشاد فرماتے ہیں جس کو گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ (رشید احمد گنگوہی) نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبانِ فیض ترجمان سے فرمائے'' سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔''
>
> (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ ۱۷، مکتبہ بحر العلوم جونا مارکیٹ کراچی)

گویا گنگوہی صاحب نے بحیثیت تبلیغ کئی مرتبہ فرمایا، خدا ہی جانے کئی سے مراد کیا ہے اور کتنی مرتبہ فرمایا البتہ اس امر کی کثرت ثابت کہ تبلیغ کی حیثیت میں فرمایا کہ دنیا کو بتا دو زمانہ میں پھیلا دو کہ حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور جو ان کی زبان سے نہ نکلے وہ باطل ہے۔ چنانچہ قسم کے ساتھ فرماتے ہیں اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے رشید احمد گنگوہی کی اتباع پر۔ قرآن وحدیث کو تیرہ سو سال سے زیادہ ہو گیا اب وہ فرمان کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو یا اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو وہ زمانہ ختم ہو گیا مگر اس زمانے میں اگر ہدایت ونجات چاہتے ہو تو رشید احمد گنگوہی کی اتباع کرو چنانچہ مولوی الیاس دہلوی کو

اس ہدایت ونجات سے وافر حصہ ملا جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
مجھے دین (ہدایت ونجات) کی نعمت آپ کے گھرانے سے ملی ہے اسی کی نشر واشاعت کو اپنا مقصودِ زندگی بنا کر تبلیغی جماعت کے ذریعے اس نعمت کا حق ادا کرتا ہوں یہی میرا دین وایمان ہے۔

تبلیغی جماعت کے سوا کوئی بھی مسلمان نہیں

مولوی منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

''ایک خط میں مولانا سید ابوالحسن ندوی کا یہ فقرہ تھا کہ مسلمان دو ہی قسم کے ہو سکتے ہیں تیسری کوئی قسم نہیں۔ یا اللہ کے راستے میں خود نکلنے والے ہوں یا نکلنے والوں کی مدد کرنے والے ہوں (مولوی الیاس نے) فرمایا بہت خوب سمجھے ہیں پھر فرمایا کہ نکلنے والوں کی مدد میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں کو نکلنے پر آمادہ کرے۔''

(ملفوظات مولوی محمد الیاس، صفحہ ۴۶، ملفوظ نمبر ۴۲)

معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کی بین علامت تبلیغی جماعت پر صادق آتی ہے ان کے سوا

اور کوئی مسلمان ہی نہیں ہے کیونکہ صاف فرمادیا گیا کہ مسلمان دو ہی قسم کے ہو سکتے ہیں تیسری قسم کا کوئی مسلمان نہیں اور یہ دونوں قسمیں تبلیغی جماعت میں موجود ہیں معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت کے سوا کوئی مسلمان نہیں۔

انتخاب خدا

مولوی منظور نعمانی ملفوظ نمبر ۵۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ (مولوی الیاس) نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کنتم خیر امتہ اخر جت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ کی تفسیر خواب میں القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔''

(ملفوظات الیاس)

ملاحظہ فرمایئے مثل غلام احمد قادیانی کہ اس نے اپنی نبوت کی تمہید خوابوں پر ظاہر کی چنانچہ مولوی الیاس صاحب فرمارہے ہیں کہ خدا نے ہم کو مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کی ہدایت کے واسطے ظاہر کیا ہے ورنہ عالم اخفا میں روپوش تھے اور خدا ہی جانے کیا تھے ظاہر اب کئے گئے ہیں۔

حق وہدایت کا شاہکار

رشید احمد گنگوہی کا ارشاد گرامی ضرور یاد ہوگا کہ انھوں نے فرمایا ''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے الــخ'' چنانچہ رشید احمد گنگوہی کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے:

کسی شخص نے گنگوہی صاحب سے پوچھا:

''سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لفظ رحــــــمة للعٰلمین مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں

جواب: لفظ رحمة للعٰلمین صفتِ خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ کامل بوب، صفحہ۹۶)

مخفی نہ رہے کہ موجب رحمت اور باعثِ رحمت ہونا کسی شے یا شخصیت کا اور بات ہے اور رحمة للعٰلمین اور بات ہے۔ اللہ عز وجل نے صرف حضور اکرم سید عالم ﷺ کو رحمة للعٰلمین بنا کر بھیجا کسی نبی اور رسول کو بھی رحمة للعٰلمین نہ فرمایا مگر حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے یہی حق عزازیل یعنی ابلیس کا حق ہے۔ اور ملاحظہ فرمایئے:

''سوال: وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا

عقیدہ تھا اور کون سا مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہلِ نجد
کے عقائد میں اور سنّی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

(مرسلہ مولوی شیخ محمد صاحب فیروز پور، پنجاب)

جواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان
کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب انکا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج
میں شدت تھی مگر وہ اور انکے مقتدی اچھے تھے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب، صفحہ ۲۳۵)

گھر کا بھیدی

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مولوی حسین احمد صاحب صدر المدرسین دار العلوم
دیوبند کی تحریر ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم و تمام
مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا اور
ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب
ہے۔"

(الشہاب الثاقب، صفحہ ۴۳)

نیز یہی حسین احمد صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:

''نجدی (محمد بن عبدالوہاب) اوراس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔''

(الشہاب الثاقب کتب خانہ رحیمیہ دیو بند، صفحہ ۴۵)

پھر تحریر فرماتے ہیں:

''شان نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعاء میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذاللہ نقل کفر کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے
والی ہے ہم اس سے کُتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخرِ
عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔''

(الشہاب الثاقب، صفحہ ۴۷، کتبخانہ رحیمیہ، دیوبند)

رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند کی عبارات بار بار ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور قسم سے کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر پس اس کی اشاعت میں مولوی محمد الیاس دہلوی مشغول اور منہمک ہیں اسی واسطے تبلیغی جماعت کو جنم دیا گیا۔

وہابیت پر ناز

مولوی منظور نعمانی جو تبلیغی جماعت کے روح رواں ہیں اور مرکزی قائدین میں شمار کئے جاتے ہیں مولوی الیاس صاحب کی جانشینی کے سلسلہ میں مولوی زکریا سے فرماتے ہیں:

''اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ
ہم بڑے سخت وہابی ہیں ہمارے لئے اس بات میں کوئی
خاص کشش نہ ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبرِ مبارک ہے یہ

مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھتے تھے یہ حجرہ ہے جس
میں حضرت رہا کرتے تھے۔''
(تبلیغی جماعت از علامہ ارشد القادری، صفحہ ۹۷، بحوالہ سوانح محمد یوسف صفحہ ۱۹۲)

مولوی زکریا صاحب جواباً ارشاد فرماتے ہیں:

''بس انتظار کرو اللہ سے دعا کرو اور اگر دیکھو کہ ان میں سے
کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا
وہابی ہوں تمہیں مشورہ دونگا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور
حضرت کا حجرہ اور درودیوار کی وجہ سے یہاں آنیکی ضرورت
نہیں۔''
(تبلیغی جماعت از علامہ ارشد القادری، صفحہ ۹۸، بحوالہ سوانح محمد یوسف صفحہ ۱۹۳)

یہی وہابی عقیدت و جذبات تھے جن کی وجہ سے مولوی الیاس صاحب ان کو اپنا رفیق
جانی اور محبوب لاثانی سمجھتے تھے۔

حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی تمنائے عظیم

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو وہابی بنانے کا اتنا شوق تھا کہ فرماتے ہیں:

''اگر میرے پاس دس ھزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں

پھر خود ہی سب وہابی بن جائیں۔''

(الافاضات الیومیہ، جلد سوم، صفحہ ۲۷)

مشاہرہ (تنخواہ) تقسیم کر سکے یا نہیں اس سے ہمیں بحث نہیں مگر اس سے دو باتیں ضرور ثابت ہوئیں، **اوّل** تنخواہ یا بغیر تنخواہ کے ہزاروں کو وہابی بنا ڈالا، **دوم** تھانوی صاحب میں وہابی بنانے کا ذوق جنون کی حد تک موجزن تھا اسی بنا پر محمد الیاس دہلوی نے ان کی تعلیمات کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ ملفوظ نمبر ۵۶ میں مولوی منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

'' ایک بار (مولوی الیاس نے) فرمایا حضرت مولانا تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان (تھانوی) کی تعلیم عام ہو جائے گی۔''

(ملفوظاتِ الیاس، صفحہ ۵۷)

ملاحظہ ہو کہ تھانوی صاحب نے بہت بڑا کام کیا ہے ہزاروں سے زیادہ خدا ہی جانے کتنوں کو وہابی، دیو بندی بنا دیا چنانچہ ان کی تعلیم میری تبلیغ کا مقصود اصلی ہے اس طرح اشرف علی تھانوی کی تعلیم عام ہو جائے گی۔

یہ ہے مولوی الیاس دہلوی اور ان کی تبلیغی جماعت کا مقصود اصلی جس کے واسطے تبلیغی

جماعت کو جنم دیا گیا اور مسلمانوں کو اسلام سے دور و نفور کر کے وہابیت اور دیو بندیت کے پر فریب دیدہ زیب دائرہ نجدیت میں محصور اور مقید کر دینا اس کے سوا اور کچھ بھی غرض نہیں۔

مولوی محمد زکریا صاحب

تعارف:

مولوی محمد زکریا صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ الحدیث اور تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ مخلوق لوگ عاصی اور خاطی ہیں مگر علماء (مشائخ) دیوبند معصوم ہیں ان کے حضور کسی چغلخور یا خوشامدی کی چغلی اور چاپلوسی نہیں چلتی وہ ہر عیب سے بَری ہیں۔

ایمان کی چنگاری

مولوی محمد زکریا مرکزی امیر تبلیغی جماعت حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

> ''ابوداؤد شریف میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن شہر کا نام۔ حضور اقدس ﷺ کی طرف سے کچھ احادیث نقل کیا کرتے تھے جو نبی کریم ﷺ نے بعض لوگوں کے متعلق غصہ میں فرمایا جو لوگ یہ حدیثیں سنتے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر نقل کرتے تو حضرت سلمان کہتے تھے کہ حذیفہ کو اپنی احادیث کا زیادہ علم

ہے لوگ حضرت حذیفہ کے پاس جا کر کہتے کہ ہم نے
حضرت سلمان سے تمہاری حدیثیں نقل کیں انھوں نے تو
تصدیق کی نہ تکذیب کی تو حضرت حذیفہ حضرت سلمان
کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا آپ میری ان
احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جو خود آپ نے بھی
حضور اقدس ﷺ سے سنی ہیں حضرت سلمان نے فرمایا کہ
نبی کریم ﷺ ناراضی کے درمیان میں بعض لوگوں کے متعلق
کچھ فرما دیتے ہیں اور بعض اوقات بعض لوگوں کی کسی
مسرت کی بات پر مسرت کا اظہار فرما دیتے ہیں تم اس قسم کی
روایات نقل کرنے سے یا تو رک جاؤ کہ جن کی وجہ سے بعض
لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کی طرف سے لوگوں کے دلوں
میں ناراضی پیدا ہو اور آپس میں اختلاف ہو تم کو معلوم ہے
کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میں
ایک آدمی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح سے مجھے بھی غصہ
آجاتا ہے پس جس آدمی کو میں نے غصہ میں کچھ کہا ہو یا اللہ
تو اس کہنے کو لوگوں کیلئے رحمت اور قیامت کے دن برکات کا
سبب بنا۔ یا تو تم ایسی حدیثیں نقل کرنے سے رک جاؤ ورنہ
میں امیر المومنین کے پاس تمہاری شکایت لکھوں گا۔ خود

حضرت اقدس حکیم الامت (اشرف علی تھانوی) سے
افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مشائخ کے یہاں جو
مقربین بصیغہ اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مکرمین
بصیغہ اسم فاعل بھی ہوتے ہیں ہر وقت شیخ کو اور دوسرے
متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں جھوٹ سچ لگاتے ہیں جس
سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا بحمد اللہ ہمارے بزرگ اس سے
صاف ہیں حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتوی بانی دارالعلوم
دیوبند) تو کسی کی شکایت سنتے ہی نہ تھے جہاں کسی نے کسی
کی شکایت شروع کی فوراً منع فرمادیا کرتے تھے کہ خاموش
رہو میں سننا نہیں چاہتا اس کے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت
کی نہ ہوتی تھی اور حضرت حاجی (امداداللہ) صاحب سن کر
فرما دیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی
شکایت کی سب غلط ہیں میں جانتا ہوں اس شخص کو وہ ایسا
نہیں ایک صاحب نے عرض کیا حضرت گنگوہی (رشید احمد)
کا اس بارے میں کیا معمول تھا فرمایا کہ ایک صاحب نے
حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی
شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا کہ ہوتا
ہے اور وہ یہ کہ میں سمجھ لیتا ہوں کہ دونوں میں رنجش ہے مگر

سن لیتے تھے سب۔"

(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات، صفحہ ۶۸ تا ۷۰)

بعدازاں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص کی کوئی تعریف یا کسی کی کوئی مذمت کی ہو تو ان کو کلیہ بنا لینا ہرگز مناسب نہیں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کو بھی ڈانٹ دیا کہ ایسی روایات نقل نہ کیا کریں۔"

(ایضاً، صفحہ ۷۰۔۷۱)

تجزیہ

دو روایات متصل بشکل حکایات بلا فصل بیان کرنیکی حکمت عملی میں انداز شاطرانہ اور طرز معاندانہ ملاحظہ فرمائیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مشائخ یعنی علمائے راسخین اور اولیائے کاملین میں مکربین بھی ہوتے ہیں جو ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں جھوٹ و سچ لگاتے ہیں جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا اور جس سے چاہا راضی کر دیا گویا شیخ ان چغلخوروں کی باتوں سے متاثر ہو کر کسی سے ناراض ہو جاتے اور جس کی وہ چغلخور تعریف کر دیتے اس سے راضی ہو جاتے حالانکہ کسی مسلمان کی اس کے پس پشت برائی بیان کرنا غیبت ہے جبکہ وہ برائی اس شخص میں پائی

جائے اور اگر ایسی برائی کسی مسلمان کی جانب منسوب کی جائے جو اس میں موجود نہیں محض جھوٹا الزام لگایا جائے وہ بہتان ہے۔ غیبت کے متعلق اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احد
کم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه

(الحجرات، آیت ۱۲)

یعنی:

''اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔''

اللہ عزوجل عیب جوئی کی ممانعت فرماتا ہے اور غیبت کرنیکو منع کرتا ہے گویا غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے تو جو بہتان لگائے اس پر کیسا سخت عذاب ہوگا جس میں سننے والا بھی شامل ہے۔

تبصرہ:

مولوی زکریا، مرکزی امیر تبلیغی جماعت اولیائے کاملین تو کجا صحابہ تابعین رضی اللہ

تعالیٰ عنہما بلکہ نبی الانبیاء سید الاصفیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی بہتان عظیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب پر یہ حکم لگاتے اور عاصی اور خاطی مرتکبِ غیبت و بہتان بتاتے ہیں کہ اولیاء کاملین تو کجا خود حضور سید المرسلین ﷺ جھوٹی سچی باتوں میں آ کر غصہ فرما کر لوگوں کو برا بھلا کہہ دیتے جس سے لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کی طرف سے دل میں ناراضی پیدا ہوا اور آپس میں اختلاف یعنی مسلمانوں میں موجب فساد ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے:

ومنهم الذين يوذون النبى و يقولون هو اذن قل اذن خير لكم يومن بالله ويومن للمومنين و رحمته للذين امنوا منكم والذين يوذون رسول الله لهم عذاب اليم

(التوبہ :٦١)

یعنی:

''اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کیلئے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

یہ آیت منافقین کے حق میں نازل فرمائی گئی جو کہتے تھے کہ وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائیگا وہ مان لیں گے۔ منافقین کے کلام میں اوہام تھا مگر اللہ عزوجل نے اس کو رد فرمادیا اور ارشاد فرمادیا کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے ستانے والے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں (پیارے) تم فرماؤ تمہارے بھلے کیلئے کان ہیں وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ منافقین کی بات پر یقین ہی نہیں کرتے اور مسلمانوں کے واسطے رحمت ہیں نہ کہ سبب رنج وفساد اور جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور جھوٹ و بہتان لگاتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

محاسبہ

منافقین نے تو یہی کہا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ہیں ہم جو کہیں گے وہ مان لیں گے مگر تبلیغی جماعت کا مرکزی امیر زکریا محدث سہارنپوری تو ان منافقین سے بھی بدر جہا بدتر ہے یہ کہتا ہے:

نمبر ا۔ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کی جھوٹی باتوں پر غصہ میں کچھ کہہ دیتے یعنی برائی بیان کرتے اور خوشی میں بیجا تعریف۔

نمبر ۲۔ حدیث ہونے میں کلام نہیں حضرت سلمان بھی اسکی تکذیب نہیں فرماتے بلکہ تائیدی کلام فرماتے ہیں۔

نمبر ۳۔ حدیث ہونے پر دو شاہد ایک حضرت حذیفہ دوسرے حضرت سلمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ یعنی دونوں کو یہ امر مسلم ہے (معاذاللہ)

نمبر۴۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے پیارے محبوب مومن (مسلمانوں) کی بات پر یقین کرتے ہیں منافق وکافر کی بات پر اعتماد نہیں کرتے۔

نمبر۵۔ مولوی زکریا جھوٹ سچ لگانیوالے اور چغلی کرنیوالے کی باتوں پر غصہ اور ناراضگی یا مسرت کا اظہار فرمانا بتاتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ تبلیغی جماعت کا مرکزی امیر زکریا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معاذاللہ چغل خور سمجھتا ہے۔

نمبر۶۔ حضور ﷺ (معاذاللہ) جھوٹ سچ لگانیوالوں یعنی چغلخوروں کی باتوں میں آکر کبھی ناراضگی کے درمیان بعض لوگوں کے متعلق کچھ کہہ دیتے اور بعض اوقات ان لوگوں کی کسی مسرت کی بات پر مسرت کا اظہار فرمادیتے یعنی بیجا تعریف کرتے گویا صحابہ کرام پر بہتان تھا۔

نمبر۷۔ حضور ﷺ ناراضگی اور غصہ میں ایسی باتیں کرتے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کی طرف سے دلوں میں ناراضگی یعنی دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتی اور مسلمانوں میں اختلاف یعنی فساد پیدا ہو جاتا اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ جھوٹ سچ لگانیوالوں یعنی چغلی کرنیوالوں کی اتباع میں سب کچھ کہہ دیتے تھے جو باعثِ عداوت وفساد بن جاتا تھا۔

نمبر۸۔ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی غیبت کرنے والوں کے متعلق جو فرمایا کہ ایکدوسرے کی غیبت نہ کیا کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی

کا گوشت کھائے اور بہتان تو اس سے بھی عظیم تر گناہ ہے، تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر زکریا نے حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو اسکا مرتکب ٹھہرایا۔

نمبر۹۔ مولوی زکریا تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر نے قرآن کریم کا رد کرتے ہوئے تمام صحابہ و تابعین اور اولیائے کاملین وغیرہ سب کو اس گناہ عظیم کا مرتکب بنایا اور اپنے مشائخ علماء دیو بند کو سب سے افضل و اعلیٰ اور ہر عیب سے پاک بتایا۔ یہ ہے دیو بندیوں کا دین و ایمان۔

نمبر۱۰۔ مگر ہر فرمان حضور سیدِ عالم ﷺ اگر چہ خوشی ہو یا ناراضگی میں ہر مسلمان کا اس پر ایمان ہے اور دیو بندی کیلئے آفتِ جان ہے۔

ابوداؤد شریف کی گواہی

سن لو ابوداؤد شریف کی روایت یہ ہے:

> ''عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنتا اس کو لکھ لیتا اپنے یاد کرنیکے لئے پھر قریش کے لوگوں نے مجھے منع کیا لکھنے سے اور کہا کہ تم ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں باتیں کرتے ہیں غصے اور خوشی دونوں حالتوں میں یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ

دیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسکا ذکر کیا آپ نے
انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا لکھا کر قسم
ہے اس ذات پاک کی جس کے اختیار میں میری جان ہے
نہیں نکلتی اس منہ سے کوئی بات مگر سچی خواہ غصہ ہو یا خوشی
ہو۔"

(ابوداؤد شریف، مترجم باب ۹۴، کتاب العلم، ترجمہ مولوی وحید الزماں، صفحہ ۱۱۶-۱۱۷)

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی گواہی

نمبر ا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالاوحی یوحی

(النجم، آیت ۳-۴)

"اور وہ (محمد ﷺ) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے
وہ تو نہیں مگر جو وحی انہیں کی جاتی ہے۔"

نمبر ۲۔ یا ایھاالذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا
تبطلوا اعمالکم (محمد، آیت ۳۳)

"اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے
عمل باطل نہ کرو۔"

نمبر۳۔ من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء، آیت۸۰)

''جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔''

نمبر۴۔ قل اطیعو االلہ و الرسول فان تولو افان اللہ لا یحب الکفرین (ال عمران، آیت۳۲)

''(پیارے) تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔''

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے منہ پھیرنے والا کافر ہے تو جو ان کے فرمان ہدایتِ نشان کو موجب اختلاف وفساد ٹھہرائے اور باعثِ عداوت بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔

استدراک

اگر کسی مسلمان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ جھوٹی سچی باتوں میں آکر مسلمانوں کو کبھی غصہ میں برا بھلا کہتا ہے اور کبھی جھوٹی خبر پر خوش ہوکر بیجا تعریف کرتا ہے یعنی کن سنا ہے جیسا سنا ویسا ہی بڑبڑانے لگا اس کو کوئی مسلمان نیک اور اچھا تصور نہیں کرتا چہ جائیکہ نیک مسلمان اور پھر علماء راسخین پھر اولیائے کاملین پھر انبیاء مرسلین پھر نبی الانبیاء ﷺ کی جانب ایسا وہم کرنیوالا کیسا شقی القلب ہے کما قال تعالیٰ اس کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تبلیغی جماعت کا مرکزی امیر مولوی زکریا، حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کے نقل کرنے کو باعثِ فساد بتاتا ہے اور اس کا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر الزام لاتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ دیا کہ ایسی روایات نقل نہ کیا کریں۔

حالانکہ حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ نے تو اپنے مضامین کو نشر کرنے اور لوگوں میں پھیلانے کی ترغیب دی ابوداؤد شریف میں ہے:

حدیث نمبر ۱

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے سنتے ہو علم کو اور لوگ تم سے سنیں گے پھر جن لوگوں نے تم سے سنا ان سے اور لوگ سنیں گے۔''

(ابوداؤد شریف، جلد سوم، ترجمہ وحید الزماں، صفحہ ۱۲۰)

حدیث نمبر ۲

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سن کر یاد رکھا اور اس کو پہنچا دیا یعنی دوسرے لوگوں کو بھی سنا دیا کیونکہ بہت لوگ ایسے ہیں جو سمجھ کی بات اپنے سے زیادہ سمجھدار کو سنا دیں گے اور بہت سے فقہ کے اٹھانے والے ایسے ہیں جو

فقیہہ نہیں ہیں یعنی خود سمجھدار نہیں ہیں ان کو نقل کرنا چاہیے۔"

(ابوداؤد شریف، جلد سوم، ترجمہ وحید الزماں، صفحہ ۱۲۰)

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ

یہ دریدہ دہن گستاخ لکھتا ہے کہ "تم ایسی حدیثیں نقل کرنے سے رک جاؤ ورنہ میں امیرالمومنین کے پاس تمہاری شکایت لکھوں گا" سن لو! امیرالمومنین فاروقِ اعظم ﷺ ایسے مفتری کذاب کو پاتے بلا دریغ فوراً قتل فرماتے کیا نہ دیکھا اس منافق کو جس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا حضور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا منافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور یہودی کو مجبور کیا اور سیدنا عمر فاروق ﷺ کے حضور لیکر آیا یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ اس کا فیصلہ حضور ﷺ نے فرما دیا ہے مگر یہ اس فیصلہ سے راضی نہیں آپ سے فیصلہ چاہتا ہے فرمایا ہاں میں ابھی آ کر اس کا فیصلہ کرتا ہوں یہ کہہ کہ مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا سکا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔"

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ النساء، آیت ۶۱)

اللہ عزوجل کا حکم

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما

شجر بینھم ثم لا تجدوا فی انفسھم حرجا مما
قضیت و یسلموا تسلیما

(النساء، آیت ٦٥)

"تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے
جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں
پھر جو تم حکم دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور
دل و جان سے مان لیں۔"

معلوم ہوا کہ جب تک آپ کے فیصلہ اور حکم کو صدق دل سے نہ مان لیں وہ مسلمان
نہیں ہو سکتے تو جو حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کے فرمان عالیشان کو باعثِ بغض وعداوت
اور سبب فساد واختلاف بتائے وہ کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے بنا بریں مسلمانوں کو ایسے
لوگوں سے نفرت ہے۔

دیوبندیوں سے نفرت

دیوبندیوں کی بیباکی اور حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور توہین
آمیز عبارات نے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا سرکارِ دوعالم ﷺ پر گھناؤنے حملوں

سے مسلمانوں میں دیوبندیوں سے سخت نفرت اور دلی عداوت پیدا ہو گئی وہ دیوبندیوں کا اپنی مساجد میں نماز پڑھنے کیلئے آنا بھی گوارا نہ کرتے تھے جسکا اعتراف مولوی زکریا کو بھی ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر مولوی زکریا محدث سہارنپوری رقمطراز ہیں:

"میں اس سے پہلے فصل میں جہاں مدراس کے نقصان کا بیان کر چکا ہوں وہاں بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقولہ جو متعدد علماءٔ بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور دور رہتے تھے اس تبلیغ کی بدولت (یعنی تبلیغی جماعت کے فریب کی بناء پر) آپ تک پہنچنا ہوا یہ مقولہ بلا تصنع بلا مبالغہ سو ۱۰۰ آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہو گا اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بمبئی شہر میں علما حقہ (دیوبندیوں) میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا حضرت حکیم الامت (اشرف علی تھانوی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لے جانے پر کس

قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے
مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت (تھانوی) پر حملہ کیا
میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت
(تھانوی) کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے
کے اندر پہنچایا گیا ۴۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری تین
سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جارہے تھے یہ ناکارہ
(زکریا) بھی اس میں ہمرکاب تھا تو اہلِ بمبئی کے شری اور
فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی
سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے
لگائے گئے تھے علماء دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس
قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی
معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو
پاک کرایا جاتا تھا۔"

(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اوران کے مفصل جوابات، صفحہ ۴۳-۴۴)

یہ ہے تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر مولوی محمد زکریا محدث مظاہر العلوم سہارن پوری
کی زندگی کے چند گوشے ناظرین غور سے مطالعہ فرمائیں اور دیوبندی اور تبلیغی
جماعت کی ضلالت اور گمراہی سے دور اور نفور رہ کر اپنے اسلام وایمان کو محفوظ فرمائیں

اللہ عزوجل اس مختصر رسالہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کیلئے رشد و ہدایت کا سبب بنائے

آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك
انت التواب الرحيم وصلى الله تعالى على خير خلقه
سيدنا و مولنا محمد واله اصحابه وسلم اجمعين
برحمتك ياارحم الراحمين

سگ بارگاہ رضا ابوالرضا محمد عبدالوہاب خاں القادری الرضوی غفرلہ